رضوی تقریریں

مقرر

خطیب اہلسنت مولانا [illegible] اوکاڑوی علیہ الرحمہ

مرتب

(مولانا) عطاء الرحمن نعیمی البدایونی

ناشر

مکتبہ نعیمیہ دھلی

MAKTABA NAIMIA

رضوی تقریریں

مقرر

خطیب اہلسنت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ

عطار الرحمٰن مکی بدایونی

ناشر

نام کتاب	رضوی تقریریں
مقرر	خطیب اہلسنت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ
مرتب	عطاء الرحمٰن مکی بدایونی
باہتمام	ابوارسلان محمد ضیاء اشرف نعیمی
کمپوزنگ	عطاء الرحمٰن مکی بدایونی (مکتبہ نعیمیہ 423 مٹیا محل، دہلی)
ناشر	مکتبہ نعیمیہ 423 مٹیا محل، دہلی
طبع اول	۱۹۹۸ء
طبع ثانی	۲۰۰۵ء
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ نعیمیہ، 423 مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-6	قادری کتاب گھر، اسلامیہ مارکیٹ، نومحلہ مسجد، بریلی
رضوی کتاب گھر، 425 مٹیا محل جامع مسجد، دہلی-6	برکاتی بک ڈپو، اسلامیہ مارکیٹ، نومحلہ مسجد، بریلی
فاروقیہ بکڈپو، 422 مٹیا محل جامع مسجد، دہلی-6	مکتبہ اشرفیہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد
نیو سلور بک ایجنسی، بھنڈی بازار ممبئی	نسیم بک سیلر دال منڈی بنارس
ناز بک ڈپو محمد علی روڈ ممبئی	حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ

محمد عبدالمالک لہری

فہرست

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ یہ مجلسِ وعظ ایک تقریب کے سلسلے میں منعقد ہوئی ہے ——— میں آپ حضرات کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کروں گا اور اس ضمن میں انشاء اللہ بہت سے مسائل بیان ہوں گے جن سے عقائد اور ہمارے اخلاق اور اعمال کی اصلاح ہوگی۔ آپ حضرات بڑے سکون اور اطمینان سے تشریف رکھتے ہوئے سماعت فرمائیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ آپ کی عمر شریف نوے برس کی ہوگئی تھی اور آپ کے یہاں اولاد نہیں ہوئی تھی۔ نوے برس کی عمر میں آپ نے اللہ کی بارگاہ میں اولاد کے لئے دعا کی ـــــــ

رِبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ـــــــ اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما ـــــــ اِس دعا میں غور فرمایئے۔ صرف یہ نہیں کہا یا اللہ! مجھے بیٹا دے ـــــــ بلکہ یہ دعا کی کہ نیک بیٹا عطا فرما۔

اولاد نیک ہو تو ماں باپ جب نیک اولاد کو دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دل خوش ہوتا ہے اور اگر اولاد بری ہو تو ماں باپ جب دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے ـــــــ نیک اولاد ماں باپ کا نام روشن کرتی ہے ـــــــ اور بری اولاد ماں باپ کی بدنامی کا باعث بنتی ہے ـــــــ نیک اولاد مرنے کے بعد بھی ماں باپ کے لئے اجر و ثواب کا باعث بنتی ہے ـــــــ

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ نیک بیٹا چھوڑ دے جو اُن کیلئے دعا کرتا رہے تو اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے ـــــــ بیٹے کی دعا کا صلہ اور اجر مرنے کے بعد بھی اس کے ماں باپ کو ملتا رہے گا ـــــــ تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اگر اولاد دے تو نیک ہو ـــــــ نیک اولاد نماز پڑھے گی ـــــــ قرآن پاک کی تلاوت کرے گی ـــــــ تو یقیناً ماں باپ کی بخشش کی دعا کرے گی ـــــــ اگر اولاد نمازی نہ ہوئی ـــــــ قرآن پڑھنے والی نہ ہوئی ـــــــ تو وہ ماں باپ کے لئے کیا دعا کرے گی؟ ـــــــ اولاد اگر

نیک ہو تو ماں باپ کو کتنا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں بسم اللہ شریف کے مسائل اور فوائد میں یہ بات نقل فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبرستان سے گذرے تو دیکھا کہ ایک شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے آپ گذر گئے ـــــــ چند دنوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُسی راستے سے گذرے تو واپسی کے موقع پر دیکھا کہ وہ شخص نجات پا چکا تھا اور اُس کی قبر جو جہنم کا گڑھا بنی ہوئی تھی اب وہ جنت کا باغ بن چکی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ یا اللہ جب میں گیا تھا تو اس شخص کو عذابِ قبر میں مبتلا دیکھ کر گیا تھا اور اب واپسی پر دیکھ رہا ہوں تو وہ نجات پا چکا ہے اور اس کی قبر گلزار بنی ہوئی ہے تو کس وجہ سے ـــــــ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! یہ شخص بڑا گنہگار تھا۔ اس کو اس کی بداعمالی کی سزا مل رہی تھی اور یہ عذابِ قبر میں مبتلا تھا۔

مگر جب یہ مَرا تھا تو اپنی بیوی کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ چھوڑ آیا تھا۔ اب اس کا وہ بچہ چھ سات برس کا ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اس کو لیا اور ایک عالم دین کے پاس چلی گئی اور کہا کہ مولوی صاحب اس کو اللہ کا نام سکھاؤ ـــــــ مولوی صاحب نے بچے کو بسم اللہ پڑھا کر یہ کہا بیٹا! اَب ایک طرف بیٹھ کر اس سبق کو اچھی طرح یاد کرو ـــــــ اے میرے پیغمبر! وہ بچہ ایک طرف بیٹھ کر بسم اللہ پڑھنے لگا۔ اس نے جب بار بار مجھے رحمٰن اور رحیم کہا تو میری رحمت کے دریا میں جوش پیدا ہوا ـــــــ بسم اللہ وہ پڑھتا تھا مگر میں نے اس کے باپ کو بخش دیا ـــــــ وہ عذاب جو اس کو ہو رہا تھا اس کو اٹھا لیا ہے ـــــــ عذاب اس سے دُور کر دیا ہے۔

اندازہ کرو ابھی اُس بچے نے بسم اللہ ہی پڑھی ہے تو عذابِ قبر میں مبتلا باپ کی بخشش ہو گئی تو جب وہ بچہ اللہ کی کتاب پڑھ لے اور اُس پر عمل بھی کرے تو ماں باپ کو کتنا

اجر وثواب ملے گا؟ ـــــ تو پ، ۲) اولاد کو قرآن پڑھاؤ ـــــ علم دین سکھاؤ ـــــ نیکی کی طرف لگاؤ ـــــ اگر تمہارا بچہ نیک ہو تو یہ دُعا کرے گا:۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَا
رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب

جب وہ ہر روز یہ دعا مانگے گا تو اس کی دُعا رائیگاں نہیں جائے گی۔ یقیناً اس کی دُعا سے خود اس کی ذات کو ـــــ اس کے ماں باپ کو ـــــ اور تمام مومنوں کو نفع پہنچے گا ـــــ آجکل ہمارا یہ شوق ہے کہ ہمارے بچے ڈاکٹر بن جائیں ـــــ انجینیئر بن جائیں ـــــ منسٹر بن جائیں ـــــ بہت کم لوگ ہیں جن کا یہ شوق اور جذبہ ہے کہ ہمارے بچے عالم دین بن جائیں ـــــ ہمارے بچے قرآن کے حافظ ہو جائیں ـــــ چنانچہ میں ایک بات عرض کرتا ہوں اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے ـــــ ہم بچوں کو پڑھاتے ہیں ـــــ وہ میٹرک، ایم اے وغیرہ کرتا ہے ـــــ پھر اُس کو ولایت بھیج دیتے ہیں وہ ایم۔ ایس وغیرہ کرتا ہے اور پانچ سال کا کورس کر کے واپس آتا ہے۔

مغربی تہذیب میں رہتے ہوئے اُس کے خیالات بھی مغربی قسم کے ہو جاتے ہیں۔ وہ مغربی تہذیب اور تمدّن کا شیدائی اور دلدادہ ہو جاتا ہے، واپس آتا ہے ـــــ باپ کے مرنے کا وقت آتا ہے ـــــ باپ کہتا ہے بیٹا! میرے مرنے کا وقت ہے ـــــ نزع کا عالم ہے مجھے تکلیف ہو رہی ہے ـــــ سُورۃ یٰسین پڑھو تا کہ میری جان آسانی سے نکل جائے ـــــ کیونکہ آجکل سُورۃ یٰسین ہی جان نکالنے کے لئے رہ گئی ہے ـــــ تو وہ بیٹا جس نے ولایت میں تعلیم حاصل کی ہے ـــــ جس نے ڈگریاں حاصل کی ہیں ـــــ جس کی تعلیم پر باپ نے سینکڑوں، ہزاروں روپے خرچ کئے ہیں ـــــ وہ بچہ اس قابل نہیں کہ اپنے باپ

کے سامنے سورۂ یٰسین کی تلاوت کر سکے ـــــــ وہ بچہ کہتا ہے ابا! مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ سورۂ یٰسین ہے کونسے پارے میں؟ ـــــــ بتایئے جس کی تعلیم پر باپ نے ہزار ہا روپے خرچ کئے ہیں اور اُس کا خرچہ پورا کرنے کے لئے نہ آپ نے جائز دیکھا اور نہ ناجائز دیکھا، اُس کی ضروریات پوری کیں ـــــــ اپنی جان پر کھیل گئے اور خون پسینہ ایک کیا اور اس کے اخراجات پورے کیے ـــــــ اُس کو پڑھایا لکھایا ـــــــ مگر وہ آپ کے مرنے کے وقت سُورۂ یٰسین بھی پڑھ کر نہیں سُنا سکا ـــــــ چلئے صاحب! مولوی صاحب کو بُلا لیا گیا۔

مولوی صاحب آگئے۔ مولوی صاحب نے سُورۂ یٰسین پڑھی اور جان نکلی ـــــــ اس کے بعد اس گریجویٹ بچے کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کفن پر کتنا کپڑا لگے گا اور کفن کیسے بنانا ہے؟ ـــــــ نہیں تو پُوچھ لو۔ ایک لائن میں کھڑا کر لو ـــــــ سو میں سے ایک دو ہی بتا دیں؟ ـــــــ چلئے صاحب! وہ بھی جاننے والوں نے بتا دیا، کفن تیار ہو گیا ـــــــ اُس کے بعد غسل تو چلو چھوڑو۔ غسل تو اُس کو دینا ہے نہیں ـــــــ مگر بہتر تو یہی ہے کہ گھر والے غسل دیں۔ کیونکہ گھر والے جس محبت اور عقیدت کے ساتھ غسل دیں گے جسے اُجرت لینی ہے اور پیسے لیکر کام کرنا ہے وہ اس محبت کے ساتھ غسل نہیں دے سکتا ـــــــ اُس کے بعد نماز جنازہ پڑھنی ہے ـــــــ اُس گریجویٹ بچے کو نماز جنازہ بھی یاد نہیں۔

اس کے بعد گریجویٹ بچے کو یہ بھی پتہ نہیں کہ دفن کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ ـــــــ یہ حال ہے گریجویشن کرنے والوں کا ـــــــ باپ کو کوئی فائدہ نہیں ملے گا ـــــــ ہاں اگر تلاوت کرے، نمازیں پڑھے۔ کلمہ شریف کی تسبیح پڑھے اور اللہ کا ذکر کرے ـــــــ اور ماں باپ کی رُوح کو ثواب پہنچائے تو ماں باپ کو فائدہ ہوگا ـــــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی ـــــــ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ

الصّٰلِحِیۡنَ (اے میرے رَب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما) ــــــ اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ایک حِلم والے بیٹے کی بشارت دی۔ اس بشارت کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے ــــــ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس بچّے کو نوے برس کی عُمر میں دعائیں مانگ کر لیا تو وہ بیٹا کس قدر عزیز اور کس قدر پیارا ہوگا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بچے سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ اس سے بڑا پیار فرماتے تھے ــــــ اللہ تعالیٰ دکھانا چاہتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو جتنی ہم سے محبت ہے اتنی اپنے اس بیٹے سے محبت نہیں ہے جس کو نوے برس کی عمر میں دُعائیں مانگ کے لیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں۔ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بنایا ــــــ خلیل بڑے پیارے اور بڑے گہرے دوست کو کہتے ہیں ــــــ تو اللہ تعالیٰ کو دکھانا یہ تھا کہ خلیل میرا اِتنا پیارا اور اِتنا گہرا دوست ہے کہ اُس کو جتنی ہم سے محبت ہے اُتنی کسی اور سے نہیں ــــــ چنانچہ اللہ نے حکم دیا کہ اے ابراہیم! ــــــ اپنے بچّے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو اور حضرت ہاجرہ کو جو اس بچے کی والدہ ہیں ساتھ لے لو اور عرب کی سَر زمین پر چھوڑ آؤ ــــــ حکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت خلیل اللہ نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے دُودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور مُلکِ شام سے چلے اور عرب کی سرزمین پہ آئے۔ عرب کی سرزمین پر خانہ کعبہ کے پاس اپنی بیوی اور بچّے کو چھوڑ دیا۔ خانہ کعبہ اُس وقت اِتنا تعمیر شدہ نہیں تھا ــــــ حضرت آدم (علیہ السلام) نے اس کعبہ کو تعمیر کیا تھا ــــــ مگر جب حضرت نُوح (علیہ السلام) کے زمانے میں طوفان آیا تھا تو کعبہ کی دیواریں گِر گئی تھیں اور صرف ایک ٹیلہ رہ گیا تھا ــــــ وہاں کوئی آبادی، کوئی بستی نہیں

تھی ـــــــ ایک گھر بھی وہاں آباد نہیں تھا۔ جنگل تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو وہیں چھوڑ دیا اور بغیر کوئی گفتگو کیے سلام کہہ کر واپس چلے گئے ـــــــ حضرت ہاجرہ نے خیال کیا کہ معاملہ کیا ہے؟ جنگل ہے اور کوئی رہنے اور کھانے پینے کا انتظام بھی نہیں ـــــــ میں عورت ہوں اور گود میں دودھ پیتا بچہ ہے اور یہ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اور یہ بتا کر بھی نہیں جا رہے ہیں کہ آئیں گے کب؟ ـــــــ آئیں گے یا نہیں آئیں گے۔ ماجرا کیا ہے؟ ـــــــ حضرت ہاجرہ نے عرض کی یا نبی اللہ! آپ نے کوئی جواب نہ دیا ـــــــ حضرت ہاجرہ نے دوسری مرتبہ آواز دی، تیسری مرتبہ، چوتھی مرتبہ ـــــــ جب کوئی جواب نہ پایا تو اُٹھیں اور تیزی سے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں۔ آپ کا دامن تھاما اور عرض کیا کہ ـــــــ اے اللہ کے پیغمبر! آپ ہمیں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ خاموش کھڑے ہیں ـــــــ مزاج شناس بیوی سمجھ گئیں کہ یقیناً اللہ کا حکم آیا ہوگا ـــــــ کیونکہ یہ اللہ کے نبی ہیں ان سے بڑھ کر انصاف کرنے والا کوئی نہیں ـــــــ اور یہ اپنے اہل وعیال پر بڑے مہربان ہیں ـــــــ ان کے حقوق کو پہچانتے ہیں ـــــــ جب اس کے باوجود ایسا کر رہے ہیں تو یقیناً اللہ کا حکم آیا ہوگا۔ تو حضرت ہاجرہ نے عرض کی یا نبی اللہ! ـــــــ کیا اللہ کا حکم آیا ہے کہ ایسا کرو ـــــــ فرمایا: ہاں! ـــــــ بس یہ سُنتا تھا، حضرت ہاجرہ نے کہا ـــــــ اگر اللہ کا حکم آیا ہے تو آپ بڑے شوق سے تشریف لے جائیں وہ ہمارا حافظ ونگہبان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور وہ مقدس خاتون اپنے بچے کو لے کر صبر و رضا کا پیکر بنتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئیں ـــــــ اَب سبق حاصل کرو خصوصاً ہماری مائیں اور بہنیں جو وعظ سُن رہی ہیں وہ اس بات کو توجہ اور غور کے ساتھ سُنیں ـــــــ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو جنگل میں چھوڑا تھا اُس وقت آپ کی دو بیویاں

حضرت سارہ ـــــــــــ حضرت ہاجرہ تھا نام کا دوسری اور سارہ حضرت ایک تھیں
کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور حضرت ہاجرہ کے ہاں فرزند ہوا تھا جس کو چھوڑ کر گئے ـــــــــــ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ یہ کہہ سکتی تھیں کہ اللہ نے کیسے حکم دے دیا؟ میں بچے والی ہوں اور ایک بچے والی کو آپ بیابان جنگل میں چھوڑ کر جارہے ہیں اور جس کی گود میں بچہ نہیں اُس کو اپنے گھر میں، محل میں بٹھا رکھا ہے ـــــــــــ تو یہ کیسی ناانصافی ہے کہ اللہ نے میرے لئے حکم دے دیا اور اُس کیلئے نہیں دیا ـــــــــــ میں تو بچے والی ہوں۔ ـــــــــــ زیادہ رحم اور شفقت کی مستحق ہوں اور آپ مجھے یہاں پر چھوڑ کر جارہے ہیں ـــــــــــ اور مجھے کیا پتہ ہے کہ اللہ کا حکم آیا بھی ہے کہ نہیں آیا ـــــــــــ۔ اور اگر آیا ہے تو میں اس حکم کو نہیں مانتی جو انصاف کے خلاف ہے ـــــــــــ ایک کو گھر میں بٹھا رکھو اور دوسری کو جنگل میں چھوڑ جاؤ ـــــــــــ اگر اللہ کا حکم آیا ہے تو اُس دوسری کو بھی لاؤ ـــــــــــ کیونکہ دونوں کے درمیان عدل کرنا چاہئے اور آپ بھی میرے ساتھ بیٹھیں ـــــــــــ تو بتایئے حضرت ہاجرہ نے کوئی بات کی؟ ـــــــــــ حالانکہ وہ یہ باتیں کر سکتی تھیں، رونا دھونا شروع کر دیتیں، سارا جنگل سر پر اُٹھا لیتیں ـــــــــــ مگر اُنہوں نے نہ دل میں تنگی محسوس کی، نہ پیشانی پر شکن ڈالی اور نہ زبان پر شکوہ لائیں بلکہ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے تنہا بغیر انیس کے اور رفیق کے جنگل میں رہنا گوارا کر لیا اور پیش نظر صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــــــــ ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام حاصل کرتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں اور درجات سے سرفراز ہوتے ہیں جو بلا چون و چرا اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں ـــــــــــ اور ایک ہم ہیں کہ جانتے سب کچھ ہیں مگر سو حجتیں کرتے ہیں، سو سو تاویلیں کرتے ہیں کیونکہ ہمیں عمل تو کرنا نہیں۔

حضرات! ــــــ ابراہیم علیہ السلام نے اسی لئے اعتراض نہیں کیا، نکتہ چینی نہیں کی کہ جس خالق و مالک نے حکم دیا ہے وہ بھی تو یہ سب کچھ جانتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے، اسکی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے، ان کو کھانے پینے کی بھی حاجت ہے۔ وہ بھی تو سب کچھ جانتا ہے۔ جب اُس نے سب کچھ جاننے کے باوجود حکم دیا ہے تو اُس کے حکم میں حکمتیں ہیں ہمیں تعمیل کرنی چاہئے نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ــــــ اُن کا ایمان کامل تھا اور اُن کا یقین کامل تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ میرے اُوپر اتنی بڑی آگ کو گلزار بنا سکتا ہے وہ میری بیوی اور بچے کی جنگل میں حفاظت بھی کرسکتا ہے اور ان کی ضروریات بھی مہیا فرما سکتا ہے۔

آجکل ہمارا ایمان کامل نہیں، ہمارا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں رہا۔ ہم تدبیر پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں اور تقدیر پر کم ــــــ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اُس کیلئے اللہ کافی ہوجاتا ہے) ــــــ

تو ہمارا اللہ پر بھروسہ نہیں رہا ــــــ ہمارا حال تو ایسا ہوگیا ہے کہ رسّہ باندھ دو اگر ڈوبنے لگا کھینچ تو لوگے ــــــ بسم اللہ میں بڑی تاثیر ہے، بڑی برکت ہے مگر رسّہ بھی باندھ لو تو اچھا ہے ڈوبنے لگا تو کھینچ تو لوگے ــــــ تو جب بھروسہ ہی نہیں یقین ہی نہیں، تو ایمان مکمل نہیں ــــــ ہاں میں ایک بات عرض کرتا ہوں۔ دیکھو! ایمان نام ہے کامل یقین کا۔ صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے۔ ایمان کیا ہے؟ یقینِ کُل ــــــ یقینِ کامل کا نام ہے ایمان۔ تو اصل چیز ہے یقین۔ اگر یقین ہوجائے تو سارے کام درست ہوجائیں ــــــ ہمارا یقین کامل نہیں ہے ــــــ

ہمارا یقین ہوگیا ہے کچّا، پلپلا ــــــ ڈھل مل ــــــ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

میرے بزورگو اور دوستو! ــــــ ہمیں اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھنا چاہئے

جو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی پوری دستگیری فرماتا ہے ـــــــــــــ سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ بند نہیں کرتا ـــــــــــ لو تمہیں ایک بڑا پیارا واقعہ سُناتا ہوں ـــــــــــ ایک خاتون بیت اللہ شریف کا طواف کر رہی تھی اور طواف کرتے ہوئے بار بار کہہ رہی تھی: ـــــــــــ

"اَے میرے مَولا! اَے میرے معبُود! اَے میرے کریم اور رحیم مَولا! اَے میرے پیارے مَولا! وہ گذرا ہوا زمانہ کیسا زمانہ تھا، وہ گذرا وقت کیسا وقت تھا جبکہ تو نے بڑا کرم کیا اور بڑی مہربانی فرمائی تھی۔ کس زبان سے تیرا شکریہ ادا کرُوں۔"

ایک بزرگ جو طواف کر رہے تھے اُنہوں نے اُس عورت کے الفاظ سُنے۔ اُنہوں نے سوچا کہ اس عورت کے ساتھ کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے اور وہ سُننا چاہئے اور معلوم کرنا چاہئے تا کہ ایمان کو تازگی حاصل ہو۔ تو وہ بزرگ کہنے لگے! ـــــــــــ اَے بیٹی! تو طواف کرتے ہوئے بار بار یہ کلمے کہتی ہے۔ کیا تُو مجھے اپنا واقعہ بتا سکتی ہے تا کہ میں سُنوں تو میرا ایمان بھی تازہ ہو اور میرے یقین میں بھی ترقی پیدا ہو ـــــــــــ تو وہ خاتون کہنے لگی اَے بزرگ! ـــــــــــ میں بتانے کو تیار ہُوں بلکہ میں تو یہ کہتی ہُوں کہ سب لوگ اس کو سُنیں اور ان کا اللہ پر بھروسہ ہو اور ان کا ایمان کامل ہو ـــــــــــ تو خاتون نے داستان سُنانی شُروع کی کہ ـــــــــــ میں اور میرا شوہر اور گود میں دُودھ پیتا بچہ تھا۔ ہم حج اور زیارت کی نیت سے گھر سے نکلے۔ ہم نے پیدل سفر کیا اور اُونٹوں پر سفر کیا۔ یہاں تک کہ کشتی میں بھی سفر کیا۔ کشتی میں ہم بیٹھ کر آ رہے تھے کہ رات کے وقت اچانک کشتی ایک چٹان سے ٹکرائی جو دریا کے اندر چھپی ہوئی تھی اور اندھیرے کے سبب سے معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ کشتی تیزی سے جا رہی تھی کہ جا کر زور سے ٹکرائی تو کشتی ٹوٹ گئی۔ کشتی کے تختے الگ ہو گئے لوگ ڈوب گئے۔

اُس خاتون نے کہا کہ اتفاق سے جب کشتی ٹوٹی تو جس تختے پر میں بیٹھی ہوئی تھی وہ کشتی سے الگ تو ہو گیا مگر میں نے اس کو چھوڑا نہیں، میری گود میں بچہ تھا۔ وہ تختہ تیرنے لگا اور میں اُس پر بیٹھی ہوئی تھی ـــــ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا شوہر کہاں ہے؟ اُس کا کیا حال ہے؟ اور دوسری سواریوں کے ساتھ کیا ہوا؟ میں تختے پر بیٹھی ہوئی تھی اور گود میں بچہ تھا ـــــ تختہ پانی کے اُوپر تیرتا رہا۔ رات گذری اور جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو میں نے دیکھا ایک تختہ اور تھا جس کے اُوپر ایک حبشی بیٹھا ہوا تھا جو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ مجھے اور کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ میرے اور اس حبشی کے سوا باقی جتنے لوگ تھے وہ ڈوب گئے یا کدھر گئے، ان کا کوئی پتہ نہیں ـــــ میں بھی تختے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا تو ہاتھوں سے پانی ہٹاتے ہوئے اپنے تختے کو میری طرف لانا شروع کر دیا ـــــ جب وہ بالکل میرے قریب آیا تو اُس کی نیت میں فتور ہوا۔ اُس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے اُس سے کہا کہ ـــــ ''اَے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرو۔ دیکھو ہم کس مصیبت میں ہیں۔ ساری کشتی ڈوب گئی، باقی سارے لوگ ڈوب گئے ہم دونوں بچے ہوئے ہیں۔'' ـــــ تو بھی تختے پر ہے میں بھی تختے پر ہوں ـــــ ایسی حالت میں تو اللہ کا ذکر کر کے، عبادت کر کے نجات حاصل کر لے تو بڑی بات ہے۔ تُو اللہ سے ڈر ـــــ مگر اُس پر شیطان سوار ہو گیا تھا ـــــ اُس نے کہا تمہیں میری بات ماننی پڑے گی۔ جس وقت اُس نے یہ کہا تو میں نے اُس کو بہت سخت لہجہ میں سمجھایا مگر اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔'' ـــــ آخر اُس نے اپنے تختے کو میرے تختے کے ساتھ ملایا اور میرے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اُس کو کہا اچھا ذرا ٹھہر جائیں، بچے کو دُودھ پلا لُوں تو اس نے کہا تو اس بچے کی وجہ سے دیر کر رہی ہے ـــــ اُس نے میری گود سے میرے بچے کو چھینا اور چھین کر پانی میں پھینک دیا۔ میرا کلیجہ پھٹ گیا ـــــ ایک تو میں پہلے ہی صدموں سے چُور تھی

کہ گھر سے نکلے تھے حج وزیارت کے واسطے۔ راستے میں شوہر کا سایہ سرسے اُٹھ گیا میں بیوہ ہو چکی تھی ـــــ مسافرت کا عالم تھا ـــــ اور اُس ظالم نے گود سے بچہ اُٹھا کر پانی میں پھینک دیا ـــــ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ـــــ اُس وقت میں نے اللہ کو پکارا ـــــ میرے دل سے آواز نکلی:۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

دل سے دُعا ہر وقت نہیں نکلتی، کبھی کبھی نکلتی ہے ـــــ یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ جب بندے پر مصیبت پڑتی ہے تو پھر دُعا دل سے نکلتی ہے اور جب یوں ہی دُعا مانگتا ہے تو دھیان، کسی اور طرف ہو جاتا ہے، اَیسے میں دُعا کیا قبول ہو گی؟ ـــــ یاد رکھو! دُعا وہی قبول ہو گی جو دل سے نکلے گی ـــــ وہ خاتون کہتی ہے میں نے دل سے اللہ کو پکارا ـــــ اَے اللہ! ـــــ اس وقت سارے دروازے بند ہیں، کوئی بھی نہیں رہا ـــــ اور اِس ظالم پر نفس وشیطان کا غلبہ ہو گیا ہے ـــــ اور میں اس کے سامنے کمزور ہُوں ـــــ لیکن تو تو قادر وقدیر ہے ـــــ تو بندے کے خیال میں بھی حائل ہو جاتا ہے ـــــ اور جہاں سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں وہاں تیرا دروازہ بند نہیں ہوتا ـــــ یا ربّ العالمین! میں گھر سے حج و زیارت کے لئے نکلی ہُوں ـــــ میں تیری مہمان ہُوں ـــــ میرے شوہر کا میرے سر سے سایہ اُٹھ گیا ہے ـــــ اس نے میرے بچے کو بھی پانی میں پھینک دیا ہے ـــــ اَب اِس سے تو میری عزّت کو بچا ـــــ تو ہی بچانے والا ہے ـــــ تجھے واسطہ دیتی ہُوں تیرے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ـــــ تو وہ خاتون کہتی ہے کہ جب میں نے اللہ کو پکارا ـــــ اس پر بھروسہ کیا اور فریاد کی ـــــ تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا جانور منہ

کھولے ہوئے جیسے مگرمچھ ہوتا ہے آیا ــــــ اس کا منہ کھلا ہوا، دانت بڑے لمبے ــــــ قریب آ کر اس حبشی کے پیر کو منہ میں لیا اور پیر کو منہ میں لے کر دانتوں میں دبا کر ایک جھٹکا دیا اور اُس کو کھینچ کر اُسی کا ایک لقمہ بنایا اور پانی میں غائب ہو گیا۔ اس طرح اللہ نے مجھے اس ظالم حبشی سے نجات دلائی ــــــ پھر میں اسی تیرتے تختے پر بیٹھی رہی ــــــ دو دن اور دو راتوں کے بعد وہ تختہ تیرتا تیرتا کہیں پہنچا ــــــ مجھے سامنے ایک پہاڑی نظر آئی ــــــ میں بھی ہاتھ سے پانی ہٹاتے ہٹاتے پہاڑی پر پہنچ گئی ــــــ اس پہاڑی پر کوئی آبادی نہیں تھی کوئی درخت نہیں تھا ــــــ جنگل اور چھوٹی سے پہاڑی ــــــ تو میں وہاں اُس پہاڑی کے اُوپر بیٹھی رہی ــــــ وہاں پہاڑی پر میں بیٹھی تھی کہ اچانک سمندر میں مجھے ایک جہاز نظر آیا اور وہ جہاز بھی حاجیوں کا تھا ــــــ جب مجھے جہاز نظر آیا تو میں نے زور زور سے اپنا کپڑا اہلایا اور اُنہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ جب انہوں نے مجھے کپڑا ہلاتے دیکھا تو اُنہوں نے کیا کیا کہ ایک چھوٹی کشتی پر دو چار آدمی بٹھا کر میری طرف بھیجے ــــــ جب وہ آئے تو اُنہوں نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ ــــــ میں نے اُن سے کہا کہ میں ایک مظلوم عورت ہُوں ــــــ اس طرح ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور میرا شوہر اور سب ساتھی ڈوب گئے ــــــ اور اللہ نے مجھے بچالیا ہے ــــــ خدا کے لئے مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو ــــــ خواہ تم کسی بھی ملک میں جارہے ہو ــــــ مجھے یہاں سے نکالو ــــــ میں کم از کم کسی آبادی میں تو پہنچ جاؤں ــــــ وہاں سے میں اپنے مُلک چلی جاؤں گی ــــــ پھر میں وہاں سے دوبارہ حج کے لئے جاؤں گی ــــــ اُنہوں نے کہا ہم بھی حج کے لئے جارہے ہیں ــــــ اُنہوں نے مجھے کشتی میں بٹھایا اور جہاز پر لے آئے۔

جب وہ لوگ مجھے لے کر جہاز پر پہنچے تو میں نے وہاں کیا دیکھا کہ ایک آدمی کی

گود میں میرا بچہ تھا جس کو ظالم حبشی نے مجھ سے چھین کر سمندر میں پھینک دیا تھا ــــــ جونہی میں نے اس بچے کو دیکھا تو جھپٹ کر میں نے اُس بچے کو لے لیا اور سینے سے لگا کر پیار کیا کہ میرا بچہ میرا لخت جگر ــــــ جہاز والے کہنے لگے تو پاگل ہو گئی ہے تیرا بچہ کدھر سے ہو گیا۔ ہم تو پیچھے سے آرہے ہیں اور تجھے یہاں پہاڑی سے لیا ہے پھر تیرا بچہ کیسے ہو گیا؟ ــــــ تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ میرا بچہ ہے ــــــ جہاز والوں نے کہا کہ تو ہمیں اپنی داستان سُنا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ ــــــ جب میں نے اپنی دردناک داستان سُنائی تو جہاز والوں نے کہا کہ لے اَب ہم سے سُن ــــــ ہم آرہے تھے اور ہم نے کیا دیکھا کہ ایک بہت بڑا جانور جس کی پُشت پانی سے ظاہر تھی اور باقی حصہ چھپا ہوا تھا۔ اُس کی پُشت کے اوپر یہ بچہ بیٹھا ہوا تھا اور ہمیں غیب سے آواز آئی کہ اس بچے کو اُٹھا لو ورنہ تمہارا جہاز غرق کر دیا جائے گا تو ہم نے اس بچے کو اُٹھا لیا۔ تیری داستان سُن کر ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ بچہ تیرا ہی ہے ــــــ وہ عورت جدّہ پہنچ گئی اور وہاں سے مکہ پہنچی ــــــ اور اس لئے وہ طواف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: ــــــ "اَے میرے مَولا، اَے میرے خالق! ــــــ وہ گذرا ہوا زمانہ کیسا تھا؟ ــــــ جبکہ تُو نے میری دستگیری کی اور مجھے اس ظالم سے نجات دلائی ــــــ میں کس زبان سے تیرا شُکر اَدا کروں؟ ــــــ مَولا تیرا شُکر اَدا نہیں ہو سکتا ــــــ جب دل سے دُعا نکلتی ہے اُس وقت اللہ سنتا ہے کیونکہ دُعا کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ مولوی صاحب دعا مانگو ــــــ اور کہتے بھی کیسے ہیں ــــــ کہیں سے ہم گذر رہے ہوں، وہ زبردستی پکڑ لیتے ہیں پلاتے ہیں چائے ــــــ پھر کہتے ہیں حضرت دعا کیجئے ــــــ اَب ایک روپے کی چائے پلا کر جس نے دُعا کروائی۔ ہم بھی ایسی دُعا کر دیتے ہیں جیسی چائے ہوتی

اس لئے دُعا کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ بعض لوگ ایسا سلوک کرتے ہیں وہ کہتے نہیں خود دل سے دُعا نکل جاتی ہے، اصل دُعا وہ ہوتی ہے۔ ______ ہے

اور بعض لوگ بظاہر بڑی محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ جی! ہمیں آپ سے بڑی عقیدت ہے، بڑی محبت ہے مگر دل نہیں مانتا ______ اَیسا لگتا ہے جیسے اُوپر اُوپر سے کر رہے ہوں بناوٹ، دکھاوا ______ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زبان سے تو کچھ نہیں کہتے مگر پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں محبت ہے ______ تو میرے بزرگو اور دوستو! ______ اس قسم کے کام کرو۔ اِن اللہ والوں کو خوش رکھو تا کہ تمہارے بیڑے پار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے زیر سایہ رکھے۔ (آمین)

بہر صورت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے دُودھ پیتے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جنگل میں چھوڑ کر واپس آگئے ______ حضرت ہاجرہ وہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ واپس آتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے راستے میں ہی ایک دُعا کی ______ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اور یہی میری تقریر کا عنوان ہے: ______ "اَے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بسا دیا ہے" ______ یہ دعا کسی عام بندے کی نہیں بلکہ بہت بڑی ہستی، جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا ہے ______ اِس دُعا کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف میں بہت سے مسئلے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کو بسایا تھا یا جنگل میں ایک بیٹے کو چھوڑ دیا تھا ______ بظاہر تو اُنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جنگل میں چھوڑ دیا تھا اور اُن کے رہنے سہنے کا انتظام نہیں کیا تھا اور دُعا میں کلمے کیا کہہ رہے ہیں؟ ______ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ______ "اَے میرے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بسا دیا ہے" ______ یاد رکھو! کہ آپ بڑی دُور کی بات کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دُور کی خبر دے رہے ہیں، دُور کی بات کر رہے

ہیں ــــــ آپ جانتے تھے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام یہاں آباد ہوں گے اور آگے اُن کی والدہ کا سلسلہ چلے گا اور اُن کی اولاد میں وہ پھول کھلے گا جو باغِ خلیل کا مہکتا ہوا پھول ہوگا جس کے دم قدم سے ساری بہاریں ہیں اور اس کا نام ہے احمد مجتبےٰ حضرت مُحمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ــــــ رَبَّنَا اِنِّیۡ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِی ــــــ "اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بسا دیا ہے"

معلوم ہوا کہ اللہ والے بھی بسا دیتے ہیں اور جس کو یہ بسا دیں وہ سدا ہی آباد رہتا ہے نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا "ابراہیم! تو کون ہے بسانے والا؟" ــــــ "بسانے والا تو میں ہوں، جس کو چاہوں بسا دوں، جس کو چاہوں آباد کر دوں، جس کو چاہوں برباد کر دوں، تُو کون ہے بسانے والا؟"

حضرت ابراہیم نے کیا کہا میں نے بسا دیا ــــــ "اَسۡکَنۡتُ" میں نے بسا دیا ــــــ معلوم ہوا کہ اللہ والے بھی بسا دیتے ہیں اور جسے یہ بسا دیں وہ بستے ہی رہتے ہیں ــــــ آگے کیا کہہ رہے ہیں؟ ــــــ کہہ رہے ہیں کہ ایسی وادی میں بسایا ہے جہاں پیداوار وغیرہ نہیں ہوتی ــــــ پہاڑی علاقہ ہے، پتھریلی زمین ہے، کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ کوئی جنس، کوئی غلہ کوئی پھل فروٹ وغیرہ نہیں ہوتا ــــــ لیکن ایک بات ہے "عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُکَرَّمِ" ــــــ پیداوار تو نہیں ہوتی مگر تیرے عزّت وحُرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے ــــــ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں بسنا برکت کا باعث ہے ــــــ دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! پیداوار تو نہیں ہوتی مگر تیرے عزّت والے گھر کا پڑوس تو ہے ــــــ اور آجکل ہم کہتے ہیں کہ کسی مسجد کا پڑوس نہ ہو، سونے نہیں دیتے ــــــ آجکل ہمارا یہ حال ہے کہ ایسی جگہ بسنا چاہیے جہاں پیداوار ہو ــــــ محشر میں اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کدھر جانا چاہتے ہو جنت میں کہ جہنم

میں تو جواب ہوگا کہ جدھر دو پیسے کا فائدہ ہے اُدھر بھیج دے ـــــــــ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں آباد ہونا برکت کا باعث ہے اور آجکل واقعی ہمارے حالات عجیب ہیں۔ سوسائٹی میں ایک صاحب ہیں جو بروکر ہیں پراپرٹی ڈیلر ہیں۔ اُنہوں نے مجھے یہ بات سُنائی کہ ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہا کہ میں بنگلہ بیچنا چاہتا ہوں۔

بروکر کو معلوم تھا کہ اس نے پلاٹ خرید کر اپنی پسند کے مطابق، بہت اچھا بنگلہ بنایا ہے۔ اُس نے کہا کہ آپ نے تو بڑے شوق سے یہ بنگلہ بنایا تھا تو اسے بیچ کیوں رہے ہیں؟ کہنے لگا کہ ہمارے بنگلے کے پڑوس میں ایک مسجد بن گئی ہے ـــــــــ جب پلاٹ لیا تھا تب مسجد نہ تھی۔ اب لاوڈ اسپیکر پر جب اذان دیتے ہیں تو ہمارے بچوں کی نیند خراب ہو جاتی ہے اور ہمارے بچے ہڑ بڑا اُٹھتے ہیں۔ ہم تو تنگ آگئے ہیں اس لئے یہ جگہ بدلنی ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

حالانکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے ـــــــــ اِدھر اَذان کی آواز بلند ہوئی اور وہ آواز کے ساتھ ساتھ ہوا چھوڑتا ہوا بھاگتا ہے اور کہاں تک بھاگتا ہے جہاں تک اَذان کی آواز جاتی ہے ـــــــــ آپ جانتے ہیں کہ پڑوس کا بھی حق ہوتا ہے یا نہیں ـــــــــ تو جو اللہ تعالیٰ کے پڑوسی ہیں، اللہ تعالیٰ بھی تو جانتا ہے کہ وہ میرے پڑوسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اُن پر رحمت کرتا ہے۔ لیکن جو پڑوسی کسی کو ستائے اُس کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم ہے؟ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے سامنے فرمایا: ـــــــــ

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ   لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ   لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کون؟ ـــــــــ آپ نے فرمایا! ـــــــــ وہ شخص جو اپنے پڑوسی کو ستاتا ہے ـــــــــ اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم ایک دوسرے کو

ستاتے ہیں۔ پڑوس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ قصداً تکلیف واذیت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ـــــــ یادرکھو! ـــــــ پڑوسیوں کو راحت پہنچائیں ـــــــ جب آپ اللہ کے گھر کے پڑوسی بنیں گے تو اللہ تعالیٰ خیال فرمائے گا کہ یہ میرے گھر کے پڑوسی ہیں لیکن آپ پر ایک ذمہ داری ضرور پڑجائیگی کہ پھر آپ کو بھی اللہ کے گھر کا خیال رکھنا پڑے گا ـــــــ ''مسجد کے پڑوسی کی مسجد میں آئے بغیر نماز نہیں ہوتی'' ـــــــ واضح ہوا کہ مسجد کا پڑوسی اپنے گھر میں نماز اَدا نہیں کرسکتا۔ اس لئے اُسے مسجد میں آنا چاہئے بشرطیکہ کوئی معقول عذر رہو۔ اگر معقول عذر ہے تو معذور ہے، چل نہیں سکتا تو گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ بھی ہوئے جن کے گھر والے اُن کو کُرسی پر لاتے رہے اور جماعت کے ساتھ نماز اَدا کرتے رہے ـــــــ میرے بزرگواور دوستو! ـــــــ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں مسجد کے پڑوس میں بسائے تو مسجد میں نماز ادا کرو ـــــــ اور مسجد ایسی جگہ ہے جہاں ہر وقت رحمتِ خداوندی کا نزول ہوتا ہے اسلئے مسجدیں آباد کیا کرو تا کہ رحمتوں سے فیضیاب ہوسکو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حمد وثنا کے بعد قرآن کریم کی دو آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ——— ان دو آیتوں کا لغوی ترجمہ اور لفظ ''سِرَاجًا مُّنِیْرًا'' کی مختصر تشریح آپ حضرات کے سامنے پیش کروں گا۔ آپ حضرات بڑے سکون سے سنیں ——— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ ——— اے نبی! ——— اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ ———

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا ـــــ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ـــــ شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر ـــــ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ـــــ اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر ـــــ یہ ہے اِن دو آیتوں کا لفظی ترجمہ۔ اِن آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے چند اوصاف بیان فرمائے۔ ایک ایک وصفِ جمیل پر تقریر ہو سکتی ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّبِىُّ ایک وصف جمیل یہ ہے ـــــ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ یہ دوسرا وصف جمیل ہے ـــــ کہ ہم نے آپ کو بھیجا کیا بنا کر بھیجا ہے؟ ـــــ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ـــــ پانچ اوصاف یہ بیان فرمائے ـــــ کہ ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری، ڈر سنانے والا ـــــ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے ـــــ مجھے اس وقت آپ کے سامنے ''سراجاً منیرا'' پر تقریر کرنی ہے اور یہ بہت پیاری تقریر ہے۔ بڑی محبت بھری تقریر ہے۔ اس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اوصاف بیان کروں گا ـــــ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کو سراجاً منیرا فرمایا کہ اے نبی! ہم نے تجھے سراجاً منیرا بنا کر بھیجا ہے۔ سراج کسے کہتے ہیں؟ اور منیر کسے کہتے ہیں؟ ـــــ سراج کے معنی ہیں: آفتاب، سورج ـــــ اور منیر کے معنی ہیں: روشن کرنے والا، نور دینے والا، چمکانے والا ـــــ سراج سورج کو کہتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قرآن مجید کہہ رہا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ـــــ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سراج کس کو فرمایا ہے؟ سورج کو سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا سورج کو اور چاند کو چمکانے والا ـــــ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ـــــ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ـــــ اللہ نے شمس کو سورج کو آفتاب کو سراج فرمایا ہے ـــــ تیسرے مقام پر

فرمایا ہے: —— وَسِرَاجًا وَّھَّاجًا —— ان تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سورج کو، آفتاب کو سراج فرمایا ہے —— معلوم ہوا سراج کا معنی ہے سورج —— سراج سورج کو آفتاب کو کہتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سراج ہی نہیں ہیں —— بلکہ سراجاً منیرا ہیں۔

منیر کس کو کہتے ہیں؟ مُنیر نُور دہندہ را گویند —— منیر نور دینے والے کو، روشن کرنے والے کو کہتے ہیں —— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: —— اے حبیب! میں نے تمہیں چمکا دینے والا روشن کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا تو ”نبی کریم ﷺ چمکا دینے والے، روشن کرنے والے آفتاب ہیں۔“ —— حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں آفتاب اور باقی سب نبی تارے ہیں —— حضرت امام شرف الدین بوصیری صاحبِ قصیدہ بردہ شریف۔ یہ وہ قصیدہ ہے جسے سُن کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوش ہوئے اور صاحبِ قصیدہ کو اپنی چادر عنایت فرمائی۔ اسی بات سے اس کا نام ہی ہو گیا قصیدہ بردہ شریف —— بُردہ کا معنی ہے: ”چادر“ —— اِس قصیدے میں صاحب قصیدہ فرماتے ہیں: فَاِنَّهٗ شَمْسٌ —— نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت و رسالت اور فضل و کمال کے آفتاب ہیں اور باقی سارے نبی آپ کے تارے ہیں —— امام فرماتے ہیں: ”جس طرح سے اِس آسمان کے تارے آفتاب کے نور کو ظاہر کرتے ہیں حالانکہ آفتاب پردے میں ہوتا ہے اِسی طرح سارے نبی اپنے اپنے زمانے میں آفتابِ نبوّت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے انوار کو ظاہر کرتے رہے حالانکہ آفتابِ نبوّت پردے میں تھا۔

علم ہَیئت کا یہ مسئلہ ہے کہ تارے اپنا ذاتی نور نہیں رکھتے تاروں میں جو نُور ہے وہ سُورج کا ہے۔ آفتاب کا عکس پڑتا ہے تو تارے چمکتے ہیں —— کیسے؟ —— تارے کے اوپر جب روشنی پڑتی ہے تو وہ چمکتا ہے۔ اِسی طرح تاروں کے اوپر جب مازاغ کی روشنی پڑتی ہے تو وہ تارے جو اپنا ذاتی نور نہیں رکھتے ان میں جو نور ہے وہ آفتاب کا ہے تو

اسی طرح انبیاء کرام میں جو نور ہے وہ آفتاب نبوّت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ہے ۔ دیکھئے! تارے کب چمکتے ہیں؟ ــــــ جب آفتاب نہیں ہوتا اور ان تاروں کا چمکنا اس بات کی دلیل ہے کہ آفتاب پردے میں ہے اگر آفتاب کا وُجود پردے میں نہ ہو تو یہ تارے چمکتے ہوئے نظر نہیں آسکتے۔

اسی طرح سارے نبی اپنے اپنے زمانے میں چمکے مگر ان میں جو روشنی تھی وہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی تھی۔ حالانکہ آفتاب اس وقت پردے میں تھا۔ حضور اُس وقت پردے میں تھے۔ معلوم ہوا انبیاء میں جو چمک تھی اور انبیاء کے ذریعے سے ان کی اُمتّوں کو جو ایمان اور ہدایت کی روشنی ملی حقیقت میں وہ روشنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسَّلام کی تھی۔ حقیقت میں وہ نور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

سارے انبیاء جو اپنے اپنے زمانے میں نور دیتے رہے وہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا تھا۔

دیکھئے پہلے تارے چمکتے ہیں، رات ہوتی ہے، پھر آفتاب نکلتا ہے۔ اِسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے سے پہلے آسمان نبوت پر نبی ہدایت کے تارے بن کر چمکتے رہے اور جب آفتاب نے طلوع کیا تو پھر تارے نظر نہیں آئے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو کیا ستارے نظر آتے ہیں؟ تارے مٹ نہیں جاتے، نابود نہیں ہوتے۔ وہ موجود ہوتے ہیں مگر نظر نہیں آتے کیونکہ آفتاب کا نور اُن پر غالب آگیا تو جب تک میرا تمہارا آقا پردے میں رہا، نبی آتے رہے، ہدایت کے تارے چمکتے رہے۔ جب آفتاب طلوع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: ــــــ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ ــــــ اب تارے نہیں چمکیں گے کیونکہ آفتاب طلوع ہو گیا اور آفتاب کے طلوع ہونے کے بعد ستارے نہیں چمکیں گے۔ اب

نبی نہیں آئیں گے کیونکہ نبوت کا آفتاب طلوع ہو گیا۔

دیکھو! آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو وہ اپنی روشنی دینے میں بخل نہیں کرتا۔ آفتاب اپنا نور دینے میں بخل نہیں کرتا۔ کوئی خود ہی دروازہ بند کرے تو اس کی مرضی۔ کوئی خود ہی اپنے آگے پردہ کرے تو اس کی مرضی۔ آفتاب اپنی پوری روشنی دیتا ہے اس کا تو فیض عام ہوتا ہے ـــــ یہاں تک کہ اگر کوئی دروازہ بند کرے اور اس دروازے میں چھوٹا سا سوراخ ہو تو آفتاب اس سوراخ سے بھی اپنی روشنی اندر پہنچا دیتا ہے۔ آفتاب بخل نہیں کرتا ـــــ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی روشنی دینے میں کسی قسم کے بخل کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔ جن لوگوں نے خود ہی دروازے بند کر لئے ان کی مرضی ورنہ سرکار کا فیض تو فیضِ عام ہے۔

یہاں میں ایک بات عرض کرتا ہوں بعض نا سمجھ بے علم لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام ابو جہل کو مسلمان نہیں کر سکے۔ دوسرے کافروں کو مسلمان نہیں کر سکے تو اگر حضور ہدایت دے سکتے تھے تو پھر اپنے چچا کو مسلمان کیوں نہیں کیا؟ ـــــ کافروں کو مسلمان کیوں نہیں کیا؟ ـــــ معلوم ہوا کہ نبی کریم ہدایت نہیں دے سکتے۔ اللہ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔ اگر حضور ہدایت دے سکتے تو ابو جہل کو مسلمان کر لیتے ـــــ اس سلسلہ میں میں ایک بات عرض کرتا ہوں ـــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت نہیں دے سکتے تھے۔ اس بات کو چند منٹوں کے لئے ایک طرف رکھتے ہیں۔ اس کو ابھی چھوڑ دو ـــــ یہ بتاؤ کہ اللہ ہدایت دے سکتا تھا یا نہیں ـــــ ہم پھر سوال کرتے ہیں کہ اللہ ہدایت دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو بتاؤ ابو جہل کو ہدایت کیوں نہیں دی؟ تو کیا کہو گے کہ اللہ بھی نہیں دے سکتا تھا ـــــ وہ دے سکتا تھا مگر اس نے کیوں نہیں دی؟ اس لئے کہ اس نے چاہا نہیں۔ وہ قرآن میں فرماتا ہے: ـــــ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم ـــــ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا

ہے سیدھے راستے کی۔

معلوم ہوا کہ اللہ اس کو ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے تو یہی ہمارا جواب ہے جس کو اللہ نہیں چاہتا اسے رسول اللہ بھی نہیں چاہتے ـــــــ ارے جب اللہ نہیں چاہتا کہ ابو جہل کو ہدایت ملے تو حضور کیسے ہدایت دیں گے؟ ـــــــ جب اللہ نہیں چاہتا کہ ابولہب کو ہدایت ملے تو حضور کیسے دیں گے؟ ـــــــ ارے حضور کی بارگاہ سے اس کو ہدایت ملتی ہے جس کو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر نہ چاہے تو حضور بھی ہدایت نہیں دیتے کیونکہ حضور اللہ کے مطیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادی بنا کر بھیجا ہے ـــــــ فرمایا! کہ اے میرے پیارے جاؤ! کافروں کو ہدایت دو ـــــــ مگر ہدایت اس کو دینا جس کو میں چاہوں۔ جو کو میں نہ چاہوں اس کو ہدایت نہیں دینا ـــــــ تو ابوجہل کو حضور نے اس لئے ہدایت نہیں دی کہ اللہ نے نہیں چاہا ـــــــ اور جس کو اللہ نے نہیں چاہا اسے مصطفےٰ نے بھی نہیں چاہا ـــــــ آگے اب قرآن پڑھ کر دیکھ لیں کہ حضور ہدایت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ـــــــ "میرے حبیب اللہ کا ڈر سنانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں"

پھر دوسری جگہ فرمایا: ـــــــ حبیب! تم ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہو ـــــــ پھر فرماتا ہے: ـــــــ اے حبیب! تم ہدایت دینے والے ہو اور یہ کہتے ہیں کہ نبی ہدایت نہیں دے سکتے ـــــــ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ـــــــ اور بے شک اے حبیب! تم ضرور ضرور ہدایت دیتے ہو صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستے کی ـــــــ دیکھیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ـــــــ اِنَّكَ یہ اِنَّ جو ہے یہ حرف تحقیق ہے جو سخت شک وشبہ کو دور کرنے کے لئے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ حرفِ تحقیق کیوں فرمایا؟ ـــــــ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ شک کرنے والے بھی پیدا ہوں گے ـــــــ انکار کرنے

والے بھی پیدا ہوں گے ـــــــ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دل میں یہ شک نہ کرنا، یہ وہم نہ کرنا، انکار نہ کرنا، میں یہ کہتا ہوں کہ میرا حبیب ضرور سید ھے راستے کی ہدایت دیتا ہے مگر دیتا اس کو ہے جس کو میں چاہتا ہوں۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہدایت کا خالق ہے۔ ہدایت کا خالق کون ہے؟ ـــــــ اللہ! ـــــــ اور ہدایت دینے والے کون ہیں؟ ـــــــ حضور ﷺ ـــــــ حضور کس کو ہدایت دیتے ہیں جس کے لئے اللہ نے ہدایت خلق کی، جس کے لئے اللہ نے ہدایت خلق ہی نہیں کی اس کو حضور کی بارگاہ سے ہدایت نہیں ملتی ـــــــ مثلاً ایک ہو بادشاہ، ایک ہو اس کا خزانچی جو بادشاہ کے خزانے لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ بادشاہ رقعہ لکھتا ہے کہ اس کو پانچ ہزار دے دو، خزانچی دے دیتا ہے ـــــــ بادشاہ نے رقعہ لکھا کہ اس کو دس ہزار روپے دے دو، بادشاہ لکھتا جاتا ہے اور خزانچی جسے بادشاہ نے خزانہ دے کر بٹھایا ہے، دیتا جاتا ہے تو کوئی ایسے ہی آجائے بادشاہ کی پرچی کے بغیر کہ مجھے پانچ ہزار روپے دے دو تو وہ دے گا؟ ـــــــ وہ کہے گا کہ میرے پاس خزانے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیتا ہوں مگر بادشاہ کے حکم سے بادشاہ کی پرچی سے ـــــــ تو وہ اُدھر جا کر کہے کہ نہیں جی یہ دے ہی نہیں سکتا تو ہر کوئی کہے گا کہ یہ بیوقوف ہے وہ تو دے رہا ہے اس کا تو کام ہی یہی ہے۔ بادشاہ نے خزانہ دے کر اسے بٹھایا ہی اسی لئے ہے مگر وہ دیتا اس کو ہے جس کے لئے بادشاہ حکم دیتا ہے جس کے لئے پرچی کاٹتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ہدایت کا خزانہ دے کر بھیجا اور فرمایا! پیارے! تو ہدایت کا خزانہ لے کر بیٹھ جا میں حکم کرتا جاتا ہوں میں پرچی کاٹتا جاتا ہوں تو عطا کرتا جا ـــــــ تو حکم دیتا ہے اللہ! یعنی پرچی کاٹتا ہے اللہ اور عطا فرماتے ہیں حضور! تو جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور ہدایت نہیں دے سکتے تو معلوم ہوا ان کو ہدایت ملی نہیں ـــــــ ان کو ہدایت ملی ہی نہیں اور کیوں نہیں ملی کیونکہ اللہ نے ان کے لئے حکم ہی نہیں دیا ـــــــ

پرچی ہی نہیں کاٹی اسی لئے یہ کہتے ہیں نہیں دے سکتے ـــــــ اور جن کو ملی ہے وہ کہتے ہیں دے سکتے ہیں کیونکہ کائنات کو ہدایت ملی ہے تو سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے ـــــــ تو بہر صورت میں عرض یہ کررہا تھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آفتاب ہیں اور آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو وہ اپنی روشنی دینے میں بخل نہیں کرتا۔ اس کا فیض عام ہوتا ہے۔ تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اور ساری کائنات بقعۂ نور بن جاتی ہے۔ اسی طرح حضور کے آنے سے پہلے کفر و شرک کی تاریکیاں تھیں۔ جب سرکار تشریف لائے کفر و شرک کی تاریکیاں دور ہوگئیں اور کائنات بقعۂ نور بن گئی۔

غور کریں! جس طرح اس آفتاب کا نظام ہے ظاہری عالم میں اسی طرح نورانی اور روحانی دنیا میں حضور آفتاب ہیں اور سارے نبی ستارے ہیں ـــــــ اس بات کو ذرا ذہن میں رکھو۔ غور کرو، ایک سورج جو ہے ظاہری عالم کا، ایک ہے اس کا وجود، ایک ہے اُس کا جسم اور ایک ہے اس کی روشنی جس کو ہم دھوپ بھی کہتے ہیں ـــــــ تو بولو کہ سورج اپنے جسم کے ساتھ کہاں ہے؟ ـــــــ آسمانوں میں اور اپنی روشنی کے ساتھ ہر جگہ ـــــــ دھوپ اس کی، روشنی اس کی ہر جگہ ہے۔ اسی طرح روحانی دنیا میں، ایمانی دنیا میں جو آفتاب ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ مدینے میں ہیں اور اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ ہر مومن کے سینے میں ہیں ـــــــ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (یہ نبی مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں)۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''محققین کے نزدیک مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے آفتاب نبوت کی اور آفتابِ نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں'' ـــــــ تو عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ مومن کا جو ایمان ہے وہ محققین کے نزدیک جو بہت بڑے علماء و اساتذہ ہیں ان کے نزدیک مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے، چمک ہے، روشنی ہے آفتابِ نبوت کی ـــــــ اور آفتاب

نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ـــــــ تو معلوم ہوا ایمان نام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی کا۔

اسی مضمون کو دیوبندی حضرات کے بہت بڑے مولوی جنہیں حسین احمد مدنی کہتے ہیں انہوں نے اپنے مکتوبات میں لکھا۔ ان مکتوبات کا نام ہے ''مکتوباتِ شیخ الاسلام'' اس کے اندر انہوں نے یہی مضمون لکھا ہے کہ مومن کا ایمان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی کا نام ہے۔

اِسی مضمون کو دیوبندی حضرات کے بہت بڑے عالم مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب '' آبِ حیات'' میں لکھا ہے۔ میں نے مخالفین کے تین بڑے بڑے مولویوں کے حوالے اس لئے دیئے ہیں تا کہ کوئی بعد میں یہ نہ کہے کہ یہ غلط ہے بلکہ یہ بات وہ ہے جس کو مخالفین بھی مانتے ہیں ـــــــ کہ مومنوں کا ایمان نبی کریم ﷺ کی روشنی کا نام ہے۔

تو اب یوں سمجھو کہ ہمارے سینے کے اندر جو دل ہے وہ ہے بلب اور اس بلب کے اندر جو روشنی ہے وہ ایمان کی روشنی ہے۔ اس کا پاور پاؤس یعنی بجلی گھر سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان کا پاور ہاؤس ہیں۔ وہاں سے روشنی آرہی ہے اور سینوں کے اندر جو دل ہیں وہ اس روشنی سے جگمگا رہے ہیں تو نتیجہ کیا نکلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہیں اور اپنی نورانیت کے ساتھ ہر مومن کے سینے میں ہیں۔ نبی ستارے ہیں اور ان میں جو نور ہے وہ حضور کا نور ہے اور مومنوں کے دلوں میں جو ایمان کا نور ہے یہ بھی حضور کا نور ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اب ذرا غور سے سنو! کیا یہ ہوسکتا ہے کہ پاور پاؤس میں بجلی فیل ہو جائے اور تمہارے گھروں میں روشنی ہوتی رہے؟ ـــــــ جب یہ نہیں ہوسکتا تو پھر یہ کیسے ہوسکتا

ہے کہ مصطفٰے مر جائیں (معاذ اللہ! صد بار معاذ اللہ!) اور میں اور آپ مسلمان رہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ـــــ ارے میرے اور تمہارے گھروں میں روشنی اسی وقت آئے گی جب پاور ہاؤس میں انجن چلتا ہوگا، برابر کام کررہا ہوگا۔ بجلی سپلائی کررہا ہوگا۔ جب یہ انجن سپلائی کرے گا تو میرے اور تمہارے گھروں میں بلب جلیں گے ـــــ معلوم ہوا کہ اگر مصطفٰے ﷺ مر گئے ہوتے (معاذ اللہ!) تو جہاں میں کوئی مومن نہ رہتا ـــــ اگر اس جہان میں ہزاروں لاکھوں کروڑوں مومن ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ پاور ہاؤس برابر کام کررہا ہے اور نور پہنچا رہا ہے ـــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں ـــــ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت فرماتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ! تو زندہ ہے واللہ!
مری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

''واللہ'' کا معنٰی ہے ''خدا کی قسم'' عقیدہ ہو تو پکا، کچا عقیدہ نہ رکھو ـــــ

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ـــــ اِدھر دیکھا تو کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں، اُدھر گئے تو کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ایمان مضبوط ہونا چاہئے دیکھو بعض لوگوں کے ایمان ایسے ہوتے ہیں جیسے درخت کی شاخ ہوا کا رُخ اِدھر ہوا تو اِدھر ہوگئے اُدھر کا رخ کیا تو اُدھر ہوگئے۔ بعض لوگوں کے ایمان ایسے ہوتے ہیں جیسے درخت کی شاخ۔ بعض لوگوں کے ایمان ایسے ہوتے ہیں جیسے درخت کا تنا کہ تھوڑی تھوڑی ہوا چلے تو کچھ نہیں ہوتا لیکن اگر زور کی آندھی چلے تو کبھی کبھی گر جاتے ہیں مگر بعض لوگوں کے ایمان ایسے ہوتے ہیں جیسے پہاڑ ہزاروں طوفان آجائیں، ہزاروں آندھیاں مگر پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے ـــــ ارے ایمان ایسا ہو، مومن ایسے بنو جیسے پہاڑ ہے ہزاروں طوفان آجائیں آندھیاں آجائیں مگر ایمان نہ ہلے۔

بولو! امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۷۲ افراد تھے اور مقابلے میں بائیس ہزار تھے۔

امام عالی مقام سے یہ مطالبہ تھا کہ یزید کی بیعت کرو۔ اگر بیعت کر لیتے جان بچ جاتی۔ عزیز واقارب دوست سارے بچ جاتے۔ یزید مال ودولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ——— مگر دین کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ قیامت تک ہر ایک ظالم شرابی فاسق وفاجر کی بیعت کرنا صحیح ہو جاتا تو امام عالی مقام نے کیا کیا؟ اپنی آنکھوں کے سامنے پچاس دوست شہید ہوتے ہوئے دیکھے ——— آٹھ بھائی تلوار سے کٹتے ہوئے دیکھے ——— چار بھتیجے نیزوں پر اُچھلتے ہوئے دیکھے ——— دو بھانجے اور دو بیٹے شہید ہوتے ہوئے دیکھے ——— یہ بھی پتہ تھا کہ مجھے شہید کر دیا جائے گا ——— یہ بھی پتہ تھا کہ میری بیبیوں اور میری بہن اور میری بیٹی کو قیدی بنا لیا جائے گا ——— مگر امام عالی مقام نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا جیسے ایمان کا پہاڑ ہوں کہ باطل قوتیں اور باطل طاقتیں مجھے نہیں ہلا سکتیں۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے مرا ہوا بھائی تو دیکھ سکتا ہوں لیکن نانا کے دین کا نقشہ بگڑتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

میرے دوستو بزرگو! ایمان ہو تو ایسا ہو ——— ابو جہل رسول کا چچا لگتا تھا یہاں قرآن کہتا ہے ——— اے ایمان والو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو اپنا مت سمجھو جب کہ وہ ایمان کے مقابلے میں کفر پسند کرتے ہوں۔ ایک طرف ایمان اور ایک طرف کفر تو اگر ایمان کے مقابلے میں کوئی کفر پسند کرے تو اللہ فرماتا ہے چاہے وہ تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بھائی ہوں ان کو دوست نہ بناؤ، دوست نہ سمجھو اور اگر تم میں سے کسی نے ان کو دوست سمجھا تو وہ ظالموں میں سے ہوگا ——— ایمان میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ مسلمان وطن چھوڑ دیتا ہے ایمان نہیں چھوڑتا۔ مسلمان مال قربان کر دیتا ہے ایمان نہیں دیتا ——— مسلمان اولاد قربان کر دیتا ہے ایمان نہیں دیتا ——— جان دے دیتا ہے ایمان نہیں دیتا۔

بولو! رسول اللہ ﷺ نے مکہ چھوڑا تھا یا نہیں ایمان کے لئے۔ صحابہ کرام نے گھربار

چھوڑا تھا یا نہیں ایمان کے لئے ۔اولاد قربان کی ـــــــــ وطن رہے یا نہ رہے

ـــــــ مال رہے یا نہ رہے ـــــــ اولاد رہے یا نہ رہے ـــــــ جان رہے یا نہ

رہے ـــــــ ایمان رہ جائے ـــــــ تو میں کہہ رہا تھا حضور ﷺ ہیں ایمان کا

مرکز، ایمان کا پاور ہاؤس اور ہمارے سینوں کے اندر جو دل ہیں وہ ہیں بلب ،ان کے اندر

جو روشنی ہے ایمان کی اس کا محور، اس کا مرکز نبی کریم ﷺ کی ذات ہیں ـــــــــ تو

دیکھو میرے اور تمہارے دل ایمان کی روشنی سے اسی وقت منور ہوں گے جب پاور ہاؤس

سے ایمان کو برکت کی روشنی ملے گی تو جب کروڑوں کی تعداد میں وہ موجود ہیں سینوں میں

جگمگا رہے ہیں تو ماننا پڑے گا حضور زندہ ہیں اور ایمان کی روشنی عطا فرما رہے ہیں اس لئے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ!

تو ''واللہ'' کے معنیٰ ہیں ''خدا کی قسم'' دو مرتبہ فرمایا۔ ایمان ہو تو ایسا ہو

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عام سے چھپ جانے والے
چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم آپ زندہ ہیں۔ خدا کی قسم آپ زندہ ہیں۔ آپ ہماری نگاہوں سے پردہ فرما چکے ہیں، نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں مگر خدا کی قسم آپ زندہ ہیں۔

ایک بات اور عرض کر دوں، میں بتا دوں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ پاور ہاؤس میں بجلی فیل ہو جائے اور میرے اور تمہارے گھروں میں بلب جلتے رہیں بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ پاور ہاؤس صحیح ہو لیکن کسی کے گھر میں بلب فیوز ہو اور اندھیرا ہو جائے مثلاً: کسی کے گھر میں بلب

فیوز ہو جائے، اندھیرا ہو جائے اور وہ بیٹھا بیٹھا یہ گمان کرے یہ خیال کرے کہ پاور ہاؤس میں انجن فیل ہو گیا ہو گا ـــــــ یہ سوال اس کے ذہن میں کب آیا؟ ـــــــ جب وہ روشنی سے محروم ہو گیا اور اس کے گھر میں اندھیرا ہو گیا تب اس کو وہ خیال آیا۔ جب روشنی میں تھا تو اس کو خیال نہیں آسکتا تھا ـــــــ تو جو لوگ کہتے ہیں حضور مر گئے سمجھ لو ان کے بلب فیوز ہو گئے اور ان کے گھروں میں اندھیرا ہو گیا ـــــــ یہ خیال ان کو اس بات پہ آیا سب یہ ایمان کی روشنی سے محروم ہو گئے تاریکی چھا گئی ـــــــ ارے جن کے سینے ایمان کی روشنی سے جگمگا رہے ہوں ان کا عقیدہ ہے حضور زندہ ہیں ـــــــ معلوم ہوا جو لوگ حیات النبی نہیں مانتے، زندہ نہیں مانتے ـــــــ ان کے بلب بجھ گئے، ان کے بلب فیوز ہو گئے ـــــــ یہ ایمان کی روشنی سے محروم ہو گئے ـــــــ

میرے دوستو اور بزرگو! نبیوں کو نور ملا تو ان کی بارگاہ سے ـــــــ ایمان والوں کو ایمان کی روشنی ملی تو حضور کی بارگاہ سے ۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

دیکھو یہ جو تمہارے اندر ایمان کی روشنی ہے اس ایمان کی روشنی کی وجہ سے ہمارے دل نور ہو گئے۔ یہ تو آپ نے سنا ہے جب ہم قبر میں جائیں گے تو دو فرشتے آئیں گے قبر میں ''منکر اور نکیر'' وہ سوال کریں گے: ـــــــ مَنْ رَّبُّكَ ؟ تیرا رب کون ہے؟ مَـا دِيْنُكَ تیرا دین کون سا ہے؟ مَنْ نَبِيُّكَ؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ تو آپ نے سن لیا جس وقت یہ سوال کریں گے مـن نبیك تیرا نبی کون ہے؟ اس وقت قبر والے کی آنکھوں سے پردے اٹھیں گے اور حضور علیہ السلام سامنے جلوہ گر ہوں گے۔ فرشتے کہیں گے یہ سامنے جو جلوہ افروز ہیں ان کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ بتاؤ یہ کون ہے؟ مومن فوراً پہچان جائے گا اور کہے گا ''یہ میرے آقا و مولا ہیں'' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کافر پہچانیں گے نہیں۔

منافق پہچانیں گے نہیں۔اب یہاں مجھے یہ بات کرنی ہے۔یہ بتاؤ اُن کافروں نے،اُن منافقوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا یا نہیں؟ ابوجہل اور ابولہب جتنے کافر تھے انہوں نے حضور کو دیکھا تھا یا نہیں؟ ـــــ منافقوں نے دیکھا تھا یا نہیں؟ ـــــ مگر یہ قبر میں پہچان نہیں سکیں گے۔جو مسلمان حضور کے بعد دنیا میں آئے اور قیامت تک آئیں گے جنہوں نے ظاہری حالت میں حضور کو نہیں دیکھا وہ قبر میں فوراً پہچان لیں گے یا نہیں۔

ذرا سوچو! جنہوں نے ظاہری حالت میں حضور کو نہیں دیکھا وہ قبر میں فوراً پہچان لیں گے یا نہیں؟ ـــــ تو ذرا سوچو! جنہوں نے ظاہری عالم میں دیکھا تھا وہ قبر میں بھی نہیں پہچان سکیں گے اور وہ مومن جو حضور کے بعد دنیا میں آئے یا قیامت تک آئیں گے جنہوں نے اس ظاہری عالم میں حضور کو نہیں دیکھا وہ قبر میں حضور کو فوراً پہچان لیں گے تو یہ دوسری بات ہے کہ وہ کیوں نہیں پہچان سکے اور وہ کیوں پہچان لیں گے؟ اس لئے کہ حضور ﷺ کی پہچان کا ذریعہ سر کی آنکھ نہیں بلکہ ایمان کا نور ہے ـــــ حضور کی پہچان کا ذریعہ سر کی آنکھ نہیں ایمان کا نور ہے اور وہ اس لئے حضور کو نہیں پہچان سکیں گے کہ اُن میں ایمان کا نور نہیں اور مومن اس لئے پہچان جائیں گے کہ ان میں ایمان کا نور ہے ـــــ معلوم ہوا کہ حضور کی پہچان کا ذریعہ سر کی آنکھ نہیں بلکہ ایمان کا نور ہے۔یہاں مسئلہ واضح ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہچان کا ذریعہ ایمان کا نور ہے ـــــ معلوم ہوا کہ حضور کو وہی پہچانتا ہے جس کے اندر ایمان کا نور ہے اور جو سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں حضور کو نہیں پہچانتے۔وہی پہچانتے ہیں جو ایمان کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

ابوجہل نے حضور کو کئی مرتبہ دیکھا تھا مگر میں آپ کو بتاؤں کہ حقیقت میں اس نے دیکھا ہی نہیں تھا۔یہ میں نہیں کہتا اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:ـــــ وَتَرٰاهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ـــــ اے میرے حبیب! تم اِن کو دیکھتے ہو يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وہ تمہاری طرف نظریں تو کرتے ہیں ـــــ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

اور وہ دیکھتے نہیں، نظریں کرتے ہیں مگر دیکھتے نہیں ـــــــ ثُمَّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ـــــــ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں ـــــــ تو بتاؤ کہ سارے کافر بہرے تھے، گونگے تھے، اندھے تھے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـــــــ

اے میرے پیارے! یہ دنیا بھر کی باتیں کرتے ہیں لیکن مکر کرتے پھرتے ہیں اور تیرا کلمہ نہیں پڑھتے ہیں اس لئے گونگے ہیں ـــــــ یہ دنیا بھر کی باتیں سنتے ہیں لیکن تیری باتیں نہیں سنتے اسلئے بہرے ہیں ـــــــ یہ دنیا بھر کی چیزیں تو دیکھتے ہیں لیکن جب تجھے دیکھنے والی آنکھ نہیں اس لئے اندھے ہیں ـــــــ معلوم ہوا کہ ایمان والا وہ ہے جو حضور کا کلمہ پڑھے ـــــــ ایمان والا وہ ہے جو مصطفےٰ کا ذکر سُنے ـــــــ ایمان والا وہ ہے جو مصطفےٰ کو دیکھنے والی آنکھ رکھے۔

دیکھو! اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے تمہاری طرف نظریں کرتے ہیں مگر دیکھتے نہیں ـــــــ اب ایک بات سنو! کافر جب نظریں کرتے تھے تو ان کو کچھ تو نظر آتا تھا یا نہیں؟ ماننا پڑے گا کہ نظر آتا تھا۔ ان کو حضور کی بشریت نظر آتی تھی۔ ماننا پڑے گا کہ ان کو حضور کا ظاہری جسم نظر آتا تھا۔ ماننا پڑے گا کہ نظر آتا تھا۔ اگر نظر نہیں آتا تھا تو وہ پتھر کس کو مارتے تھے؟ کس کی طرف اشارہ کرکے معاذ اللہ نازیبا کلمات کہتے تھے؟ کس کے اوپر راکھ وغیرہ ڈالتے تھے؟ ماننا پڑے گا کہ حضور کا ظاہری جسم، حضور کی ظاہری بشریت نظر آتی تھی لیکن اللہ فرماتا ہے: ـــــــ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ "یہ دیکھتے نہیں ہیں" ـــــــ معلوم ہوا جس نے مصطفےٰ کی بشریت دیکھی ہے اس نے مصطفےٰ کو دیکھا ہی نہیں اور جس کی نظر حضور کی بشریت کے ساتھ نبوت و رسالت اور حضور کی نورانیت پر پڑی ہے وہ صحیح ہے۔ جنہوں نے حضور کی بشریت کو دیکھا انہوں نے دیکھا ہی نہیں۔ دیکھا انہوں نے ہے جنکی نگاہ حضور کی بشریت پر نہیں پڑی۔

ایک ہوتا ہے خارجی نور، ایک ہوتا ہے داخلی نور۔ یہ بتی کا نور خارجی ہے، آنکھ کا

نور داخلی ہے تو بتی کے نور کو دیکھنے کے لئے آنکھ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بتی کا نور کس کو نظر آئے گا جس کی آنکھ میں نور ہے اور جو اندھا ہے اس کو بتی کا نور نظر نہیں آئے گا۔ چاند اور سورج کا نور نظر نہیں آئے گا۔ آج بتی کے نور کو دیکھنے کے لئے آنکھ کے نور کی ضرورت ہے اور مصطفیٰ کا نور دیکھنے کے لئے ایمان کے نور کی ضرورت ہے۔ حضور کا نور اسے نظر آتا ہے جس میں ایمان کا نور ہے اور ان کو حضور کا نور نظر نہیں آتا جن میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ اللہ کے نور کو دیکھنے کے لئے ایمان کے نور کی ضرورت ہے اور ان میں ایمان کا نور نہیں اس واسطے وہ ان کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں۔

حکایت: — لیلیٰ جا رہی تھی، بادشاہِ وقت جو تھا اُس سے درباریوں نے کہا جناب لیلیٰ جا رہی ہے۔ بادشاہ نے کہا! کون سی لیلیٰ؟ —— درباریوں نے کہا جس کے پیچھے ایک شخص دیوانہ ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا ذرا بلاؤ تو سہی، دیکھیں تو سہی۔ اس میں کون سی بات ہے جس سے وہ دیوانہ اور پاگل ہو گیا تو بادشاہی حکم تھا درباریوں نے لیلیٰ کو بلایا۔ جب لیلیٰ آئی بادشاہ کے سامنے تو بادشاہ نے اس کو دیکھا، مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: —— بادشاہ نے کہا ''تو ہی وہ لیلیٰ ہے جس کے لئے قیس دیوانہ ہو گیا۔ تیرے اندر تو خاص حسن و جمال نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تیرے پیچھے دیوانہ ہو گیا'' —— تو لیلیٰ نے کہا ''بادشاہ! جب تو مجنوں نہیں ہے پھر تجھے کیا پتہ چلے گا؟ تو مجنوں بن پھر مجھے دیکھ۔ بادشاہ! اگر تیری آنکھیں بھی مجنوں جیسی ہوتیں تب تجھے میرا حسن و جمال نظر آتا۔ مجھے دیکھنا ہے تو پہلے مجنوں جیسی آنکھ پیدا کر، پھر مجھے دیکھ''۔

مولانا روم جو نتیجہ نکالتے ہیں سننے کے قابل ہے فرماتے ہیں —— اگر لیلیٰ کو دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھ چاہئے تو مصطفیٰ کو دیکھنے کے لئے ابوبکر صدیق کی آنکھ چاہئے۔ اگر صدیقِ اکبر کی آنکھ سے دیکھے گا تو نور نظر آئے گا —— صدیق اکبر کی آنکھ سے دیکھے گا تو نبی بے مثال نظر آئے گا —— اور اگر ابوجہل کی آنکھ سے دیکھے گا تو

اپنے جیسا نظر آئے گا ـــــــ تو جو کہتے ہیں نبی بے مثال ہیں اُن کی آنکھ صدیق جیسی ہے ـــــــ اور جو اپنے جیسا کہتے ہیں ان کی آنکھ ابو جہل جیسی ہے ـــــــ سرکارِ دو عالم کو دیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ کی ضرورت ہے تب حضور کا نُور نظر آئے گا تو قبر میں ایمان والے یُوں پہچان لیں گے اس لئے کہ ان کے اندر ایمان کا نُور ہو گا تو دیکھو یہ ایمان کا نور کہاں سے ملا تھا؟ حضور کی بارگاہ سے تو دنیا میں اس نُور کی وجہ سے مومن کہلائے اور قبر میں بھی وہی نُور کام آیا، ہم نے حضور کو پہچانا تو ہماری قبر جنت کا باغ بن گئی۔ اچھا دنیا میں بھی یہی نور کام آیا جو حضور کی بارگاہ سے ملا، قبر میں بھی وہی نور کام آیا۔

اب حشر کی بات بھی سن لیں ـــــــ یہ ایمان والے قیامت کے دن چلیں گے تو اُن کے ساتھ ان کا نور نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ـــــــ

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ـــــــ قیامت کے دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے ـــــــ جب وہ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں چلیں گی تو ان کے ساتھ ان کا نورِ مبین چلے گا اُن کے آگے ـــــــ اور اُن کے ساتھ ایمان والے جب چلیں گے تو آگے بھی نور ہوگا، دائیں طرف بھی نور ہوگا تو ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جب چلیں گی قیامت کے دن تو اُن کے ساتھ بولو کیا ہوگا؟ (نور) ـــــــ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ قیامت کے دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گی ایمان والوں سے، یہ کیا کہیں گی؟ ـــــــ ایما والوں سے کہیں گی منافق مرد اور منافق عورتیں: ـــــــ اُنْظُرُوْنَا اے ایمان والو! ہمیں دیکھو، ہماری طرف نظر کرم کرو، ہم تاریکی میں ہیں، ہم اندھیرے میں ہیں، ہمارے بلب فیوز ہوئے ہیں، ہم تاریکی اور اندھیرے میں ہیں اور تمہارے آگے پیچھے نور ہی نور ہے، ہماری طرف آؤ، ہماری طرف دیکھو، ہم بھی تم سے تھوڑا سا نور لے لیں، قیامت کے دن ایمان والوں سے نور مانگیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا نور دے دیں ـــــــ اُن سے کہا جائے گا دُنیا میں واپس لوٹ جاؤ اور

وہاں جا کر نور مانگو۔ یہ نور یہاں نہیں ملتا دنیا میں ملتا تھا اور بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ سے ملتا تھا۔ یہ نور دنیا میں ملتا تھا اور بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ سے ملتا تھا۔ جاؤ واپس دنیا میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر نور مانگو۔ اب تم ہم سے نور مانگتے ہو۔ یہ نور حضور کی بارگاہ سے ملتا تھا اور ان کو ملتا تھا جو حضور کو نور مانتے تھے اور نور مان کر نور مانگتے تھے۔ تم نے نہ نور مانا اور نہ نور مانگا۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

معراجِ رسول اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم

آج حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج شریف کا ذکر ہوگا ـــــــــ میں اس محفل میں سدرۃ المنتہیٰ سے آگے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لامکاں تک جانا ـــــــ "قابَ قوسین" کی منزلوں میں جلوہ گر ہونا ـــــــ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حجاب دیدار کرنا ـــــــ اور بیشمار انعامات، رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنا ـــــــ بیان کروں گا ـــــــ آپ حضرات کے سامنے معراج شریف کا ذکر کرتا ہوں۔

انشاء اللہ العزیز اس میں ایسے ایسے مسائل بھی بیان ہوں گے جن سے ہمارے عقائد، ہمارے اخلاق اور ہمارے اعمال کی اصلاح بھی ہوگی ــــــ آپ حضرات بڑے اطمینان کے ساتھ تشریف رکھتے ہوئے سنیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف لے گئے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر عرشِ معلّٰی تک ستّر ہزار پردے ہیں اور ہر پردے کے درمیان پیدل پانچ سَو سال کا فاصلہ ہے ــــــ نبی کریم ﷺ نے ان تمام حجابات کو طے کیا اور عرشِ معلّٰی کے اُوپر تشریف لے گئے اور یہ یاد رکھئے کہ عرش معلّٰی کے اوپر نہ کوئی مکان ہے نہ سامان۔ سامان اور مکان سب عرش کے نیچے ہیں۔ عرش کے اوپر لامکاں ہے ــــــ تو معراج کی رات جب حضور ﷺ عرش کے اُوپر تشریف لے گئے تو گویا مکاں میں جلوہ گر ہوئے۔

وہاں زمان و مکاں نہیں ہے، کوئی جہت نہیں ہے کیونکہ یہ جہت، یہ سامان و مکان سب عرش کے نیچے ہیں ــــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام جب عرش کے اُوپر تشریف لے گئے تو اُس وقت کیفیت یہ تھی کہ ساتوں زمینیں نیچے تھیں اور ساتوں زمینوں میں رہنے والی مخلوق نیچے تھی۔ ساتوں آسمان نیچے تھے اور ساتوں آسمانوں میں رہنے والی نوری مخلوق نیچے ــــــ بیت اللہ نیچے ــــــ بیت المقدس نیچے ــــــ فرشتوں کا کعبہ بیت المعمور نیچے ــــــ جبریل کا آخری مقام سدرۃ المنتہیٰ نیچے ــــــ یہاں تک کہ جنّت الفردوس نیچے ــــــ ستّر ہزار پردے نیچے ــــــ اللہ تعالیٰ کا عرش نیچے تھا اور مصطفٰی کے قدم اُوپر۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے، سرِ عرش تخت نشیں ہوئے

وہ نبی ہیں جن کے یہ مکاں، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس قدر رفعت اور بلندی بخشی کہ ساری مخلوق کو اپنے حبیب کے قدموں کے نیچے کر دیا اور دکھا دیا اور فرما دیا ــــــ اے میرے محبوب! میں

نے اپنی کُل کائنات کو تیرے قدموں کے نیچے کر دیا ہے اور تیرے قدموں کو ساری مخلوق کے سَر کا تاج بنا دیا ہے ـــــــ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

زہے عزّت و اعتلائے محمد

عزّت کے معنیٰ غلبے کے، اعتلاء کے معنیٰ بلندی کے۔ فرماتے ہیں: سرکار کا غلبہ اور سرکار کی شان، رفعت اور بلندی کو دیکھو ۔

زہے عزّت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام عرش کے اوپر تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت اِس مقام پر ایک اور شعر فرماتے ہیں۔

سُراغِ اَین ومتٰی کہاں تھا   نشانِ کَیف و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی   نہ سَنگِ منزل نہ مَرحلے تھے

فرماتے ہیں: وہاں جہت نہیں تھی۔ کہاں کِدھر یہ چیزیں نہیں تھیں کیونکہ یہ سب چیزیں عرش کے نیچے ہیں، زمان و مکان کی حُدود کے اَندر ہیں اور سرکارِ دو عالم ﷺ زماں و مکاں کی حدُود سے آزاد ہو کر، بلند ہو کر لامکاں میں جلوہ گر تھے وہاں یہ جہت اور یہ زماں و مکاں کی پابندیاں نہیں تھیں۔

اس لامکاں میں غیب سے ایک آواز آئی، آواز آئی کہ ـــــــ یَا مُحَمَّد اِنِّیْ رَبُّکَ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ ـــــــ اے محمد! ﷺ توجہ کرو آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ بھیج رہا ہے۔ آپ کا رَب آپ پر دُرود بھیج رہا ہے ـــــــ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! دیکھئے اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہی دُرود بھیجتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے: ـــــــ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ـــــــ بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے دُرود بھیجتے رہتے ہیں نبی پر۔ اللہ تو ہر وقت ہی

دُرود بھیجتا رہتا ہے ــــــ اُس وقت جو اِرشاد ہوا کہ اَے محمد! ﷺ توقف کرو۔ آپ کا رب آپ پر دُرود بھیج رہا ہے، صلوٰۃ بھیج رہا ہے۔

یہ کون سی صلوٰۃ تھی؟ علماء فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی خصُوصی رحمتیں اور خصوصی برکتیں تھیں جو نبی کریم علیہ السلام کے استقبال کے لئے بنی تھیں۔ خصوصی رحمتوں نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور پتہ چلا کہ فرش والے فرش پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ آسمانوں والے آسمانوں میں صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور عرش والے عرش پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور عرش وفرش کا خالق لامکان میں صلوٰۃ بھیج رہا ہے۔ جدھر دیکھو اس محبوب کا ذکر ہے۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طُرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ جو آواز آئی تھی اس کو ہم نے سُنا تو اَیسے معلوم ہوا جیسے صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی آواز ہے۔ ہم نے خیال کیا کہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) یہاں ــــــ تو آواز آئی: ــــــ اے حبیب! یہاں صدیقِ اکبر نہیں ہیں ــــــ مگر ہم نے صدیق اکبر کے انداز میں ندا کی ہے کیونکہ صدیق اکبر کی آواز آپ کو پیاری لگتی ہے۔

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز، اُن کا لہجہ اور اُن کا انداز سرکارِ دو عالم ﷺ کو اس قدر محبوب اور مرغوب ہے کہ لامکاں میں آواز آتی ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز میں۔ ــــــ اِس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اندازہ کرلو کہ وہ سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں کتنے مرغوب ہیں، محبوب ہیں کہ اگر لامکاں میں آواز آتی ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز میں آتی ہے۔ یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شان ــــــ کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں بے اَدبی کرتے ہیں۔ فارُوق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی شان میں بے اَدبیاں کرتے ہیں۔ وہ اَپنا ٹھکانہ جہنّم میں بناتے ہیں۔ اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے

عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔

خدا کی قسم صدیقِ اکبر کی بڑی عظمت و شان ہے۔ اُن کی عظمت و شان کا پتہ مدینہ شریف جا کر چلتا ہے۔ سبز گنبد والے نے اَپنے ساتھ سُلا رکھا ہے اور یُونہی ساتھ نہیں سوئے تھے حدیث اُٹھا کر دیکھو۔ امام جلال الدین سیُوطی نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں حدیث لکھی اَور امام رازی نے اپنی تفسیر کے اَندر اِس روایت کو نقل کیا کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُلایا اور بُلا کر کہا کہ اَے علی! (رضی اللہ عنہ) آپ مجھے اُنہیں ہاتھوں سے غُسل دیں جن ہاتھوں سے رسُول اللہ ﷺ کو غسل دیا تھا۔

مجھے غسل دے کر، کفن پہنا کر، جنازہ پڑھ کر روضہ رسُول پر لے جانا، حُجرۂ پاک کے سامنے لے جانا اور سلام عرض کر کے کہنا یا رسُول اللہ! آپ کا یارِ غار حاضر ہے۔ اگر دروازہ کھُل جائے اور فرمادیں کہ میرے پاس دفن کر دو تو کر دینا ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا ـــــ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی وصیت پر عمل کیا۔ آپ کا جنازہ مبارکہ اُٹھا کر لے گئے۔ حُجرۂ شریفہ کے سامنے لے جا کر عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ کا یارِ غار حاضر ہے۔ اُٹھا کر دیکھو حدیث، حجرۂ شریفہ کا دروازہ خود بخود کھُلا اور اندر سے آواز آئی:ـــــ اُدْخُلِ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ـــــ یار کو یار کے پاس لے آؤ، حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ بیشک حبیب، حبیب کا مشتاق ہے ـــــ اور اِس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سرکار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا ـــــ اگر آپ غور کریں تو ایک مسئلہ بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے ـــــ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصیّت کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم حیات ہیں۔ یہ صحابۂ کرام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ سنتے ہیں، دروازہ کھول سکتے ہیں اور فرما سکتے ہیں۔ یہ صحابۂ کرام کا عقیدہ نہ ہوتا تو صدیق اکبر وصیّت ہی نہ کرتے اور صحابہ کرام اس

وصیت پر عمل ہی نہ کرتے۔ ان کا جنازہ لے کر جانا اور جا کر عرض کرنا اور اپنی آنکھوں سے حجرۂ مبارکہ کا کھلتے دیکھنا اور اندر سے نداء سُنتا اِس سے اُن کا عقیدہ اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔

اُن کا یقین کس قدر مکمل ہوگا؟ کیونکہ وہ ایسی باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور سُنتے تھے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور کے پہلو میں دفن کر دیا گیا ——— سرکار نے اَپنے پیارے کو اپنے پاس بُلا لیا۔ کیوں نہ بُلاتے، آپ کو معلوم ہے کہ ہجرت کی رات یہی صدیق اکبر حضور کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر غارِ ثور پر چڑھے تھے۔ کتنی چڑھائی ہے جو اس غار پر پہنچا ہے وہی جان سکتا ہے۔ اَب تو زائرین کی سہولت کے واسطے ترکی کے بادشاہوں نے مزدور لگوا کر، پتھر کٹوا کر سیڑھیوں کی طرح لگوا دیا ہے۔

اس وقت تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے باوجود تین میل چڑھائی، وہ چڑھائی بہت سخت ہے۔ (میں الحمدللہ وہ چڑھائی چڑھا ہُوں) ——— خدا کی قسم کھا کے میں آپ کو حضور کا معجزہ سناتا ہوں۔ مجھ پر کراچی میں قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور میں ہسپتال میں داخل رہا۔ ابھی کمزوری بہت زیادہ تھی اور میں ہسپتال سے نکلا تھا ——— میری ہمت جواب دے گئی، چڑھائی چڑھنا شروع کر دی۔ تھوڑی سی چڑھائی چڑھی تو میرے پَیر جواب دے گئے، پنڈلیاں پھول گئیں، سانس بھی پھول گئی یعنی ماتھے پر پسینہ آ گیا اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ تھوڑی سی چڑھائی چڑھنے کے بعد اس کمزوری نے اَپنا اثر دکھایا اور مُجھ میں ایک قدم اُٹھانے کی ہمّت نہ رہی۔ جب آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، ماتھے پر پسینہ آ گیا تو میں بیٹھ گیا۔ رنگ میرا پیلا زرد ہو گیا تو میرے ساتھیوں نے کہا کہ تم کمزور ہو تم نہیں جا سکتے۔ ابھی تو سفر شروع ہوا ہے اور غار تو بہت دُور ہے تو تم کیسے چلو گے؟ تو بہتر یہی ہے کہ تم بیٹھے رہو۔ ہم لوگ زیارت کر کے آئیں گے تو واپسی پر تمہیں لے جائیں گے۔

ایک صاحب کہنے لگے اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس رہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے پہلے بھی زیارت کرلی ہے۔ وہ جدّے میں ہی رہتے تھے۔ مرزا محمد ایوب صاحب تھے۔ میں نے کہا نہیں میں جذبے کے ساتھ آیا ہوں، خلوص کے ساتھ آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد مجھ میں ہمت آجائے گی انشاء اللہ چلیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب طبیعت ٹھیک ہوئی ہم پھر چل پڑے۔ دو چار قدم چلے پھر وہی حالت پھر بیٹھ گئے۔ چند منٹوں کے بعد جب طبیعت ٹھیک ہوئی آنکھوں کے آگے جو اندھیرا چھایا ہوا تھا، دُور ہوا۔ دو چار قدموں کے چلنے کے بعد پھر وہی حالت۔ یہاں تک کہ دوسرے ساتھی کہنے لگے چھوڑو یار اِس کو، ہم بھی اس کی وجہ سے رہ جائیں گے۔ دیکھو! اِس کا رنگ تو زرد ہو چکا ہے مگر یہ ضد چھوڑتا ہی نہیں۔ اس کی حالت تو چلنے کی ہے نہیں چھوڑو اس کو۔ لیجئے سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میرے پاس مرزا صاحب رہ گئے باقی سب چلے گئے۔

اُس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ______ مَولیٰ! میں جذبے کے ساتھ آیا ہوں کہ وہ جگہ دیکھوں جس جگہ تیرے محبوب نے دو راتیں اور تین دن گذارے۔ اس جگہ کی زیارت کے واسطے چلا ہوں مگر کمزوری ہے چلا نہیں جاتا۔ ہمت نہیں ہے، کمزوری ہے مگر تُو قادر و قدیر ہے۔ اسی کا واسطہ پیش کرتا ہوں جو اس غار میں آیا۔ تُو مہربانی فرما دے اور مجھے اس جگہ کی زیارت کا شرف عطا فرما۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اشکبار آنکھوں سے دُعا کی تو ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور آکر برسنے لگا۔ چاروں طرف دُھوپ ہے، چاروں طرف بارش کا نام ونشاں تک نہیں اور جتنے حصّے میں میں ہوں وہاں بارش ہو رہی ہے۔ وہ بارش کیا ہوئی وہ تو قدرت کی طرف سے طاقت کے ٹیکے لگ گئے۔ میرے کپڑے بھی بھیگ گئے اور میرے اُوپر ساری بارش ہوئی، اِرد گرد نہیں ہوئی۔ تھوڑے سے

علاقے میں ہوئی مگر اتنے حصے پر نیچے دُھوپ ہے۔ چاروں طرف یونہی تھوڑی سی بارش ہوئی ــــــ اِس کے بعد پتہ نہیں میرے اندر کہاں سے طاقت آ گئی ــــــ نہ کمزوری کا احساس ــــــ نہ ماتھے پر پسینہ ــــــ اور نہ آنکھوں کے آگے اندھیرا ــــــ
ہم وہاں سے چلے اور جب سانس لیا تو غار شریف میں جا کر۔ سارے راستے میں کہیں بیٹھنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ کیا یہ سرکار کی عنایت نہیں ہے؟ کہ اُسی وقت ایک چھوٹی سی بدلی آئی اور وہ برسنے لگی اور اُس سے اِتنی طاقت پیدا ہو گئی کہ تین چڑھائیاں ہم نے چڑھیں اور کسی جگہ بیٹھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ چنانچہ ہم غار شریف میں پہنچے اور وہاں جا کر میلاد شریف کیا اور سرکار کی بارگاہ میں غلامی کے نذرانے پیش کئے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر یہ ساری چڑھائی چڑھے، غار کے پاس گئے ــــــ عرض کیا! حضور پہلے میں اندر جاتا ہوں، دیکھتا ہوں یہ غار ہے۔ کوئی جانور اندر چھپ کے نہ بیٹھا ہو۔ کوئی سانپ، کوئی بچھو، کوئی دوسرا جانور نہ ہو میں دیکھتا ہوں۔ صفائی کرتا ہوں اور آپ کے بیٹھنے کی جگہ بناتا ہوں پھر آپ کو اندر بُلاتا ہوں۔ ــــــ آپ نے بارہا سنا ہوگا کہ غار میں جگہ جگہ سُوراخ تھے۔ آپ نے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اُن سُوراخوں کو بند کرنا شروع کر دیا۔ کپڑے ختم ہو گئے لیکن ایک سُوراخ ابھی باقی تھا۔ اس سوراخ کو بند کرنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ اس پر اَپنے پاؤں کی ایڑی رَکھ لوں گا۔ اگر کوئی جانور وغیرہ ہوا تو وہ مجھے کاٹتا رہے گا لیکن باہر نکل کر سرکار کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا ــــــ
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سرکار کو اندر بُلا لیا۔ اندر بُلا کر عرض کیا: ــــــ یارسُول اللہ! یہ میرا زانو حاضر ہے۔ اِس زانو پر آپ اپنا سرِ اَنور رکھ لیجئے اور آرام فرمایئے۔ حضور لیٹ گئے اور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زانو پر اَپنا سرِ اَنور رَکھ دیا۔ اُس وقت کیفیت یہ تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گود تھی اور چہرۂ مصطفےٰ ﷺ تھا۔

اَرے یوں کہو! کہ دونوں جہان کی رحمتیں سمٹ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آغوش میں آگئی تھیں اور کیفیت کیا تھی؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں تھیں اور چہرۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ وہ دیدار کررہے تھے اور سرکار آرام فرمارہے تھے۔ اُس غار کے اندر ایک سانپ تھا۔ اس سانپ نے اہلِ کتاب کے کسی عالم سے سُنا تھا کہ نبی آخر الزماں مکّے سے ہجرت کر کے جب مدینے جائیں گے تو فلاں غار میں قیام کریں گے ـــــــ سانپ نے یہ واقعہ سُننے کے بعد اُس غار کو اَپنا مَسکن بنالیا ـــــــ سانپوں کی عُمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ میں نے حدیث شریف میں پڑھا ہے سانپ جب ایک ہزار سال کا ہوجاتا ہے تو اُس کے سَر کے بال اُگتے ہیں، وہ چھتوں والا سانپ کہلاتا ہے اور جب سانپ دو ہزار سال کا ہوجاتا ہے تو اُس کے سر کے بال جھڑنے شروع ہوجاتے ہیں وہ گنجا سانپ کہلاتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے قیامت کے دن اُن کے اعمال کو گنجے سانپ کی شکل میں متشکل کر کے اُن کے اُوپر مسلّط کردیا جائے گا اور وہ سانپ اُنہیں ڈسے گا اَور ڈستے ہوئے کہے گا ''میں تمہارا وہ مال ہُوں جسے تُم نے خواہشاتِ نفسانی کے لیے جمع کررکھا تھا''

واضح ہوا کہ سانپوں کی عمر دو دو تین تین چار چار ہزار سال کی ہوجاتی ہے۔ وہ سانپ اُس غار میں رہتا تھا اور اس لئے اس نے اُس غار کو اَپنا گھر بنایا تھا کہ سرکار تشریف لائیں گے تو آپ کا دیدار کروں گا لیکن جب سانپ کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آیا تو کسی نے سب راستے بند کردیئے ـــــــ عاشق عاشق میں ٹھن گئی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی عاشق ہیں اور سانپ بھی عاشق ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آج میں ہی دیکھوں کوئی اور نہ دیکھے ـــــــ سانپ بھی طالب دیدار تھا وہ روزانہ آ کے دیکھتا تھا۔ آج جس سُوراخ پر آتا ہے راستہ بند ملتا ہے تو سانپ زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا: ـــــــ میں نے تو ساری عُمر ہی اسی آس میں گذار دی کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کروں گا۔ آج

دیدار کا وقت آیا تو کسی نے راستہ ہی بند کر دیا۔ ایک سوراخ پر آیا تو آگے گوشت۔ اُس نے کہا یہاں میں اپنا زور لگاتا ہُوں۔ یہاں میں اپنا جوہر دکھاتا ہُوں۔

سانپ کی فطرت ہے کاٹنا اور ہر کوئی اپنی فطرت سے مجبور ہوتا ہے کیونکہ اُس کا فطری تقاضہ تھا کاٹنا، اس لئے اُس نے کاٹا۔ جب اُس نے کاٹا تو زہر جسم میں پھیلا اور اُس زہر کی شدّت کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا۔ چند قطرے سرکار کے رُخساروں پر گرے ـــــــ دُنیا کے کسی خزانے میں ایسے موتی نہیں ہوں گے جیسے موتی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے نکلے تھے کیونکہ اُن موتیوں کو جگہ ملی مصطفیٰ کے رُخساروں پر۔ وہ موتی کہاں نذرانہ کے طور پر چڑھے۔ اُن موتیوں کو کہاں گرنے کا موقع ملا۔ سرکارِ دو عالم کے رُخساروں پر، سرکار نے آنکھیں کھولیں ـــــــ فرمایا! ـــــــ ابُوبکر! کیا بات ہے؟ عرض کیا: کوئی جانور ہے جو مجھے کاٹ رہا ہے۔ سانپ ہے اس نے مجھے کاٹا ہے۔ اس کے زہر کی شدّت سے میری آنکھوں سے یہ پانی جاری ہو گیا ہے ـــــــ فرمایا! پاؤں ہٹاؤ ـــــــ عرض کی: یارسُولَ اللہ! وہ باہر نکل کر آپکو تکلیف پہنچائے گا ـــــــ فرمایا: نہیں! وہ طالب دیدار ہے ـــــــ ارے وہ تو میرا عاشق ہے، وہ تکلیف نہیں پہنچائے گا ـــــــ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پَیر ہٹایا تو سانپ باہر نکلا۔ اُس نے نیازمندی کا ہدیہ پیش کیا اور اپنی مراد پُوری کی ـــــــ سرکار نے اپنا لعاب مبارک جہاں سانپ نے کاٹا تھا وہاں لگا دیا۔ اُسی وقت زہر کی شدّت دُور ہو گئی۔ سانپ نے اپنی مُراد پُوری کی ـــــــ حضور نے سانپ سے فرمایا: تُو نے میرے یار کو کیوں کاٹا؟ ـــــــ سانپ نے عرض کی! حضور یہی آپ کے عاشق نہیں ہم بھی تو عاشق ہیں ـــــــ یہی طالب دیدار نہیں، ہم بھی تو طالب دیدار ہیں ـــــــ حضور میں نے تو ساری عُمر اسی آس میں گذاری اور آج جب اُس کے پُورا ہونے کا وقت آیا تو اِنہوں نے راستہ ہی بند کر دیا ـــــــ مَیں کاٹتا نہ تو کیا کرتا؟ ـــــــ مجبور ہو کر کاٹا ہے

دل تو نہیں چاہتا تھا کہ کاٹوں ـــــ حضور! اگر میں کاٹتا نہ تو مجھے زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوتا۔

سانپ اپنی مُراد پُوری کر کے چلا گیا ـــــ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تکلیف بھی حضور کے کرم سے ختم ہوگئی ـــــ یہاں یہ مسئلہ بھی سُن لیجئے ـــــ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو وہی زہر جسم میں پھر پھیلا ـــــ وہی تکلیف پھر شروع ہوگئی ـــــ اُسی تکلیف میں آپ کی وفات ہوئی ـــــ حکمتِ ربّانی یہ تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شہادت کا رُتبہ بھی مِل جائے ـــــ اللہ کو اُن کو شہادت کا رُتبہ دینا تھا اس لئے یہ سلسلہ بنا ـــــ اللہ اکبر! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان قربان کی ـــــ اور جان کی حفاظت سب سے بڑا فرض ہے ـــــ تو بولو! جان قربان کی یا نہیں! ـــــ سانپ کاٹ رہا ہے ـــــ جان قربان کر رہے ہیں ـــــ اور اُدھر دیکھئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور کے لئے اپنی نمازِ عصر ''وادیٔ صہبا'' میں قربان کی۔

جنگِ خیبر کے موقع پر وادیٔ صہبا میں عصر کی وہ نماز جو ساری نمازوں میں افضل ہے۔ پانچ نمازیں ہیں اور سب میں افضل نماز عصر کی نماز ہے ـــــ اللہ تعالیٰ اس نماز کی تاکید فرماتا ہے: ـــــ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ـــــ بخاری شریف میں موجود ہے کہ ''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد ''نمازِ عصر'' ہے ـــــ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام بھی فرماتے ہیں: مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ اَعْمَالَهٗ ـــــ جو جان بُوجھ کر عصر کی نماز چھوڑ دیتا ہے اُس کے سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ بھی اس نماز کی تاکید کرتا ہے ـــــ رسُول اللہ بھی اس نماز کی تاکید فرماتے ہیں ـــــ وہی نماز مولا علی نے حضور کی نیند پر قربان کی یا نہیں؟

ـــــ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اس مقام پر چند شعر

فرماتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب میں جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

تو صدیقِ اکبر نے جان قربان کی۔ کسی محبت والے نے بڑے پیارے شعر کہے۔

دیکھئے تو وہ غار کا منظر — کون ہے بیٹھا گود میں لے کر
سرورِ عالم کا سرِ انور — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا صدیقِ اکبر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نبیوں کے بعد ہیں سب سے بہتر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ایڑی رکھ دی سانپ کے بل پر — زہر کا صدمہ سہ لیا دل پر
سب کچھ ہے یہ خاطرِ دلبر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا صدیقِ اکبر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یار کے نام پہ مرنے والا — سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ عشق وصدق کا رہبر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا صدیقِ اکبر — رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جان بھی قربان ——— مال بھی قربان ——— اولاد بھی قربان ———
سارا گھر کا گھر اُٹھا کے لے آئے۔

جان قربان کی ــــــ گود میں لے کر سوئے ــــــ حضور نے کوئی صلہ دیا یا نہیں دیا؟ ــــــ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَان ــــــ بدلہ دیا تھا یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رُوح سے پُوچھو ــــــ بدلہ دیا، کیا بدلہ دیا؟ اَے صدیق اکبر! ــــــ تُو نے میرے واسطے غار میں جگہ بنائی ہے ــــــ میں تمہارے لئے اَپنے مزار میں جگہ بناؤں گا ــــــ تو مجھے غار میں لے کر سویا ہے ــــــ میں تجے اپنے مزار میں لے جاؤں گا ــــــ غار میں پہلے تُو گیا ہے ــــــ مزار میں پہلے میں جاؤں گا ــــــ حضور ﷺ گود میں لے کر دونوں وزیروں کو سوئے ــــــ اپنے دونوں یاروں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فارُوق اعظم رضی اللہ عنہ کو۔ یہ دونوں حضور کے بعد بالاتفاق ساری اُمت میں افضل ہیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تاروں بھری رات تھی کہ عرض کیا ــــــ آقا! جتنے آسمان پر تارے ہیں کسی شخص کی اتنی نیکیاں بھی ہیں؟ ــــــ حضور نے فرمایا: اَے عائشہ! جتنے آسمان پر تارے ہیں اتنی نیکیاں عُمر فاروق کی ہیں ــــــ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں: میرا خیال تھا کہ حضور میرے باپ حضرت ابوبکر کا نام لیں گے۔ جب حضُور نے حضرت عُمر کا نام لیا تو میں خاموش ہوگئی ــــــ پھر حضور نے فرمایا کہ حضرت عُمر فارُوق کی ساری نیکیاں ایک طرف اور تیرے باپ کی غار کی نیکی ایک طرف ــــــ سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رُتبہ معلوم کرو۔

یہاں ایک بات اور بھی عرض کرتا ہُوں کہ سیّدنا عُمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کتنی ہیں جتنے آسمان کے تارے ہیں ــــــ یہ کون فرما رہا ہے؟ ــــــ حضور سرورِ کائنات ــــــ جب مدینہ منورہ میں قحط پڑا تھا اور بارش نہیں ہو رہی تھی تو کیا آپ

نے اپنی نیکیوں کو وسیلہ بنایا ــــــ اپنے اعمال کو وسیلہ بنا کے اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کیا ــــــ بلکہ صحیح بخاری اُٹھا کر دیکھو! ــــــ جب قحط پڑ گیا، مدینہ شریف میں بارش نہیں ہوئی ــــــ حالت یہ ہوگئی کہ باہر جنگلوں میں ــــــ صحراؤں میں ــــــ میدانوں میں سبزہ تو کیا کوئی سُوکھا تنکا بھی نظر نہیں آتا تھا جسے بھیڑ بکریاں کھا سکیں ــــــ بھیڑ بکریوں کے دُودھ خشک ہو گئے ــــــ لوگ امیر المؤمنین حضرت عُمر فارُوق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا ــــــ بارش نہیں ہو رہی ــــــ لوگوں نے کہا آپ دُعا کریں اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔

حضرت عُمر نے کیا کیا؟ ــــــ صحابہ کرام کو لے کر حضُور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے دروازے پر پہنچ کر کہا: ــــــ اَے رسُول اللہ کے چچا! باہر تشریف لائیں۔ ہم آپ کے وسیلہ سے ــــــ اللہ تعالیٰ سے بارش مانگنا چاہتے ہیں ــــــ جو لوگ کہتے ہیں کہ عملوں کو وسیلہ بنانا چاہئے ــــــ اُنہیں سوچنا چاہئے کہ کیا حضرت عُمر کے پاس عمل نہیں تھے؟ ــــــ نیکیاں نہیں تھیں؟ ــــــ اُن کے پاس تو آسمان کے تاروں کے برابر نیکیاں تھیں ــــــ وہ اپنے عملوں کو وسیلہ بناتے ــــــ اَور اللہ سے بارش مانگتے ــــــ اتنے عملوں کے ہوتے ہوئے بھی اُنہوں نے رسُول اللہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا ــــــ شخصی وسیلہ لیا ــــــ عمل کا وسیلہ نہیں لیا ــــــ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ــــــ وسیلہ کیا ہوتا ہے؟ ــــــ جاؤ اللہ سے دُعا مانگو ــــــ نمازِ استسقاء پڑھو ــــــ کیا تمہیں رسُول اللہ نے توحید نہیں سکھائی تھی؟ ــــــ شرک کرنے لگ گئے ہو ــــــ جاؤ وسیلہ وغیرہ کچھ نہیں ــــــ نہیں نہیں! ــــــ بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور حضرت عُمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے

کر مسجد غمامہ چلے گئے ـــــ اسی دن سے اس مسجد کا نام غمامہ پڑا ہے۔ غمامہ کے معنی ہی ہیں ''بدلی'' ـــــ اور وہاں لے جا کر دُعا کی ـــــ بخاری کے اَندر یہ دعا موجود ہے ـــــ حدیث کے الفاظ سُنو ـــــ اَے اللہ! اِس سے پہلے ہم تیری بارگاہ میں ہمیشہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے ـــــ اور تُو ہمیں سیراب کر دیتا تھا ـــــ اِس وقت ہم تیری بارگاہ میں اَپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کا وسیلہ لائے ہیں ـــــ تُو ان کے وسیلہ سے بارش فرما۔

غور کرنا! میں نے ترجمہ کیا کیا ہے؟ کہ اِس سے پہلے ''ہم ہمیشہ'' یہ ہمیشہ کا مفہوم کہاں سے نکلا؟ ـــــ جو حضرات عربی قواعد سے واقف ہیں اور عربی گرامر (Grammer) پڑھے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں ـــــ مضارع پر جب کَانَ داخل ہو جائے تو ماضی استمراری ہو جو جاتا ہے ـــــ دوام واستمرار کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے ـــــ نتوسل صیغہ ہے مضارع کا اُس پر کن داخل ہے ـــــ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ طریقہ تھا کہ ـــــ اللہ تعالیٰ سے جب بھی مانگتے تھے حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگتے تھے ـــــ حضرت عُمر فارُوق یہ نہیں کہتے کہ میں بلکہ ''ہم'' صحابہ اَے اللہ! جب بھی مانگتے ہیں تو تیرے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مانگتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وَالدہ جن کا مزار شریف جنت البقیع کے باہر ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھنے کے بعد حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ بنت اَسد پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ ان کا ذکر ہے ـــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آ کر عرض کی یارسُول اللہ! ـــــ آپ کی چچی اور میری والدہ انتقال کر گئی ہیں ـــــ حضور ﷺ کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ گئے ـــــ آپ نے اپنی قمیص مبارک دی اور فرمایا ـــــ میری چچی کو میری قمیص کا کفن دو ـــــ پہلے میری قمیص پہنانا ـــــ پھر کفن پہنانا ـــــ اللہ میری قمیص کی برکت سے جنت کے حلے پہنائے گا۔

سرکار نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنازہ پڑھنے کے بعد فرمایا ستر ہزار فرشتوں نے نمازِ جنازہ اَدا کی ہے ـــــ سرکار نے جنازے کو کندھا دیا۔ جب قبر کے پاس گئے قبر کھدی ہوئی تھی تو سرکار قبر میں اُتر گئے اور سیدھے لیٹ گئے ـــــ باہر نکل کر فرمایا ـــــ قبر کو لمبائی اور چوڑائی میں زیادہ کرو ـــــ قبر چھوٹی ہے بڑی کرو ـــــ صحابہ کرام نے لمبائی اور چوڑائی میں قبر کو زیادہ کیا ـــــ مٹی نکال کر قبر کو صاف کیا۔ نبی کریم دوبارہ قبر میں اُترے اور سیدھے لیٹ گئے اور لیٹے لیٹے حضور نے خود دعا فرمائی ـــــ دعا سنو: ـــــ

اللھم اغفرلی امی فاطمہ بنت اسد وبشر علیھا قبرھا بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین

ـــــ اللھم اغرلی امی فاطمة بنت اسد ـــــ اَے اللہ! میری ماں فاطمہ بنتِ اَسد کی مغفرت فرما ـــــ وبشر علیھا قبرھا ـــــ اور اس کی قبر کو اس پر کشادہ کردے ـــــ بِحَقِّ نَبِیِّكَ ـــــ اپنے نبی کے طفیل، اپنے نبی کے وسیلے سے۔

یہ بڑے پیار کا کلمہ ہے "بِحَقِّ نَبِیِّكَ" مولا اُس کے طفیل جو تیرا نبی ہے یُوں نہیں کہا میرے طفیل بلکہ اُن کے طفیل جو تیرا نبی ہے ـــــ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ فَلَا وَرَبِّكَ محبوب! اُس کی قسم جو تیرا رب ہے ـــــ یُوں نہیں کہا، مجھے اَپنے رب ہونے کی قسم ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ـــــ محبوب اُس کی قسم جو تیرا رب ہے ـــــ حضور نے فرمایا: ـــــ مولا! تجھے اُس کا واسطہ جو تیرا نبی ہے ـــــ وَالْاَنْبِیَاءُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ ـــــ اور اُن نبیوں کے طفیل جو مجھ سے پہلے ہوئے ـــــ تو بولو جو حضور ﷺ سے پہلے انبیاء ہوئے اُن کا انتقال ہو چکا ہے یا نہیں، سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک دو اور جن کے متعلق اطلاع ہے ـــــ جن کا

انتقال ہو چکا ہے حضور نے اُن کے وسیلے سے دعا مانگی یا نہیں ـــــ جو قبروں میں دفن ہیں اُن کے وسیلے سے حضور نے خود دُعا مانگی ـــــ ثابت ہوا کہ جو انتقال کر چکے ہوں اُن کے وسیلے سے دُعا مانگنا حضور کی سُنّت ہے ـــــ نہ ماننے والوں کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔

میں آپ کو بتاؤں کہ وسیلے کا انکار کہاں سے چلا ہے ـــــ یہ بات نوٹ کر لو، یاد کر لو گے تو بڑا فائدہ ہوگا ـــــ صرف اشارہ کروں گا ورنہ معراج بیان نہیں ہو سکے گی ـــــ آپ کو پتہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا نے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھالیا اور زمین پر آئے اور تین سَو سال تک روتے رہے ـــــ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ـــــ پڑھتے رہے بات نہیں بَنی ـــــ جب اُنہوں نے حضور ﷺ کا وسیلہ لیا تو اللہ تعالیٰ ایک دَم مہربان ہو گیا اور مہربان بھی ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ـــــ اَے آدم! تو نے میرے حبیب کا وسیلہ پیش کر کے صرف اپنے لئے ہی بخشش مانگی اگر تم تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کے لئے بخشش مانگتے تو میں سبھی کو بخش دیتا ـــــ تم نے اَپنے لئے مانگی میں نے بخشا ـــــ شیطان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا ـــــ اُس نے دیکھا کہ بابا تین سَو سال تک روتا رہا تو بات نہیں بَنی ـــــ اور جب اللہ تعالیٰ کے حبیب کا وسیلہ لیا تو اللہ ایک دم مہربان ہو گیا اور مہربان بھی اَیسا ہوا کہ فرماتا ہے ـــــ اگر ساری کائنات کی بخشش کی دُعا مانگتا تو میں سب کو بخش دیتا۔

شیطان نے جب یہ دیکھا تو اس نے تہیّہ کر لیا کہ میں لوگوں کو حضور کے وسیلے سے روکوں گا ـــــ تا کہ نہ لوگ وسیلہ لیں ـــــ نہ ان کی بخشش ہو ـــــ اور نہ میری محنت برباد ہو ـــــ کیونکہ وہ بے ایمان تو چاہتا ہی نہیں کہ کسی کی بخشش ہو سکے ـــــ اس نے اپنے چیلے اکٹھے کر لئے اور کہا ـــــ چلو! شروع ہو جاؤ ـــــ لوگوں کے دلوں میں وَسوسے ڈالو کہ وہ حضور کا وسیلہ نہ لیں ـــــ وَسوسے

ڈالو وسیلہ شرک ہے ــــــ وسیلہ بدعت ہے ــــــ ورنہ وسیلہ ہمارا بیڑا غرق کردے گا ــــــ تو ہو گیا شروع ــــــ اُس وقت سے شروع ہوا ہے اور آج تک لگا ہوا ہے ــــــ یہ رَولا اَب کا نہیں بہت دیر کا چلا ہوا ہے ــــــ شیطان نے وَسوسے ڈالنے شروع کردیئے ــــــ اور شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں ــــــ ایک جنّوں میں سے اور ایک انسانوں میں سے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ ــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے ہیں شیاطین جنّوں میں بھی اور انسانوں میں بھی۔

ہر نبی کے بھی دشمن ہیں اور انسانوں کے بھی ــــــ اور جو نبیوں کے ہیں اللہ نے ان کو کیا فرمایا؟ شیاطین ــــــ تو شیاطین دو قسم کے ہوتے ہیں اور ان کا کام کیا ہے؟ ــــــ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ــــــ یہ خنّاس جو ہیں جنّوں میں ہیں اور انسانوں میں سے ہیں اِن کا کام ہے وَسوَسے ڈالنا لیکن بعض لوگ وَسوَسوں کا شکار ہو جاتے ہیں ــــــ لیکن جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے وہ شکار نہیں ہوتے ــــــ آپ تو جانتے ہیں ــــــ شیطان نے کہا تھا کہ مَیں سب کو گمراہ کروں گا ــــــ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ــــــ سوائے مخلص بندوں کے کسی کو نہیں بچنا ــــــ سب کو شیطان گمراہ کردینا چاہتا ہے۔

یہ مدینہ پاک دَھرتی ہے جس میں کوئی شُبہ نہیں ــــــ لیکن یادرکھو اگر پاک دَھرتی پر کوئی گندی خبیث شَے آجائے تو وہ خبیث ہی رہتی ہے ــــــ خانۂ کعبہ میں تین سَو ساٹھ بُت تھے کہ نہیں ــــــ تو کیا وہ بُت اولیاء اللہ بن گئے تھے؟ ــــــ نہیں، وہ بُت ہی رہے لیکن خانہ کعبہ خانہ کعبہ ہی رہا۔ کعبے کی عظمت میں فرق نہیں آیا۔ بُت بُت ہی رہے ــــــ یہی وہ مدینہ ہے جب دجّال آئے گا، پڑھ کر دیکھو کتابیں، وہ مدینہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن داخل نہیں ہو سکے گا ــــــ حضور فرماتے

ہیں ـــــ اُس وقت مدینے سے ستر ہزار منافق نکلیں گے ـــــ جو دجّال کے ساتھ مل جائیں گے ـــــ مدینہ اَیسی سرزمین ہے جہاں کوئی خبیث نہیں رہ سکتا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدّث دہلوی، آپ مدینے میں رہتے تھے اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ایک دفعہ یہی حدیث آ گئی کہ مدینہ میں کوئی خبیث نہیں رہے گا ایک مولوی صاحب درس میں شریک تھے ـــــ اُنہوں نے کہا جناب! مدینہ میں تو کئی خبیث رہتے ہیں ـــــ اور آپ پڑھ رہے ہیں حدیث کہ یہاں کوئی خبیث نہیں رہتا ـــــ تو یہ بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آئی ـــــ تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات اس طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی ـــــ اِنشاءاللہ تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔ وہ بزرگ تھے تصرف کیا فرمایا آ جائے گی سمجھ میں۔

رات کو وہ مولوی صاحب جنہوں نے اعتراض کیا تھا سوئے تو کیا دیکھا کہ جنت البقیع ہے اور خواب میں دیکھا کہ ـــــ کچھ لوگ ہیں جو قبریں کھود کھود کر لاشیں نکال رہے ہیں ـــــ اور نکال کر اُونٹوں پہ لاد کر لے جا رہے ہیں ـــــ اور کچھ لوگوں کو باہر سے لا کر یہاں دفن کر رہے ہیں ـــــ مولوی صاحب نے پُوچھا بھئی! کیا کر رہے ہو؟ اُنہوں نے کہا یہاں خبیث نہیں رہ سکتا ـــــ جو خبیث یہاں دفن ہے ـــــ ہم فرشتے ہیں ـــــ ہماری ڈیوٹی ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تمام خبیثوں کو یہاں سے نکال دو ـــــ جو خبیث یہاں مرتے ہیں ہم اُن کو نکال لے جاتے ہیں ـــــ لے جا کر کہیں دُور دفن کر دیتے ہیں ـــــ اَور حضور کے عاشق وصادق جو دُور دراز مرتے ہیں ان کو لا کر یہاں دفن کر دیتے ہیں ـــــ خواب دیکھا، صُبح درسِ حدیث میں شریک ہوئے ـــــ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ـــــ مولوی صاحب! مسئلہ سمجھ میں آ گیا؟ اس نے کہا جی آ گیا۔ مدینے میں خبیث نہیں رہتے۔

صرف یہاں پہنچ جانے کو کافی نہ سمجھو بلکہ اَپنے عقیدوں کو درست رکھو۔اپنی عقیدت کو درست رکھو ـــــ دل میں عظمت و محبت کو قائم رکھو ـــــ یادرکھو! یہ بڑا نازک مقام ہے ـــــ حقیقت میں یہ رہنے کی جگہ نہیں زیارت کی جگہ ہے ـــــ حضرت عُمر ڈنڈا ہاتھ میں پکڑ لیتے اور فرماتے ـــــ یہ رہنے کی جگہ نہیں زیارت کی جگہ ہے ـــــ تم یہاں رہو گے تو تمہارے دلوں میں وہ اَدب نہیں رہے گا ـــــ وہ تعظیم نہیں رہے گی ـــــ ایک شخص کو دیکھا مسجد میں آواز بلند کر رہا تھا ـــــ آپ نے اُس کو پکڑ لیا کہ "تُو رسُول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کر رہا ہے۔" ـــــ اس نے کہا: جی میں یہاں کا رہنے والا نہیں ہُوں ـــــ مجھے یہاں کے آداب معلوم نہیں ہیں ـــــ فرمایا: اگر تُو یہاں کا رہنے والا ہوتا تو میں تجھے اتنا مارتا کہ تیرا جسم دَرد کرتا رہتا ـــــ کوئی اپنے گھر میں کیل ٹھونکتا تھا تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ آدمی بھیجتی تھیں کہ جاؤ ان کو کہو کہ دیوار میں کیل نہ ٹھونکیں۔کہیں رسول اللہ کو اذیّت نہ پہنچے ـــــ مدینے میں ریڈیو بجانا ممنوع ہے ـــــ سگریٹ پینا ممنوع ہے ـــــ بڑے بڑے بادشاہ مدینے میں آتے تھے۔جہاں سے مدینے کے درودِیوار نظر آجاتے وہاں سواری سے اُتر پڑتے۔قدم قدم پر سجدے کرتے ہوئے آتے۔ہم نے تو کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی مدینہ مبارکہ میں گذاری مگر ساری زندگی مدینہ کی حد میں پیشاب یا پاخانہ نہیں کیا ـــــ ساری زندگی کبھی گھوڑے پر سواری نہیں کی ـــــ کہتے تھے مجھے شرم آتی ہے اس سرزمین پر گھوڑے پہ بیٹھ کر چلوں جس پر رسول اللہ چلتے تھے ـــــ ان گلیوں میں چلتے تو درمیان میں نہیں چلتے تھے۔دیوار کے ساتھ لگ لگ کے جاتے تھے ـــــ کسی نے پُوچھا آپ دیوار کے ساتھ لگ کر کیوں جاتے ہیں؟ ـــــ فرمایا: رسُول اللہ ﷺ ان گلیوں میں چلتے تھے ـــــ

تو میں درمیان میں اس لئے نہیں چلتا کہ میرا پَیر کہیں رسُول اللہ کے پیر مبارک کی جگہ میں نہ آجائے ـــــــ جس جگہ رسُول اللہ کے پَیر لگے ہوں وہ جگہ پَیر رکھنے کی نہیں بلکہ وہ تو آنکھوں کو لگانے کے لئے ہے تو میاں ہمیں سَبق لینا چاہئے۔

ہر سَال لوگ حج کرنے جاتے تھے مگر امام مالک رضی اللہ عنہ نہیں جاتے تھے ـــــــ مدینہ شریف میں ہی رہتے تھے ـــــــ کِسی نے پُوچھا، حضرت لوگ سینکڑوں ہزاروں میلوں سے سفر کر کے آتے ہیں ـــــــ اور آپ مدینہ شریف میں رہ کر بھی نہیں جاتے ـــــــ ہر سال حج ہوتا ہے آپ نہیں جاتے تو فرمایا: ـــــــ ہر عُمر میں ایک بار حج ہوتا ہے۔ وہ میں نے کرلیا ہے فرض اَدا کر دیا ہے ـــــــ اَب مدینہ شریف چھوڑ کر اس لئے نہیں جاتا کہ کہیں مدینے کے باہر مجھے موت نہ آجائے ـــــــ یہ قدر تھی مدینے کی ـــــــ تو قدر کرو، اللہ کا شُکر اَدا کرو اور دعا کرو کہ ـــــــ اِس سرزمین پر رہنے کا شرف حاصل ہو ـــــــ لیکن اپنے آپ کو اس سرزمین پہ رہنے کے قابل بناؤ ـــــــ کہیں اَیسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکال دیں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سَیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سرکار کی آغوش میں سوئے ہوئے ہیں اور یُونہی آغوش میں نہیں سوئے خدمت کی ہے اَور اُس خدمت کا صِلہ پایا ہے کہ سرکار نے اپنی آغوش میں سُلا رکھا ہے ـــــــ اللہ اکبر! دیکھو بھئی لامکاں میں آواز آتی ہے تو اس سے اُن کا درجہ اور ان کی عظمت معلوم کرو ـــــــ اُس کے بعد نبی کریم اللہ کے قُرب خاص میں پہنچے ـــــــ کہاں پہنچے؟ ـــــــ اَب میں کیا بتاؤں کہ کہاں پہنچے؟ وہاں پہنچے جہاں کہاں ہی ختم ہو گیا۔ اَب پڑھو قرآن کی آیت ـــــــ اللہ ارشاد فرماتا ہے: ـــــــ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ـــــــ پھر وہ قریب ہوا۔ کون قریب ہوا؟ بخاری شریف کے الفاظ ہیں ـــــــ ثُمَّ دَنٰی الْجَبَّار ـــــــ اللہ رب العزت ستار، غفار، جبار و قہار قریب ہوا، جیسا کہ قریب ہونا اُس

کی شان کے لائق ہے۔

امام الاولیاء حضرت حسن بصری جو سیّدنا علی المرتضیٰ، شیرِ خدا، فاتح خیبر رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں۔ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیض پایا۔ وہ فرماتے ہیں ــــــ نبی کریم اللہ کے قریب ہوئے ــــــ میں کہتا ہوں دونوں باتیں ہی صحیح ہیں ــــــ جب حضور ﷺ قریب ہوئے تو اللہ بھی قریب ہوا ــــــ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ جو میری طرف چل کے آتا ہے میں اُس کی طرف دَوڑ کر جاتا ہوں۔ حضور ﷺ اللہ کے قریب اور اللہ ان کے قریب ہوا ــــــ ثُمَّ دَنٰی نبی کریم اللہ کے قریب ہُوئے اللہ ان کے قریب ہوا فَتَدَلّٰی اور قریب ہوئے اور اُدھر سے آتی ہے ــــــ اُدْنُ مِنِّیْ یَا اَحْمَدُ اے احمد! میرے اور قریب ہو جائیں، حضور ﷺ اور قریب ہوتے ہیں: اُدْنُ مِنِّیْ اُدْنُ مِنِّیْ محبوب اور قریب ہو جا، اور قریب ہو جا، اور قریب ہو جا ــــــ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

بڑھ اے محمد ﷺ قریں ہو احمد قریب آ سرورِ مُمجّد
نثار جاؤں یہ کیا نداء تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

اللہ بُلاتا گیا ــــــ یہ قریب ہوتے گئے ــــــ کتنے قریب ہوئے؟ ــــــ اللہ فرماتا ہے ــــــ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ــــــ پھر ہو گیا مقدار دو کمانوں کی ــــــ اَب اس کی تفسیر کون کرے؟ ــــــ نبی کریم اللہ کے قُرب خاص میں پہنچے ــــــ اس قُرب میں پہنچے جہاں نہ کوئی پہنچا ہے اور نہ پہنچ سکتا ہے ــــــ حضور نے بے حجاب اللہ کو دیکھا ــــــ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی تھے ارے تھے

☆

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کی چال میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

امام عبدالوہاب شعرانی نے اس مقام پر ایک بڑی پیاری بات فرمائی۔ فرماتے ہیں ــــــ حضور ذات تک پہنچے تو ان کا گذر اللہ کی صفات میں سے ہوا ــــــ یہ انوار و تجلّیات کے جو حجابات تھے اِنہیں کے اندر صفات کے جلوے تھے۔ تو فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی صفات سے گذرے تو جس صفت میں سے گذرے اسی صفت کے ساتھ متصف ہوتے گئے ــــــ صفت رحیم سے گذرے تو رحیم ہو گئے ــــــ جب صفت کریم سے گذرے تو کریم ہو گئے ــــــ جب صفت ستار سے گذرے تو ستار ہو گئے ــــــ جب صفت غفار سے گذرے تو غفار ہو گئے ــــــ جب صفت جبار سے گذرے تو جبار ہو گئے ــــــ جب صفتوں میں سے گذرتے ہوئے ذات تک پہنچے تو ذات میں فنا ہو کر مظہرِ ذات ہو گئے ــــــ مظہر ذات و صفات ہو گئے ــــــ حضور نبی اکرم ﷺ واصلِ حق ہیں۔ حضور ایسے واصل ہیں یاد رکھو ــــــ حضور کا ذکر اللہ کا ذکر ــــــ حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ــــــ حضور کی بیعت اللہ کی بیعت ــــــ حضور کی یاد اللہ کی یاد ــــــ حضور کا دیدار اللہ کا دیدار ــــــ آپ اللہ نہیں ہیں، آپ ذاتِ خدا نہیں ہیں، ذات کے ساتھ واصل بحق ہیں، بے حجاب اللہ کو دیکھنا ــــــ یہ صرف نبی کریم کی خصوصیت ہے ــــــ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل کو بتایا ــــــ موسیٰ کلیم اللہ کو ہم کلامی کا شرف بخشا ــــــ اور اپنے حبیب ﷺ کو اپنا دیدار بخشا۔ حضور فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے رب کو سَر کی آنکھوں سے دیکھا'' ــــــ

دو مرتبہ نبی پاک نے اللہ کو دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سَر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے ــــــ ہمارا مسلک یہی ہے کہ حضور نے اللہ کو دیکھا ہے ــــــ

حق نے فرمایا جلوے مرے دیکھ لے
میں تجھے دیکھ لوں تو مجھ دیکھ لے
جو تجھے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے
دیکھنے کا مزہ آج کی رات ہے

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ نے میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا۔ اُس سے مجھے کُل شئے کا عِلم اَور کُل شئے کی معرفت حاصل ہوگئی'' ــــــ حضور فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے علوم بھی عطا کیے جنہیں چھپانے کا حکم ہے''

غرض یہ کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بیشمار نعمتیں دیں۔ دیکھو نہ کتنے اشتیاق ومحبت سے بُلایا اور بُلا کر کیا کچھ نہ دیا ہوگا ــــــ رَب دینے والا اُس کا، حبیب لینے والا۔ کوئی اپنے محبوب سے کچھ چھپاتا ہے تو جب رب نے اپنا آپ نہیں چھپایا تو اُس نے محبوب سے اور کیا چھپایا ہوگا؟ ــــــ لوگ کہتے ہیں کہ حضور کو غیب کا عِلم نہیں تھا، حضور کو فلاں چیز کا عِلم نہیں تھا، ان لوگوں کو اس بات کی سمجھ نہیں۔ اَرے اللہ غیب الغیب ہے ــــــ جب اللہ خود ہی نہیں چھپا تو اس نے اور کیا چھپایا تھا ــــــ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب تم سے کیا نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

جس سے رب نے اپنی ذات کو نہیں چھپایا اُس نے اور کیا کچھ چھپالیا تھا۔ غیب تو معمولی چیز ہے نبی پاک سے تو رب بھی نہیں چُھپا ــــــ میرے دوستو! رَب نے کیا کیا دیا؟ محبوب نے کیا کیا لیا؟ وہ دینے والا جانے یا لینے والا۔ ہمیں تو خوش ہونا چاہیے۔

بعض لوگ ایسے ہی جل رہے ہیں، سَڑ رہے ہیں۔ نہیں نہیں کچھ نہیں دیا۔ بھئی! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ دیا ہے یا نہیں کیا تم وہاں موجود تھے؟ ـــــــ اَرے دینے والا رَب اور لینے والا اُس کا حبیب۔ تم کیوں جل بھُن رہے ہو؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے اور شکر اَدا کرنا چاہئے کہ اُسے ملا ہے جو ہمارا نبی ہے ـــــــ نبی کی بارگاہ سے ہمیں بھی ملے گا ـــــــ اللہ تعالیٰ نے بیشمار نعمتیں اور برکتیں اَپنے حبیب کو عطا فرمائیں۔

اللہ نے فرمایا میرے حبیب! میری بارگاہ میں آئے ہو، دوست کے پاس آتا ہے تو کوئی ہدیہ یا تحفہ لاتا ہے کیا تحفہ لائے ہو؟ ـــــــ عرض کی جو زبان سے تیرا ذکر، اَذکار، تسبیح کی ہے۔ بدنی عبادت، قولی عبادت اور جو تیری راہ میں تیری محبت میں مال دیا ہے، یہ عاجزی، یہ بندگی حاضر ہے۔ بولو! اللہ کی بارگاہ میں نبی کریم نے کیا ہدیہ تحفہ پیش کیا؟ عاجزی بندگی اور عبادت۔ عبادت عاجزی کو کہتے ہیں۔ یہ عاجزی ہی ہے نہ سجدے میں سر رکھ کے کہنا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تو حضور نے بندگی، عبادت اور عاجزی پیش کی ـــــــ اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر آدمی سے پُوچھے گا ـــــــ اَے انسان! مَیں نے تمہیں اتنا کچھ دیا، اِتنی نعمتیں دِیں تُو میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے؟ تو پھر بولو! اللہ کے لئے کچھ تحفہ لیکر جانا ہے کہ نہیں ـــــــ اللہ پُوچھتا ہے۔ ہر انسان سے پُوچھے گا۔ مَیں نے تیرے لئے اتنی نعمتیں پیدا کی تھیں۔ مَیں تو بے نیاز ہُوں مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ سب کچھ تیرے لئے بنایا تھا، تو تُو میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے؟ تو اللہ پوچھتا ہے یاد رکھنا تو پھر بولو! اللہ کے لئے تحفہ تیار کرنا ہے یا نہیں تو کیا کرو گے؟ تو کیا مٹھائی کا ڈبہ لے جاؤ گے؟ بسکٹ یا حلوہ لے جاؤ گے؟ کہ مَولا تیرے واسطے لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کھانے، پینے، پہننے سے پاک ہے تو اس کے پاس کیا تحفے لیکر جاؤ گے؟

اَرے نبی پاک نے کرم کر دیا اور اپنی اُمت کو بتا دیا کہ میری اُمت وہی تحفہ تیار کرے جو میں نے پیش کیا تو حضور نے کیا پیش کیا؟ عاجزی عبادت ـــــــ ہمیں بھی

چاہئے کہ کثرت سے اللہ کی عبادت کریں ـــــ نمازیں پڑھا کریں ـــــ
سجدے کیا کریں ـــــ قرآن پاک کو پڑھا کریں ـــــ ذکر اذکار کیا کریں
ـــــ قیامت کے دن جب سوال ہو تو ہم اپنا تحفہ عاجزی پیش کر دیں تو جن کے پاس یہ
تحفہ ہوگا وہ پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو انعام دے گا اور جن کے پاس یہ تحفہ نہ ہوگا وہ
مارے شرم کے چھپتے پھریں گے۔ کدھر جائیں کیونکہ پلّے تو کچھ ہے نہیں اور جن کے پلّے
کچھ نہ ہو وہ شرم کے مارے چھپتے پھرتے ہیں کہ نہیں ـــــ اسی لئے کسی شاعر نے
کہا ہے ۔

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

جس کے پاس بندگی نہیں ہوگی اس کے پاس شرمندگی ہی شرمندگی ہوگی۔ کثرت
سے عبادت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا ہی عبادت کے لئے کیا ہے ـــــ
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ـــــ اللہ فرماتا ہے ـــــ ہم
نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اسی لئے کیا ہے کہ وہ عبادت کریں ـــــ بہرصورت
نبی پاک نے بندگی کا تحفہ ہدیہ پیش کیا ـــــ اللہ تعالیٰ نے اس تحفے کو قبول کیا اور اپنی
جناب سے انعام عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے کیا انعام دیا؟ ـــــ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ـــــ سلام ہو تجھ پر اے نبی! اللہ کی رحمت اور
برکت ہو ـــــ حضور نے اس کے جواب میں کہہ دیا ـــــ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ـــــ مولا! تیرا سلام ہو ہم سب پر اور تیرے
صالحین بندوں پر ـــــ یہاں پر ایک بڑا عجیب وغریب نقطہ ہے سنو! ـــــ اور
اپنے آقا پر قربان ہو جاؤ۔

اللہ نے کیا فرمایا؟ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ محبوب! میرا سلام، میری رحمتیں اور برکتیں
تجھ پر ـــــ عَلَيْكُمْ نہیں ـــــ اگر عَلَيْكُمْ ہوتا تو معنی ہوتا تم پر

نبی کریم نے کیا فرمایا؟ اَلسَّلَامُ ـــــ عَلَیْکَ کا معنیٰ ہے صرف تجھ پر ـــــ
عَلَیْنَا ـــــ اور عَلَیْنَا ضمیر متکلم مع الغیر ہے اور متکلم حضور ہیں۔ اگر حضور فرماتے
اَلسَّلَامُ عَـلَـیَّ تو اس کا معنیٰ ہوتا، اے اللہ! تیرا سلام اور رحمتیں، برکتیں مجھ اکیلے پر
نہیں نہیں! حضور نے فرمایا ـــــ اَے مَولا! تیری رحمتیں اور برکتیں مجھ
اکیلے پر نہیں بلکہ عَلَیْنَا ہم سب پر ـــــ خوش ہو جاؤ کہ حضور ﷺ لامکاں کی
وسعتوں میں بھی ہم کو نہیں بھولے۔ وہاں بھی یاد فرمایا ـــــ اُس نبی کے گیت گاؤ
ـــــ اُس نبی کے دِین کا جھنڈا بلند کرو ـــــ جو لامکاں پر جا کے بھی نہیں بھولا
ـــــ جب اُمیدوار ووٹ لینے کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں ـــــ جی ہم تو
آپ کے باپ دادا کے بھی خادم ہیں اور آپ کے بھی ـــــ بڑی باتیں کریں گے اور
جب کچھ ہو جائیں گے پھر سیدھے مُنہ بات بھی نہیں کرتے ـــــ ارے یہ تو کرسیوں
پر جا کر بھول جاتے ہیں۔

اور ہمارے نبی محترم اَیسے غمخوار و خیر خواہ ہیں کہ ''قَابَ قَوْسَیْن'' کی منزلوں
میں جلوہ گر ہو کے بھی نہیں بھُولے ـــــ اور میں کہتا ہُو بھولے کب؟ ـــــ پیدا
ہوئے تو پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا ـــــ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف کی ـــــ اور
پھر ہم گنہگاروں کے لئے بخشش کی دُعا کی ـــــ جب تک ظاہری حیات میں رہے
ہمارے لئے دُعایں کرتے رہے ـــــ غاروں میں جا جا کے روتے رَہے ـــــ
بھُو کے پیار سے ہمارے لئے بخشش کی دُعائیں کرتے رہے ـــــ ساری ساری
رات کھڑے رہتے اور پیر سُوج جاتے ـــــ اور پھر جب دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھتے تو ہم
گنہگاروں کیلئے ہوتی تھی۔

وفات شریف کے بعد جب قبر مبارک میں رکھا گیا تو ہونٹ ہل رہے تھے۔ صحابہ
کرام نے کان لگایا تو حضور فرما رہے تھے ـــــ یا اللہ! میری اُمّت کو بخش دے

آج بھی ہمیں یاد کرتے ہیں ــــــ اور ہمارے لئے دُعائیں فرماتے ہیں ــــــ اور کل قیامت کے دن جہاں ماں بیٹے کو بھول جائے گی ــــــ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو فراموش کر دے گی ــــــ سارے نبی نفسی نفسی کہتے ہوں گے ــــــ تو حضور وہاں بھی ''اُمتی اُمتی'' پکارتے ہوں گے اور جب تک اپنے سارے اُمتیوں کو نہ بخشوالیں گے اُس وقت تک حضور بارگاہ خداوندی میں روتے رہیں گے۔ جب تک بارگاہ ربِّ ذوالجلال سے بخشش کا پروانہ نہ مل جائے، حضور رؤف ورحیم ''اُمتی اُمتی'' پکارتے رہیں گے۔ حضور کے صدقہ میں ہم سب کی بخشش ہوگی اور آج بھی دنیا میں ہم اپنے گناہوں کی مغفرت اپنے رب سے چاہتے ہیں تو مصطفےٰ ﷺ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اُن کے وسیلہ سے ہماری مغفرت ہوتی ہے۔ پروردگار! آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں ہم سب کی مغفرت فرما۔ اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

شانِ رسالت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

درود و سلام پیش کیجئے ــــــ حمد و ثنا کے بعد میرے بزرگوار دوستو! ــــــ قرآن کریم کی دو آیتیں میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ــــــ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ میں ان دونوں آیتوں کے متعلق کچھ آپ

حضرات کے سامنے بیان کروں گا ـــــ تو گویا یہ آج کا مضمون، آج کی تقریر ان کی فرمائش کے مطابق ہے اور میں دیکھ رہا ہُوں کہ علمائے کرام کی ایک جماعت تشریف فرما ہے ـــــ ان علمائے کرام میں اکابر بھی ہیں اور اصاغر بھی ہیں ـــــ بڑے بڑے علمائے کرام بھی ہیں اور چھوٹے چھوٹے علمائے کرام بھی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ میرا شمار نہ اکابر میں ہے اور نہ اصاغر میں ـــــ میں ان علمائے کرام کا ادنیٰ خادم ہُوں ـــــ علمائے کرام کا بڑا بلند مقام ہے اور جب مَیں اپنے آپ کو دیکھتا ہُوں، اپنی حالت پر نظر کرتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ لوگ میرے متعلق کیا کیا کہتے ہیں؟ ـــــ اور میں کیا ہوں؟ ـــــ پھر میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اَے اللہ! تو نے لوگوں سے میرے عیُوب کو چھپا رکھا ہے اور تو عزت کرواتا ہے ورنہ مَیں ہرگز اس کے لائق نہیں ہوں ـــــ اَے مولائے کریم! ـــــ مجھے اپنے پیاروں کے صدقے میں اپنے محبوبوں کی جوتیاں اُٹھانے والوں میں سے کر دے۔ قیامت کے دن تیرے غلاموں کے کفش برداروں میں میرا بھی شمار ہو جائے تو میرے لئے یہ بہت بڑی سعادت ہے ـــــ آپ حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے ساتھ محبت کرنے والوں کی محبت عطا فرمائے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرات کی محبت ہے کہ آپ مجھے بُلا لیتے ہیں ورنہ ہمارے خطیب اہل سنت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب بڑی اچھی، بڑی مدلّل اور بڑی پیاری تقریر فرماتے ہیں ـــــ میں جب اُن کی تقریر سُنتا ہوں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے ـــــ میں دل کی گہرائیوں سے ان کیلئے دعا کرتا ہوں ـــــ میرے بزرگوار دوستو! ـــــ دو آیتیں جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں اُن دو آیتوں کا لفظی ترجمہ اور چند تفسیری مسائل جہاں تک ہو سکے گا میں آپ کے سامنے بیان کروں گا وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

يَا اَيُّهَا النَّبِیُّ اے غیب کی خبریں دینے والے ـــــ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ

'بے شک ہم نے تجھے بھیجا' ـــــ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ـــــ 'حاضر وناظر اور خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا' ـــــ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ 'اور بلانے والے اللہ کی طرف اس کے حکم سے' ـــــ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا 'اور چمکا دینے والا آفتاب' ـــــ یہ ہے اِن دو آیتوں کا لفظی ترجمہ ـــــ تشریح اور تفسیر کے سلسلہ میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں کہ اِن دو آیتوں میں سب سے پہلے 'یَا' حرفِ ندا ہے ـــــ ایک پوری تقریر اِس 'یا' پر ہو سکتی ہے ـــــ اس کے بعد ہے لفظ 'نبی' ـــــ نبی کا معنی کیا ہے؟ ـــــ اور نبی کا مقام کیا ہوتا ہے؟ ـــــ اور نبی کو نبی کیوں کہتے ہیں؟ ـــــ ایک پوری تقریر اِس لفظ پر ہو سکتی ہے ـــــ اس کے بعد اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ پر بھی ایک پوری تقریر ہو سکتی ہے ـــــ اسی طرح شَاهِدًا پر بھی ـــــ ایک ایک جملے پر ـــــ ایک ایک حرف پر تقریر ہو سکتی ہے تو اِس تھوڑے سے وقت میں اِن دو آیتوں کا ترجمہ اور تفسیر کس طرح بیان ہو سکتی ہے ـــــ اسی لئے میں نے شروع میں بیان کر دیا کہ جہاں تک ہو سکے گا میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا۔ آپ حضرات بڑی توجہ کے ساتھ، بڑے سکون کے ساتھ سُنیئے اور اپنے عقائد و اعمال کو سنواریئے۔

سُنو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ ـــــ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو 'یَا' کہہ کر پکارا ـــــ 'یَا' حرفِ ندا ہے اور ندا کا معنی ہے پکارنا ـــــ اگر کسی کو ندا کرنا، اگر کسی کو پکارنا یہ عبادت ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی کو 'یَا' کہہ کر نہ پکارتا کیونکہ اللہ تعالیٰ عابد نہیں ہے بلکہ معبود ہے ـــــ اور اگر 'یا' پکارنے کو عبادت قرار دیا جائے تو 'یا' کہنے والا ہوگا عابد اور جسے 'یا' کہہ کر پکارا جائے وہ ہوگا معبود ـــــ تو اللہ تبارک و تعالیٰ عابد نہیں ہے ـــــ وہ کسی کی عبادت نہیں کرتا ـــــ اس کی ذات اس سے پاک ہے ـــــ وہ معبود ہے ـــــ معلوم ہوا کہ 'یا' کہہ کر پکارنا یہ عبادت نہیں ہے۔ جب عبادت نہیں تو شرک بھی نہیں۔ شرک اس

وقت ہوگا جب یا کہنے کو عبادت قرار دیا جائے ــــــــ تو بزرگو اور دوستو سُنو! کسی کو پارنا یہ عبادت نہیں ہے۔ہاں ایک صورت میں عبادت ہوسکتا ہے کہ جس کو پکارا جائے اُسے معبود سمجھ کر، معبود مان کر پکارا جائے تو یہ شرک ہے۔

'یَا' حرفِ ندا ہے اور پکارنے والے کو کہتے ہیں ''منادی'' اور جس کو پکارا جائے اسے کہتے ہیں ''منادیٰ'' ــــــــ اگر منادی، منادیٰ کو معبود مانے، معبود سمجھے اور معبود سمجھ کر اس کو پکارے تو ہم بھی اس کو شرک کہتے ہیں ــــــــ ہمارے نزدیک بھی یہ شرک ہے لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے۔ ہم سچے دل سے پڑھتے ہیں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ــــــــ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ہمارے نزدیک معبود صرف اللہ کی ذات ہے۔ہم اس کے علاوہ کسی کو معبود تصوّر نہیں کرتے ــــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو نبیوں کے سردار ہیں، جو تمام نبیوں کے سردار ہیں ہم اُن کو بھی معبود تصوّر نہیں کرتے اور ہمارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو بھی اللہ کے سوا معبود سمجھے، معبود مانے تو یہ شرک ہے اور ماننے والا مُشرک ہے اور مُشرک کی ہرگز ہرگز بخشش نہیں ہوگی۔

میرے بزرگو اور دوستو! ــــــــ ہم اللہ تعالیٰ کو بھی پکارتے ہیں ــــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی پکارتے ہیں ــــــــ اولیاء کو بھی پکارتے ہیں ــــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتے ہیں، اللہ کا محبوب سمجھ کر ــــــــ اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں اللہ کے ولی اور دوست سمجھ کر ــــــــ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے محبوب اور دوست ہماری پکار کو سُن لیتے ہیں اللہ کی دی ہوئی قدرت و طاقت سے ــــــــ یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ہماری فریاد کو سُن لیتے ہیں اور ہماری مدد فرماتے ہیں۔

اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام از خود سُن لیتے ہیں یعنی ان کو سُننے اور مدد کرنے کی قدرت ذاتی طور پر حاصل ہے اللہ کی عطا سے نہیں تو ہمارے نزدیک یہ بھی شرک ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ انبیاء، اولیاء کو سُننے کی قدرت اور طاقت اللہ نے دی ہے۔وہ اللہ کی دی ہوئی قدرت اور طاقت سے ہماری فریاد کو سُن لیتے ہیں۔

اولیاء ہماری مدد فرماتے ہیں، یہ ہرگز شرک نہیں۔ جو اِس کو شرک کہتا ہے وہ شرک کی تعریف ہی نہیں جانتا۔ وہ شرک کے مطلب اور مفہوم سے بھی واقف نہیں ــــــــ پہلے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ اللہ والے کیسے سُن لیتے ہیں؟ اور اس کے بعد آپ کو یہ بتا دوں کہ ہم ہی صرف ''یارسول اللہ'' کہتے ہیں یا یہ کہ حضور ﷺ کو ''یا'' کہہ کر پکارنا خود رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ سے چلا آرہا ہے ــــــــ پہلے یہ سُنو! کہ اللہ والے سُن لیتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے، حدیث قدسی ہے اور صحیح بخاری شریف کے اندر موجود ہے ــــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ــــــــ مَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ ــــــــ میرا بندہ نفلوں کے ساتھ میری طرف قرب حاصل کرتا رہتا ہے ــــــــ وہ فرائض بھی ادا کرتا ہے اور واجبات بھی ادا کرتا ہے اور سنت بھی ادا کرتا ہے اور نوافل بھی ادا کرتا ہے اور نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ فرائض بھی ادا کرتا ہے، واجبات بھی ادا کرتا ہے، سُنتیں بھی ادا کرتا ہے مگر میرا قُرب حاصل کرتا ہے تو نفلوں کے ساتھ ــــــــ اور یہ تو نوافل پڑھتے ہی نہیں۔ یہ تو سُنتیں بھی مشکل سے پڑھتے ہیں جو ضروری موکدہ سنتیں ہیں وہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں ــــــــ جی! جہاں تک نوافل کا تعلق ہے اگر پڑھو تو ثواب اور نہ پڑھو تو کوئی گناہ نہیں ــــــــ یہ مسئلہ ہم بھی مانتے ہیں یہ ٹھیک ہے لیکن میاں اگر فرائض ادا کیے، واجبات ادا کیے تو کونسا کمال کیا؟ ــــــــ وہ تو فرض ہے، وہ تو واجب ہے جو ہم نے اَدا کیا۔ محبت کی دلیل تو یہ ہے کہ فرائض اور واجبات ادا کرنے کے بعد جب ساری دنیا سو جائے ــــــــ تو اُس کی محبت میں اُٹھ کر، اُس کی رضا کے لئے نفل پڑھ اور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو ــــــــ یہ شان ہے اولیاء کرام کی ــــــــ یہ شان ہے صالحین کی ــــــــ اسی واسطے کسی محبت والے نے شعر کہا ہے۔

میں راتوں کو اُٹھ کے روتا ہوں   جب ساری دنیا سوتی ہے

جو یادِ خدا میں اشک بہے　　وہ اشک نہیں وہ موتی ہے

یہ اللہ والے جو ہوتے ہیں ان کو اللہ سے محبت ہوتی ہے ــــــ وہ محبت، وہ لگن ان کو سونے نہیں دیتی ــــــ یاد رکھو! جب تک محبت نہ ہو، لگن نہ ہو کچھ بھی نہیں بنتا ــــــ جب تک عشق نہیں ــــــ جب تک محبت نہیں ــــــ جب تک پیار نہیں ــــــ کچھ بھی نہیں۔

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں　　یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں

اہلِ عشق بنو! ــــــ جب تک اہلِ عشق اور اہلِ محبت نہیں بنو گے بات نہیں بنے گی۔ اہل محبت بنو اور اہل محبت کے طریقے پر چلو ــــــ یہ اللہ والے جو ہوتے ہیں یہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔ یہ اُس کی محبت میں ساری ساری رات نفل پڑھتے گذار دیتے ہیں۔

اِنہیں کی شان میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے ــــــ وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ــــــ ''اور اللہ کے بندے رات گذار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدہ کرتے ہوئے، قیام کرتے ہوئے'' ــــــ مَازَالَ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ ــــــ ''میرا بندہ نفلوں کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے'' ــــــ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا رہتا ہے۔ روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ حَتّٰی اَحۡبَبۡتُهٗ ــــــ ''یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں'' ــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بنالیتا ہوں اس کو اپنا محبوب ــــــ یہ کسی کے بس کی بات نہیں جس کو وہ چاہے بنالے، کسی کے حَسد کرنے اور جلنے سے کیا ہوتا ہے؟ جس کو وہ چاہے اُپنا محبوب بنالے ــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ــــــ حَتّٰی اَحۡبَبۡتُهٗ ــــــ یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں ــــــ پھر وہ بندہ محبوبِ سُبحانی ہو جاتا ہے ــــــ پھر وہ بندہ محبوبِ رحمانی ہو جاتا ہے ــــــ پھر وہ محبوبِ الٰہی ہو جاتا ہے ــــــ اس کو اللہ اپنا محبوب بنالیتا ہے پھر اس کو کیا درجہ عطا فرماتا ہے۔

محبوبیت کا نتیجہ اور ثمرہ اُس کو کیا ملتا ہے؟ ــــــ یہ میں نہیں کہہ رہا یہ اللہ کا فرمان ہے۔ جو نبی کریم ہمیں بتا رہے ہیں۔ ہمارے سامنے پیش فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اس بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ اللہ فرماتا ہے ــــــ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں ــــــ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ ــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پھر اس کی سماعت مَیں بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے ــــــ وَکُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ ــــــ پھر اس کی بَصر مَیں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے ــــــ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا ــــــ اس کے ہاتھ میں ہو جاتا ہوں جن ہاتھوں سے وہ حملہ کرتا ہے، پکڑتا ہے ــــــ وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا ــــــ اس کے پاؤں میں ہو جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ چلتا ہے۔

وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ ــــــ اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو مَیں ضرور ضرور اس کو عطا کرتا ہُوں ــــــ یہ اللہ کا فرمان ہے ــــــ کسی صُوفی کا قول نہیں ــــــ کسی امام کا قول نہیں ــــــ کسی مجتہد کا قول نہیں ــــــ یہ اللہ کا فرمان ہے جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ــــــ اب ذرا غور کے ساتھ سُنو۔ اللہ فرماتا ہے ــــــ فَکُنْتُ پس ہو جاتا ہوں ــــــ سَمْعَهٗ اُس کی سماعت ــــــ سمع سُننے کی صفت کو کہتے ہیں ــــــ بولو! ''سمع'' کا معنیٰ کیا ہے؟ ــــــ ''سُنتا'' ــــــ اور ''سمیع یا سامع''؟ ــــــ سُننے والا ــــــ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بندے کے سُننے کی جو صفت سمع ہے وہ میں ہو جاتا ہوں۔ پھر وہ اپنی بشری صفت کے ساتھ نہیں سُنتا ہے وہ میرے ساتھ سنتا ہے۔ میں آپ سے پُوچھتا ہُوں کہ بشری صفت کیا ہے؟ ــــــ ہم لوگ قریب کی بات سنتے ہیں دُور کی نہیں اور اللہ تعالیٰ قریب و بعید ہر جگہ سے سُنتا ہے یا نہیں؟ ــــــ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ــــــ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ جو بندہ میرا محبوب بن جاتا ہے پھر اس کے سُننے کی صفت مَیں ہو جاتا ہوں ــــــ پھر وہ اپنی بشری صفت کے ساتھ نہیں سُنتا میرے ساتھ سُنتا ہے۔

تو اللہ جب ہر جگہ سے سُنتا ہے تو اللہ کا بندہ اللہ کی صفت کا مظہر ہو کر ہر جگہ سے سُننے لگ جاتا ہے ـــــــ یہ مطلب چودھویں صدی میں ہم نے نہیں بیان کیا، امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تفسیر کبیر اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ـــــــ وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ اِذَا دَوَامَ عَلَى الطَّاعَةِ بلغَ الْمَقَامَ الَّذِىْ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا ـــــــ فرماتے ہیں اسی طرح بندہ جب ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے تو پھر وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس مقام کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ "مَیں اس کی سمع، بصر ہو جاتا ہُوں۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟ فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًالَهٗ، سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ ـــــــ "اور جب اللہ کے جلال کا نُور اُس بندے کی سمع بن جاتا ہے، سُننے کی صفت بن جاتا ہے تو وہ بندہ قریب و بعید سے، دُور و نزدیک سے سُننے لگ جاتا ہے" ـــــــ چاہے کوئی دہلی سے پکارے "یاغوثِ اعظم دستگیر" ـــــــ چاہے کوئی مرادآباد سے پکارے ـــــــ چاہے کوئی پاکستان سے پکارے ـــــــ چاہے کوئی ہندوستان سے پکارے ـــــــ چاہے کوئی دُنیا کے کسی خطّے سے پکارے، وہ سُن لیتے ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اب شُبہ نہ کرنا، اَب اُس کا سُننا، اُس کا سُننا نہیں بلکہ میرا سُننا ہے ـــــــ اور بولو! اللہ ہر جگہ سے سُنتا ہے یا نہیں۔ جب اللہ ہر جگہ سے سُنتا ہے تو اللہ کا بندہ بھی اللہ کی صفت کا مظہر ہو کر ہر جگہ کی آوازوں کو سُننے لگ جاتا ہے میرے الفاظ یاد رکھنا ـــــــ "وہ بندہ اللہ نہیں ہو جاتا، اللہ کی صفت کا مظہر ہو جاتا ہے" ـــــــ اس لئے بار بار کہہ رہا ہُوں کہ وہ اللہ کی صفت کا مظہر ہو کر ہر جگہ کی آوازوں کو سُننے لگ جاتا ہے ـــــــ چونکہ ابھی سُننے کی بات ہو رہی ہے اِسی پر اکتفا کرتا ہُوں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث کی شرح کی ہے مَیں اس کا ترجمہ عرض کر دیتا ہُوں۔ فرماتے ہیں ـــــــ اسی طرح جب اللہ کے جلال کا نور اس کی بصر ہو جاتا ہے ـــــــ دیکھنے کی صفت بن جاتا ہے تو وہ بندہ رَاَیَ الْقَرِيْبَ

وَالْبَعِیْدَ ـــــــ قریب وبعید اور دُور ونزدیک دیکھنے لگ جاتا ہے ـــــــ اور فرماتے ہیں ـــــــ اِسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نُور فَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ یَدَ اللّٰہِ ـــــــ جب اللہ کے جلال کا نُور اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے تو پھر اس بندے کی کیا شان ہو جاتی ہے؟ ـــــــ اس بندے کی شان ہو جاتی ہے ـــــــ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّھْلِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ ـــــــ پھر وہ بندہ جس کے ہاتھ اللہ بن جاتا ہے تو اس بندے کی یہ شان ہو جاتی ہے کہ وہ مشکل وآسان، نزدیک و دُور میں ہر جگہ تصرّف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

پھر اُس کی شان یہ ہو جاتی ہے کہ بغداد شریف میں بیٹھا بیٹھا سمندر میں ڈوبتے جہازوں کو پار لگا دے ـــــــ اِسی واسطے تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ع

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر

یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر ہے۔ امام رازی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو شرح فرمائی ہے حدیث کی اس کا بالکل مفہوم ہے۔

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــــ اللہ تعالیٰ بزرگوں اور وَلیوں کے متعلق یہ فرمارہا ہے کہ جو میرے پیارے نوافل پڑھتے ہیں اور نفلوں کے ساتھ میرا قُرب حاصل کرتے ہیں میرے محبوب بن جاتے ہیں۔ اُن کو یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ـــــــ ان کا سُننا، میرا سُننا ـــــــ ان کا دیکھنا، میرا دیکھنا ـــــــ ان کا بولنا، میرا بولنا ـــــــ ان کا پکڑنا، میرا پکڑنا ـــــــ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ وہ میری صفتوں کے مظہر بن کر ہر جگہ کی آواز کو سُنتے ہیں ـــــــ ہر جگہ دیکھتے ہیں ـــــــ ہر جگہ تصرف کرتے ہیں ـــــــ ذرا غور کرو! جب اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو پھر انبیاء کی شان کیا ہوگی؟ جب محبوبوں کی یہ شان ہے تو جو سارے محبوبوں کے آقا ہیں، سیّد المحبوبین ہیں

اُن کی شان کیا ہوگی؟ ـــــ جب اولیاء اللہ سُنتے ہیں ـــــ ان کا سُننا، رب کا سُننا ہے ـــــ تو کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے محبوب نہیں ہیں؟ حضور تو حبیب ہیں اور اَزل و اَبد ہمیشہ اللہ کے حبیب ہیں ـــــ محبوبوں کی یہ شان ہے تو حبیب کی کیا شان ہوگی؟

معلوم ہوا کہ ہمارا جو یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ سُن لیتے ہیں، حضور سُن لیتے ہیں ـــــ ہمارا یہ بناوٹی عقیدہ نہیں ـــــ یہ کسی صوفی کا بنایا ہوا عقیدہ نہیں ـــــ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ـــــ ان کا سُننا، ہمارا سننا ـــــ ان کا دیکھنا، ہمارا دیکھنا ـــــ ان کا بولنا، ہمارا بولنا ـــــ مولانا روم فرماتے ہیں ۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

فرماتے ہیں ـــــ پھر اللہ کے ولی کا کہنا، اللہ کا کہنا ہو جاتا ہے ـــــ اللہ کے ولی کا فرمان، اللہ کا فرمان ہوتا ہے ـــــ اللہ کے ولی کا قول، اللہ کا قول ہوتا ہے ـــــ اگرچہ یہ آواز اللہ کے بندے کے حلق سے نکلتی ہے ـــــ اگرچہ وہ قول یا بات اللہ کے بندے کے مُنہ سے نکلتی ہے مگر اُس زبان پر بولنے والا اللہ ہوتا ہے۔

اب وہ مسئلہ سمجھ لو! جس کو بعض لوگ نہیں سمجھتے اور اعتراض کرتے ہیں، کہتے ہیں ـــــ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے تو فرماتے تھے "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ" ـــــ اور غوث اعظم نے مُردے زندہ کئے تو فرمایا "قُمْ بِاِذْنِیْ" اُٹھ میرے حکم سے ـــــ تو کہتے ہیں کیا غوثِ اعظم عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ گئے؟ ـــــ یہ سمجھے نہیں۔ یاد رکھو! قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کا مقام بِاِذْنِیْ سے بلند ہے ـــــ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کہنا قُمْ بِاِذْنِیْ سے بلند اور زیادہ درجے کی بات ہے ـــــ وہ میں اِس وقت آپ حضرات کے سامنے پیش نہیں کرتا، باریک بات ہے ـــــ لیکن میں آپ کو بتانا یہ چاہتا ہُوں کہ حضرت غوثِ اعظم نے مُردوں کو زندہ کیا تو فرمایا ـــــ قُمْ بِاِذْنِیْ ـــــ اُٹھ میرے حکم سے ـــــ تو یُوں سمجھو کہ زبان غوث اعظم کی تھی اور غوث اعظم کی زبان

پر بولنے والا اللہ تھا ـــــ زبان درمیان میں آلہ تھی ـــــ زبان درمیان میں ذریعہ تھی ـــــ اور اس زبان پر بِاِذْنِی کہنے والا اللہ تعالیٰ تھا ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ ''میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔''

ـــــ یہ لوگ اس مقام کو کیا سمجھیں گے ان کو تو ہوا بھی نہیں لگی ـــــ یہ تو اہل اللہ کا مقام ہے ـــــ اولیاء اللہ کا مقام ہے ـــــ اولیاء اللہ کو ماننے والے ہی اس کو مانیں گے ـــــ جو اولیاء اللہ کو مانتے ہی نہیں وہ اولیاء اللہ کے مقام کو کیا جانیں گے؟

ـــــ تو میرے دوستو، بزرگو! پہلی بات یہ یاد رکھو کہ ہمارا جو عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ سُن لیتے ہیں۔ اولیاء اللہ سُن لیتے ہیں، یہ عقیدہ بناوٹی نہیں یہ عقیدہ خود ساختہ نہیں ہے۔ یہ عقیدہ کسی صُوفی کے قول سے نہیں یہ عقیدہ کسی امام کے قول سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے۔

یہاں میں ایک بات بیان کرتا ہی چلوں۔ یہ صحیح بخاری شریف کے اندر حدیث قدسی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے اور بخاری شریف کو مخالفین بھی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں تو وہ اس کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں وہ بھی سُن لو ـــــ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو فرمایا ہے نہ ـــــ کہ میں اس بندے کے کان بن جاتا ہوں اور پھر وہ میرے ساتھ سُنتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کانوں سے کوئی بُرا کلام نہیں سُنتا ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں پھر وہ میرے ساتھ دیکھتا ہے ـــــ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آنکھوں سے کوئی بُری چیز نہیں دیکھتا ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں ـــــ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی زبان سے بُری بات نہیں کرتا ـــــ مطلب یہ کہ وہ نیک ہو جاتا ہے ـــــ کانوں سے بُرا کلام نہیں سُنتا ـــــ آنکھوں سے کوئی بُری چیز نہیں دیکھتا ـــــ زبان سے کوئی بُرا کلام نہیں کرتا ـــــ ہاتھوں سے کوئی بُرا کام نہیں کرتا ـــــ پَیروں سے کسی بُرے کام کی طرف چل کے نہیں جاتا ـــــ یعنی نیک ہو جاتا ہے وہ، یہ مطلب بیان

کرتے ہیں۔

حالانکہ حدیث کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں یعنی اس کے سننے کی صفت میں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے ـــــ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کوئی برا کلام نہیں سنتا ـــــ تو کہنا پڑے گا کہ اللہ بھی کوئی برا کلام نہیں سنتا کیونکہ اس کا سننا، اللہ کا سننا ـــــ بولو! اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا ہے یا نہیں؟ ـــــ اگر یہ کہا جائے کہ وہ بندہ کوئی برا کلام نہیں سنتا تو یہ کہنا پڑے گا "اللہ بھی کوئی برا کلام نہیں سنتا" ـــــ تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے مطلقاً سننے کی نفی ہو جائے گی اور یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے ـــــ کیونکہ اللہ تو سب کچھ سنتا ہے۔

دوسرا جواب سنو! ـــــ یہ لوگ تدبر نہیں کرتے، غور و فکر نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ بندہ نیک بن جاتا ہے ـــــ میں کہتا ہوں کہ نیک بنتا تو محبوب ہونے سے پہلے لازم ہے ـــــ جب تک نیک نہ ہو اُس وقت تک اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا ـــــ اور یہ مرتبہ اس کو محبوب بننے کے بعد ملتا ہے چنانچہ قرآن پڑھ کر دیکھ لو ـــــ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ ـــــ میری اتباع کرو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کا محبوب بعد میں بنتا ہے اور نبی کریم کی اتباع پہلے کرنی پڑتی ہے ـــــ پہلے نیک بنے گا تو اللہ کا محبوب بنے گا ـــــ نیک کس کو کہتے ہیں؟ ـــــ نیک اس کو کہتے ہیں جو حرام سے بچے، حلال کو اختیار کرے، جائز کام کرے، ناجائز کاموں سے بچے، پرہیزگار ہو، متقی ہو ـــــ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع و فرمانبردار ہو۔ جب مطیع اور فرمانبردار ہوگا صحیح معنوں میں نیک ہو جائے گا تو پھر وہ اللہ کا محبوب بنے گا۔ پھر محبوب بننے کے بعد اس کو یہ درجہ ملے گا ـــــ ہم کہتے ہیں نیک بننا محبوب ہونے سے پہلے ہے ـــــ یہ کہتے ہیں کہ نیک بننا محبوب ہونے کے بعد ہے۔ عجب تماشہ ہے اُوپر کو نہیں جاتے نیچے آتے ہیں ـــــ جو نیک نہیں وہ اللہ کا محبوب نہیں ہو سکے گا ـــــ فَاتَّبِعُوْنِیْ کی منزل سے گذرے گا تو

درجہٗ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پائے گا ـــــــ اور جب محبوب بنے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ـــــــ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ ـــــــ فَاِذَا اسم شرط ہے کہ جب میں اُسے اپنا محبوب بنا
لیتا ہوں تو پھر اس کو یہ درجہ اور مرتبہ عطا کرتا ہوں۔ نیک ہونا پہلے ہے، محبوب ہونا بعد میں
ہے ـــــــ یہ کہتے ہیں محبوب بن جاتا ہے پہلے ـــــــ نیک ہوتا ہے بعد میں
ـــــــ تو جو مطلب یہ بیان کرتے ہیں وہ درست نہیں ـــــــ جو مطلب میں نے
بیان کیا وہ بالکل درست ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــــ معلوم ہوا کہ جو اللہ کے محبوب ہوتے ہیں
وہ دُور و قریب سے سن لیتے ہیں کیونکہ اُن کا سُننا حقیقت میں اللہ کا سُننا ہے ـــــــ
ایک اور لطیفہ سُنو! ـــــــ یہ حضرات کیا کہتے ہیں؟ ـــــــ کہ دُور سے سُننا یہ اللہ
کی شان ہے اور میں کہتا ہوں کہ دُور سے سُننا ہرگز اللہ کی شان نہیں ـــــــ اس لئے کہ
دُور سے سُننا اللہ کی شان اس وقت ہو کہ جب اللہ کسی سے دُور ہو ـــــــ یا اللہ سے کوئی
دُور ہو ـــــــ اللہ دُور نہیں، اللہ قریب نہیں بلکہ اقرب ہے وہ دُور ہے یا قریب
ـــــــ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ـــــــ اللہ فرماتا ہے اَے
میرے محبوب! تجھ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے
ـــــــ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ بیشک میں قریب ہوں ـــــــ بلکہ فرمایا ـــــــ
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ـــــــ ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب
ہیں ـــــــ تو پھر دُور سے سُننا اُس کی صفت کیسے ہوا؟ دُور سے سُننا تو اُس کی صفت
ہوگا جو دُور ہوگا اور وہ تو قریب ہے ـــــــ پہلے اس کو دُور ثابت کرو پھر یہ کہو کہ دُور سے
سُننا اس کی صفت ہے۔ اللہ کی شان کیا ہے؟ ـــــــ وہ قریب سے سُنتا ہے، اگر بندہ بھی
قریب ہی سے سُنتا ہے تو پھر بندہ اللہ کا شریک ہو گیا۔

اگر کہو دُور سے تو معاملہ گڑبڑ ہے اور اگر کہو قریب سے تو بندہ بھی قریب سے سُن
لیتا ہے ـــــــ پھر جو اللہ کی صفت ہوئی وہی بندے کی صفت ہوگئی یہ بھی شرک ہو گیا

تو کدھر کو نکلو گے نکل کے دکھاؤ ـــــ وہی بات مانو جو اہلِ سُنت کہتے ہیں ـــــ وہی بات مانو جو سلف صالحین کہتے ہیں ـــــ سبھی شرک وِرک ختم ہو جائیں گے ـــــ اللہ تعالیٰ کا سُننا حقیقی ذاتی طور پر ہے ـــــ بندے کا دیکھنا اور سُننا اللہ کی عطا سے ہے۔

پس جب ذاتی اور عطائی کا فرق معلوم ہو جائے تو سب جھگڑے ہی ختم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا سُننا ذاتی طور پر اس کو یہ صفت کسی نے عطا نہیں کی ـــــ بندے کا سُننا عطائی طور پر بندے کو سُننے کی صفت اللہ نے عطا کی ہے ـــــ اللہ کی صفت غیر مخلوق ـــــ بندے کی صفت مخلوق ـــــ اللہ کی صفت اَزلی اَبدی ہے ـــــ اللہ کی صفت قدیم ہے ـــــ بندے کی صفت اَزلی اَبدی نہیں ـــــ بندے کی صفت جائز الفناء ہے ـــــ بندہ حادث ہے ـــــ میرے دوستو! اللہ کی صفات اللہ کی شان کے مطابق ہیں ـــــ بندے کی صفتیں بندے کی حیثیت کے مطابق ـــــ جب اتنے فرق ہوئے تو برابری نہ ہوئی۔ جب برابری نہ ہوئی تو شرک بھی نہ ہوا ـــــ وَیسے تو اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا سُنتا ہے ـــــ بندہ بھی دیکھتا، سُنتا ہے ـــــ مگر درمیان میں اتنے فرق موجود ہیں لہٰذا شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــ اب یہ لوگ جو شرک کی لٹھ لئے پھرتے ہیں اس کا تو کوئی علاج نہیں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ ـــــ کوئی تہذیب سے گری ہوئی بات نہیں کروں گا ـــــ گالیاں اُنہیں مبارک ـــــ مَیں مسئلہ آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ مسئلہ غور سے سُنیں ـــــ آپ نے سُن لیا سمجھ لیا کہ ہمارے نبی کریم ہماری فریاد کو سُن لیتے ہیں، سمجھ لیتے ہیں ـــــ اولیاء اللہ ہماری فریاد کو سُن لیتے ہیں ـــــ کیونکہ اُن کا سُننا، اللہ کا سُننا ہے ـــــ وہ اللہ نہیں لیکن اللہ کی صفتوں کے مظہر اتم ہیں ـــــ یہ اہلِ علم حضرات پڑھے لکھے حضرات تو بہت زیادہ جانتے ہیں ـــــ بعض لوگ اس لفظ کو شاید نہ سمجھتے ہوں تو اس کی بھی تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔

مظہر اِسم ظرف ہے جس کا معنی ظاہر ہونے کی جگہ ـــــ مثلاً: یہ جو ٹیوب لائٹ سے روشنی ظاہر ہو رہی ہے، ان بلبوں سے روشنی ظاہر ہو رہی ہے ـــــ یہ پیدا کہاں ہو رہی ہے؟ ـــــ پاور ہاؤس میں لیکن اس روشنی کا ظہور ان بلبوں، ان ٹیوبوں سے ہو رہا ہے ـــــ تو یہ بلب اور ٹیوب لائٹیں کیا ہیں؟ ـــــ بجلی کی مظاہر ـــــ بلب بجلی کا مظہر ہے ـــــ بجلی پیدا ہو رہی ہے پاور ہاؤس میں، ظاہر ہو رہی ہے بلب سے ـــــ یہ سمجھنے سمجھانے کے لئے ہے۔ بلا تشبیہ یہ کمالات ہیں اللہ کے ـــــ یہ صفتیں ہیں اللہ کی ـــــ مگر اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات ظاہر ہو رہے ہیں اس کے محبوبوں سے تو اُس کے محبوب اللہ تعالیٰ کے کمالات کے مظاہر ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظاہر ہیں ـــــ قرآن پاک سے اس کی دلیل پیش کر دوں۔ مُردے کو زندہ کرنے کی صفت ہے اللہ کی یُحْیِ وَیُمِیْتُ ـــــ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مارنا اور زندہ کرنا یُحْیِ وَیُمِیْتُ اور عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ـــــ مَیں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں ـــــ اُحْیِ صیغہ ہے واحد متکلم مضارع کا اور متکلم ہیں حضرت علیہ السلام ـــــ معنیٰ ہے میں زندہ کرتا ہوں مُردوں کو ـــــ مگر یہ جو مجھے درجہ اور مرتبہ حاصل ہے یہ ذاتی نہیں ہے باذن اللہ ہے۔ اللہ کے حکم سے مَیں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں یعنی کرتا مَیں ہُوں مگر کرتا ہوں اللہ کے حکم سے ـــــ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ زندہ کرتا ہوں مَیں مگر کرتا ہوں اللہ کے حکم سے ـــــ اگر یہ "بِاِذْنِ اللّٰہِ" کی قید نہ لگاتے تو بڑی مشکل پیش آجاتی۔ جس کا بھی کوئی مرجاتا وہ آکے کہتا اسے زندہ کردیں ـــــ اگر آپ زندہ نہ کرتے تو لوگ کہتے کر نہیں سکتے ـــــ اور اگر سب کو زندہ ہی کرتے جاتے تو یہ نظام کیسے قائم رہتا؟ ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا! یہ اچھی بات ہے مَیں مار رہا ہوں تُو زندہ کر رہا ہے ـــــ اس طرح دونوں میں اختلاف ہو جاتا، لڑائی ہو جاتی ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا! آپ تو میری مرضی کے خلاف کر رہے ہیں ـــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مَیں مُردوں کو زندہ کرتا ہُوں مگر تمہارے

کہنے سے نہیں کرتا اللہ کے کہنے سے کرتا ہوں۔

بچوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دوں۔ گاڑی کھڑی ہو اور پاس ڈرائیور بھی کھڑا ہو۔ محلے کے چار چھ بچے اکٹھے ہو کے آ گئے۔ کہا ڈرائیور صاحب گاڑی چلاؤ۔ وہ کہے ہٹو بھاگ جاؤ تو وہ نادان بچے اُدھر جا کر کہنا شروع کر دیں جی یہ چلا ہی نہیں سکتا ـــــــ ہر عقلمند کہے گا کہ اس کا کام ہی گاڑی چلانا ہے۔ وہ ڈرائیور ہے دن رات گاڑی چلاتا ہے ـــــــ تو وہ ڈرائیور کہے گا بچو! تم جو یہ کہتے ہو کہ میں گاڑی نہیں چلا سکتا تو تم یہ غلط کہہ رہے ہو۔ میں یہ چلا سکتا ہوں مگر تمہارے کہنے سے نہیں چلاتا مالک کے حکم سے چلاتا ہوں ـــــــ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ـــــــ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ مُردوں کو زندہ میں کرتا ہوں مگر کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

کیوں بھئی مُردوں کو زندہ کرنا کس کی صفت ہے؟ ـــــــ اللہ کی ـــــــ تو کیا جب عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ کیا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام خدا ہو گئے؟ ـــــــ نہیں! ـــــــ تو کہو گے کہ اُن کا مردوں کو زندہ کرنا صفت تو ہے خدا کی مگر اس کا ظہور رہوا عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے ـــــــ تو ہم کہیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی صفت کے مظہر تھے ـــــــ میرے دوستو بزرگو! ـــــــ بعض مرتبہ الفاظ کا اطلاق مجازی طور پر ہوتا ہے اور یہ اس کو بھی حقیقت پر محمول کر کے شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

مثلاً دیکھو ذرا غور کرو۔ سمجھنے سمجھانے کے لئے بات کرتا ہوں ـــــــ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے ـــــــ اسباب کو، وسیلوں کو اور ذریعوں کو پیدا کرنے والا وہی ہے اور جو درمیان میں ذریعے وسیلے ہوتے ہیں اگر فعل کی یعنی کام کی نسبت اُن کی طرف کر دی جائے ـــــــ تو اس نسبت کو کہتے ہیں مجازی صفت ـــــــ تو یہ شرک نہیں ہے ـــــــ اب یہ لوگ جو ہیں! مثلاً کسی پیر کی دُعا سے بے اولاد کو اللہ تعالیٰ لڑکا دے تو وہ جا کر کہے حضرت میرے یہاں اولاد نہیں ہوتی آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاں اولاد دے دے۔ تو بزرگوں نے دعا کی اللہ نے اولاد دے دی۔

دینے والا تو اللہ ہی ہے مگر وہ بزرگ درمیان میں کیا ہوئے ذریعہ اور وسیلہ
۔۔۔۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ لڑکا پیروں نے دیا تو یہ نسبت ہے مجازی ۔۔۔۔ کیا
مطلب کہ پیروں کی دُعا سے اللہ نے دیا ۔۔۔۔ اور مَیں کہتا ہُوں کہ دینے والا اللہ ہی
ہے ۔۔۔۔ مگر جو لوگ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے پاس جانا شرک ہے ۔۔۔۔ مَیں
کہتا ہوں کہ جب تک غیر اللہ کے پاس نہ جائے اللہ دیتا ہی نہیں ۔۔۔۔ جب نکاح
ہوگا تو شوہر کے پاس جائے گی کہ نہیں؟ ۔۔۔۔ شوہر اللہ ہے یا غیر اللہ؟ ۔۔۔۔
اگر کہو اللہ تو شرک اور اگر کہو غیر اللہ تو جب تک غیر اللہ کے پاس نہیں جائے گی تو بچہ نہیں ہوگا
۔۔۔۔ اور اگر بغیر شوہر کے ہو جائے گا تو لوگ جو فتویٰ لگائیں گے تم جانتے ہی ہو
۔۔۔۔ لڑکا دیتا اللہ ہی ہے مگر دیتا اس وقت ہے جب غیر اللہ کے پاس جائے
۔۔۔۔ جب شوہر کے پاس جائے ۔۔۔۔ میرے دوستو! ۔۔۔۔ شوہر درمیان
میں ذریعہ اور وسیلہ ہے تو جب یہ شوہر کے پاس جائے تو شرک نہیں آتا تو جب اولیاء اللہ
کے پاس دعا کے لئے جائے تو شرک کیسے آگیا؟ ۔۔۔۔ ''جادُو وہ جو سر چڑھ کے
بولے۔''

کسی کی مخالفت اور دِل آزاری مقصود نہیں مسئلہ بیان کر رہا ہوں۔ مولوی اشرف
علی تھانوی ہم تو ان کے بڑوں کا بھی نام لیتے ہیں تو تہذیب سے کیونکہ یہ تہذیب جو ہے
یہ انسانیت کی علامت ہے ۔۔۔۔ یہ ہمارے متعلق کیا کہتے ہیں؟ ۔۔۔۔ کہتے
ہیں کہ گھانچی پاڑے کا پچیس ہزار کا بکرا۔ پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ بکرا تو کہتے ہیں
۔۔۔۔ تو جو پچیس ہزار کا بکرا ہوگا وہ بکرا ہی ہوگا ناں؟ ۔۔۔۔ بکرے تو ہزاروں
ہیں، ہزار کا بھی بکرا، دو ہزار کا بھی بکرا مگر جو پچیس ہزار کا بکرا ہوگا وہ خاص ہی بکرا ہوگا
۔۔۔۔ تو یہ جو اُسے یاد کرتے ہیں تو یُونہی یاد نہیں کرتے کوئی بات درمیان میں ضرور ہے
۔۔۔۔ کیونکہ اُنہوں نے دیکھ لیا کہ یہ بکرا چوبیس سال سے لگا ہوا ہے ۔۔۔۔ میرے
متعلق کئی تقریروں میں کہا کہ یہ گھانچی پاڑے کا پچیس ہزار کا بکرا تہذیب سے گری ہوئی

باتیں کرتا ہے، ہماری یہ عادت نہیں ـــــ ہم تو ان کے بڑے بڑوں کا نام بھی تہذیب سے لیتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے خود لکھا ہے ـــــ مَیں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ـــــ دعا سے پیدا ہوا ـــــ دُعا سے پیدا ہوا ـــــ کیوں بھئی بچہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ ـــــ دُعا سے! آگے واقعہ لکھا ہے ـــــ آزاد کشمیر میں ایک جگہ ہے عباس پور، وہاں مَیں تقریر کے لئے گیا۔ حوالہ پیش کیا تقریر ٹیپ ہو رہی تھی۔ بعد میں وہ بندے اُن کے مولوی کے پاس گئے ـــــ یہ اوکاڑوی نے جو حوالہ پیش کیا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ ـــــ مولوی غلط کیسے کہے؟ ـــــ میں ابھی وہیں تھا، کہنے لگا ہے تو ٹھیک مگر اس نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے وہ غلط ہے ـــــ وہ کہنے لگے، جی مطلب تو بالکل سیدھا سادھا ہے ـــــ اُن لوگوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ یہ جو فتویٰ تم لگاتے رہتے ہو یہ ہم کو لڑانے کے لئے لگاتے ہو۔

چنانچہ جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ میری والدہ کے بچے پیدا ہوتے تھے مگر وہ زندہ نہیں رہتے تھے ـــــ پھر میرے ماموں ایک بزرگ کے پاس گئے جو مجذوب تھے ـــــ جا کر کہا! میری بہن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں، وہ زندہ نہیں رہتے ـــــ بتاؤ! مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ماموں اللہ کے پاس گئے یا غیر اللہ کے پاس؟ ـــــ وہ مَست مجذوب اللہ تھا یا غیر اللہ؟ ـــــ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے پاس جانا شرک ہے چنانچہ پہلا شرک تو یہ ہو گیا ـــــ اُس کے بعد ماموں صاحب نے غیر اللہ سے فریاد کی کہ بچے زندہ نہیں رہتے ـــــ بولو! اُن بچوں کو کون مارتا تھا؟ ـــــ اللہ! ـــــ تو جب مارنے والا اللہ تو غیر اللہ کیا کر سکتا تھا؟ ـــــ ماموں نے کہا بچے زندہ نہیں رہتے۔

مَست مجذوب نے فرمایا جا! اللہ دو بیٹے دے گا وہ زندہ رہیں گے، اُن دونوں کے نام علی کے نام پر رکھنا۔ ایک مولوی ہو گا اور ایک مَست مجذوب ہو گا ـــــ یہ کس نے

کہا؟ ـــــــ اُس مَست مجذوب نے ـــــــ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری والدہ کو اللہ نے دو بچے دیئے۔ میرے بڑے بھائی کا نام اکبر علی ہے اور میرا نام رکھا گیا اشرف علی۔ دونوں کا نام علی کے نام پر رکھا گیا ـــــــ اُس مست نے کہا تھا ایک مولوی ہوگا، ایک مجذوب ہوگا ـــــــ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مَیں مولوی ہُوں اور میرے بھائی صاحب مجذوب ہیں۔

اب ذرا سوچو کہ دینے والا اللہ ہے تو مست مجذوب درمیان میں کیا ہوا؟ ـــــــ ذریعہ اور وسیلہ ـــــــ اِتنے پر بات ختم نہیں ہوگئی ـــــــ اُس مست نے کہا: ''اللہ دو بیٹے دے گا'' ـــــــ ابھی اللہ کو دینے بعد میں ہیں اور اُسے پہلے ہی علم ہوگیا ـــــــ یہ بھی کہا کہ زندہ رہیں گے ـــــــ زندہ رہنا ہے پیدا ہوکر مگر مَست کو پہلے علم ہے ـــــــ مجذوب نے کہا ایک مولوی ہوگا اور ایک پر مجذوبیت کا غلبہ ہوگا۔

''مولوی صاحب پیدا ہوئے، پڑھے، عالم بنے، اُس مجذوب کو پہلے ہی علم ہے کہ ایک عالم ہوگا'' ـــــــ تو جب مجذوب کے علم کا یہ حال ہے تو جو سالک ہیں اُن کے علم کا کیا حال ہوگا؟ ـــــــ پھر اُس نے کہا کہ نام حضرت علی کے نام پر رکھنا، زندہ رہیں گے ـــــــ کیا مطلب؟ ـــــــ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام زندہ رہے گا ـــــــ علی رضی اللہ عنہ کے نام کی برکت زندہ رکھے گی ـــــــ اِسی لئے کسی کہنے والے نے کہا ہے۔

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد ﷺ کا

جب مجذوب کے علم کا یہ حال ہے تو سالکوں کے علم کا کیا حال ہوگا؟

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــــ ہم بھی بچہ دینے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں۔ درمیان میں انبیاء و اولیاء کو ذریعہ اور وسیلہ مانتے ہیں اور ذریعے وسیلے کی طرف نسبت کرنا اس نسبت کو ''مجازی نسبت'' کہتے ہے ـــــــ قرآن وحدیث اس

مجازی نسبت سے بھرے پڑے ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــــ
مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ ـــــــ جو لوگ
اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں انکی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ ـــــــ
"اَنْبَتَتْ" فعل ہے اُگایا ـــــــ فاعل ہے اُگانے والا ـــــــ سَبْعَ سَنَابِلَ
(سات بالیاں) مفعول ہیں ـــــــ تو بولو حقیقت میں اُگانے والا کون ہے؟ ـــــــ
اللہ ـــــــ دانہ کی طرف جو نسبت کی گئی اُسے "نسبت مجازی" کہتے ہیں ـــــــ
حقیقتاً اُگانے والا اللہ ہے۔

حضرتِ مریم کے پاس جبریل امین آئے۔ حضرت مریم نے کہا تو کیوں ادھر آرہا
ہے؟ ـــــــ مَیں ایک عورت ہوں تنہائی میں بیٹھی ہوں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا
ـــــــ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ـــــــ مَیں تیرے
رب کا بھیجا ہوا قاصد ہوں اور مَیں تجھے پاک اور ستھرا بیٹا دینے کے لئے آیا ہوں۔

حقیقت میں دینے والا کون ہے؟ ـــــــ اللہ ـــــــ جبریل کہہ رہے ہیں
میں دینے آیا ہوں تجھ کو اس نسبت کو کہتے ہیں "مجازی نسبت" ـــــــ اگر کوئی یہ عقیدہ
رکھے کہ حقیقت میں اللہ سب کچھ کرنے والا ہے اور مجازی نسبت ذریعہ اور وسیلہ کی طرف
ہو تو اس سے شرک لازم نہیں آتا ـــــــ میں کہتا ہوں اگر شرک لازم آنے لگے تو کوئی
بھی شرک سے نہیں بچ سکتا۔

اگر کوئی بندہ کسی کو مار دے تو کیا کرو گے؟ ـــــــ کیس درج کراؤ گے تھانے
میں تو کیا کہو گے کہ فلاں بندے نے فلاں آدمی کو قتل کر دیا ـــــــ تو مارنا صفت تو اللہ
کی ہے تم کہتے ہو کہ بندے نے مار دیا، تم تو مُشرک ہو گئے ـــــــ بولو! مارنا کس کی
صفت؟ اللہ کی ـــــــ زندہ کرنا کس کی صفت؟ ـــــــ اللہ کی ـــــــ اور تم کہتے
ہو فلاں بندے نے مار دیا ـــــــ کیا مطلب؟ ـــــــ حقیقتاً مارنے والا اللہ ہے،
درمیان میں وہ بندہ ذریعہ بنا، اس نے گولی ماردی، ڈنڈا مارا، تلوار ماردی، وہ ذریعہ بنا، تم

نے مارنے کی نسبت اس کی طرف کی یا نہیں کی؟ ـــــــ اس نسبت کو کیا کہو گے؟
مجازی! ـــــــ اگر اس مارنے کی نسبت مجازی وسیلے کی طرف کرنا شرک ہے
تو بولو! ـــــــ کون شرک سے بچ سکتا ہے؟

چنانچہ میں بھی ایک جگہ گیا تقریر کرنے کے لئے۔ وہاں سے چٹھی آئی، خط لکھنے والے نے اپنا نام پتہ نہیں لکھا۔ اُس نے لکھا کہ اگر تُو یہاں آیا تو ہم تجھے مار دیں گے۔ میں وہاں تقریر کرنے گیا تو میں نے کہا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں توحید کا اور کہتے ہیں ''ہم ماردیں گے'' ـــــــ تو یہ خود کو اللہ کا شریک سمجھتے ہیں ـــــــ مارتا اللہ ہے اور تم کہتے ہو ہم ماردیں گے۔ ارے بھئی تم تو خود شرک کر رہے ہو اور خدا کے شریک بن رہے ہو اور فتویٰ شرک کا ہم پر لگاتے ہو یہ کیسی بات ہے؟

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــــ ایک حدیث بھی پیش کردُوں مجازی نسبت کے متعلق ورنہ بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں حضور نے ارشاد فرمایا ـــــــ آنکھوں میں سُرمہ لگایا کرو اور بہترین سُرمہ ''اِثْــمِــدْ'' ہے۔ یہ سرمہ مکّہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے ملتا ہے۔ اس کا رنگ کالا نہیں ہوتا۔ اس کا رنگ زرد ہوتا ہے ـــــــ حضور نے فرمایا اِثْمِدْ سارے سُرموں سے بہتر ہے اور یہ سُرمہ فَاِنَّهٗ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے ـــــــ بولو! حقیقت میں نظر کو تیز کون کرتا ہے؟ ـــــــ اللہ! ـــــــ پلکیں کون اُگاتا ہے؟ ـــــــ اللہ! ـــــــ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں سُرمہ اُگاتا ہے تو اس نسبت کو کیا کہتے ہیں؟ ـــــــ نسبتِ مجازی ـــــــ جب مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ حقیقت میں سب کچھ کرنے والا اللہ ہے ـــــــ مسلمان انبیاء و اولیاء کو درمیان میں وسیلہ مانتا ہے تو اب شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــــ میرے دوستو! ـــــــ غور کرو میں ایک بات کہہ کے اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔

''صحیح بخاری شریف'' کے اندر حدیث ہے۔ حضور فرماتے ہیں مجھے اپنی اُمت

سے شرک کا خوف نہیں ۔ میری اُمت شرک نہیں کرے گی کیونکہ حق واضح ہو چکا ہے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہو گیا ہے ـــــــ حضور فرماتے ہیں مجھے اپنی اُمت سے شرک کا خوف واندیشہ نہیں ۔ اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے گی اور میری اُمت دنیا کی طرف زیادہ مائل ہو جائے گی ـــــــ وہی کچھ ہو رہا ہے ۔ اللہ کی یاد سے لوگ غافل ہوتے جا رہے ہیں اور دنیا کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں ـــــــ جب حضور نے فرمایا ہے ـــــــ ''مجھے اپنی اُمت سے شرک کا خوف نہیں'' ـــــــ اور ان لوگوں نے دُہائی مچائی ہوئی ہے کہ شرک بڑا پھیل رہا ہے ـــــــ شرک بہت ہو گیا ہے ـــــــ شرک بڑا پھیل گیا ہے ـــــــ شرک بہت ہو رہا ہے ـــــــ اب سرکار نے فرما رکھا ہے کہ مجھے اپنی اُمت سے شرک کا خوف نہیں اور یہ کہتے ہیں شرک بہت ہو گیا ہے ۔ اگر ان کی بات مان لیں تو سرکار کی بات غلط ثابت ہوتی ہے جبکہ حضور ﷺ کا کہنا غلط ثابت نہیں ہو سکتا ـــــــ معلوم ہوا کہ ان کا شور مچانا کہ شرک بڑا پھیل گیا ہے، شرک بڑا پھیل گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جن باتوں کو یہ شرک سمجھتے ہیں وہ شرک نہیں ۔

آیئے اب میں اصل مسئلے کی طرف آ رہا ہُوں جہاں سے یہ شاخیں نکلیں ـــــــ میرے بزرگوار دوستو! کسی کو معبود مان کر پکارنا شرک ہے ـــــــ اگر معبود نہ مانے اور اللہ کا محبوب مانے اور یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے سُن لیتا ہے تو یہ شرک نہیں ـــــــ ہم نبی کریم ﷺ کو معبود نہیں مانتے بلکہ اللہ کا محبوب مانتے ہیں ـــــــ تو یہ پکارنے کا سلسلہ کہاں سے چلا مختصراً بیان کروں گا ۔

میرے دوستو! ـــــــ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ مجھے پکارو ۔ یہ حدیث صحیح ہے، ابن ماجہ کے اندر موجود ہے ـــــــ یہ حدیث صحیح ہے ـــــــ حضور ﷺ کی خدمتِ اَقدس میں ایک شخص حاضر ہوا جو نابینا تھا ۔ اُس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمایئے کہ جب میں اُس دُعا کو پڑھوں تو اللہ تعالیٰ میری اس حاجت کو پورا فرما دے ـــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر دو رکعت نماز نفل پڑھو اور اُس کے بعد دُعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّد اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْ فِیْهَا

یہ دعا سرکار نے سکھائی۔ اس دُعا کے تین حصے ہیں:

پہلا حصّہ:- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ ــــ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں ــــ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ ــــ حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں ــــ پہلا مسئلہ حل ہو گیا وسیلے کا۔ اگر حضور کے وسیلے سے مانگنا شرک ہوتا تو حضور خود کیوں یہ تعلیم دیتے کہ اللہ تعالیٰ سے میرے وسیلے سے مانگو۔

دُوسرا حصّہ:- یَا مُحَمَّد اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ ــــ محدثین فرماتے ہیں کہ یا محمد ﷺ کی بجائے یا رسول اللہ کہا کرو تو ترجمہ ہوا ــــ یا رسول اللہ! ﷺ میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے تا کہ میری حاجت پوری ہو ــــ تو یا رسول اللہ! آپ بھی ذرا سفارش کر دیجئے ــــ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے یا کہہ کر پکارو۔ جب تم پکارو گے تو میں تمہاری طرف متوجہ ہوں گا اور سفارش کروں گا۔ جب میں سفارش کر دوں تو ــــ اب دعا کا تیسرا حصہ بھی سن لو!

تیسرا حصّہ:- پھر تم اللہ کی بارگاہ میں عرض کرو ــــ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْ فِیْهَا ــــ اے اللہ! نبی کریم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

دیکھو! سرکار نے خود فرمایا کہ مجھے 'یَا' کہہ کر پکارو۔ جب پکارو گے تو میں تمہاری پکار سنوں گا، تمہاری سفارش کروں گا ــــ وہ نابینا صحابی گھر گئے اور وضو کیا، نوافل ادا کئے اور یہ دعا پڑھی اور دل میں مراد یہ مانی کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں روشن فرما دے ــــ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ جب وہ دوسری مرتبہ آیا

تو اس کی آنکھیں ایسی روشن تھیں کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ پہلے بھی کبھی اندھا تھا ـــــ شاید آپ کہیں کہ یہ تو اُسی کے لئے تھا ـــــ نہیں! ـــــ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کسی کو حاجت پیش آئی تو یہی دعا تعلیم کی گئی ـــــ اس کے بعد محدثین نے کتبِ احادیث میں یہی باب باندھے ہیں کہ اگر آج بھی کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو وہ اسی طرح کرے ـــــ امام المحدثین امام جلال الدین سیوطی ـــــ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ـــــ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ـــــ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد سب کے سب لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی یہ تعلیم شدہ دُعا ساری اُمت کے واسطے ہے۔ آج بھی اگر کسی کو حاجت پڑے تو یہ دعا مانگے تو اللہ اس کی حاجت کو پوری کرے گا اور اس دُعا میں یَا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس کو تعلیم فرمایا ہے۔

اب بتاؤ شرک و بدعت کو ہم زیادہ جانتے ہیں کہ صحابہ کرام زیادہ جانتے ہیں۔ آؤ اب صحابہ کا فعل دیکھو کہ صحابہ کرام بھی مصیبت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُور و قریب سے پکارتے تھے یا نہیں پکارتے تھے ـــــ امام بخاری نے اس حدیث کو لکھا ہے ـــــ امام بخاری جو صحیح حدیث شریف والے ہیں اُنہوں نے یہ حدیث لکھی ـــــ کہاں لکھی ہے؟ ـــــ یہ نہیں بتاؤں گا ـــــ اُسکو بتاؤں گا جو سُنّی ہونے کا عہد کرے۔ مسلمان ہونے کا عہد کرے ـــــ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا۔ اُنہوں نے لوگوں سے ذکر کیا کہ میرا پاؤں سُن ہو گیا ہے مجھے کوئی عمل بتاؤ ـــــ فقیل له اذكر احب الناس اليك ـــــ اُن سے کہا گیا کہ اس کو یاد کرو جو تم کو لوگوں میں سب سے پیارا ہو ـــــ اُنہوں نے کہا ـــــ

''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم''

یہ حضور کے وصال کے بعد کی بات ہے۔ جب اُنہوں نے یَا کہہ کر پکارا اُسی وقت اُن کا پاؤں ٹھیک ہو گیا ـــــ پاؤں کا سُن ہو جانا تکلیف ہے یا نہیں؟ ـــــ

صحابی رسول ﷺ نے یا کہہ کر حضور کو پکارا، اُسی وقت ٹھیک ہوگیا ـــــ معلوم ہوا کہ جب کوئی چیز سُن ہوجائے تو پھر یارسول اللہ کی کثرت کرنی چاہئے پھر وہ چیز بیدار ہوجاتی ہے۔

سُنیو! ـــــ تم بھی سُن ہوگئے ہو ـــــ ''یارسول اللہ'' کے نعرے زیادہ لگایا کرو ـــــ دیکھو! عبداللہ بن عُمر نے یا کہہ کرکے پکارا، اسی طرح حضرت عبداللہ ابنِ عباس کا بھی پاؤں سوگیا تو اُنہوں نے بھی ''یارسول اللہ''، ''یا محمد'' ﷺ کہہ کر پکارا ـــــ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ حدیثیہ'' کے اندر اس حدیث کو نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس کا بھی پاؤں سُن ہوگیا۔ اُنہوں نے ''یا محمد'' (ﷺ) کہا تو اُن کا پاؤں ٹھیک ہوگیا ـــــ مزید لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں یہ رواج تھا۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ ـــــ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ ''یارسول اللہ'' (ﷺ) کہتے تھے اور مشکل آسان ہوجاتی تھی۔

آپ کہیں گے وہ تو مدینہ شہر میں تھے وہاں کہنا جائز ہے یہاں شرک ـــــ ''حد ہوگئی'' ـــــ یہ علماء بیٹھے ہیں ان سے پوچھو ـــــ شرک، ہر جگہ شرک ہے ـــــ شرک، ہر وقت شرک ہوتا ہے ـــــ شرک، ہر ایک کیلئے شرک ہوتا ہے ـــــ دہلی میں شرک ہو تو بھی شرک ـــــ مکہ میں شرک ہو تو بھی شرک ـــــ مدینہ میں شرک ہو تو بھی شرک ـــــ شرک، ہر جگہ شرک ـــــ شرک سب کے لئے شرک ـــــ شرک، شرک ہی رہے گا ـــــ یہ نہیں ہے کہ کوئی چیز عرب میں ایمان ہو اور یہاں آکر شرک بن جائے ـــــ یا پھر یہاں ایمان ہو اور وہاں شرک بن جائے ـــــ یہ نہیں شرک جگہ سے متعلق نہیں۔

حضور ﷺ کے ظاہری زمانے میں ایک شخص تھا جس کا نام تھا مسیلمہ۔ اس نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ بھی گواہی دیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ دونوں مل کر کام کریں گے اور جو آمدنی ہوگی وہ آدھی آدھی کرلیا کریں گے۔ معاذ اللہ! ـــــ اُس نے نبوّت و رسالت کو ایک تجارت سمجھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ـــــ اَشْهَدُ اَنَّكَ كَذَّابٌ ـــــ مَیں گواہی دیتا ہُوں کہ بیشک تو کذّاب ہے ـــــ اُس دن سے اُس کا نام پڑ گیا مسیلمہ کذّاب ـــــ معلوم ہوا کہ حضورِ ﷺ کے بعد جو نبوّت کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہوتا ہے ـــــ سب کہو! کذّاب ـــــ جب حضور ﷺ نے اس کو کذّاب کہا اس کو بڑا دُکھ لگا واپس آیا۔ اس نے معاذ اللہ نبی کریم کے مقابلہ کی زبردست تیاری شروع کردی کہ میں زبردست تیاری کرکے اس نبی کو قتل کردُوں گا اور اس کی نبوت ختم کردونگا اور اپنی نبوت کا سلسلہ چلاؤں گا معاذ اللہ! ـــــ لو صاحب ادھر تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال شریف ہوگیا اور اُدھر اُس نے ساٹھ ہزار کا لشکر تیار کرلیا۔ ساٹھ ہزار کا لشکر معمولی نہیں ہوتا اور بندے بھی فنِ حرب کے ماہر چُن کر لئے ـــــ بندے کئی قسموں کے ہوتے ہیں ـــــ یہاں کراچی میں بھی ایک شخص بڑے نعرے وعرے لگاتے ہیں ـــــ اسٹیج سیکریٹری بنے ہوتے ہیں اوکاڑوی صاحب زندہ باد ـــــ اوکاڑوی صاحب زندہ باد ـــــ اوکاڑوی صاحب زندہ باد ـــــ ایک جگہ تھوڑی سی گڑبڑ ہوئی تو سب سے پہلے ہی بھاگ لئے حالانکہ گڑبڑ بھی کچھ نہ تھی۔ مجمع زیادہ تھا اور جگہ تنگ تھی۔ دو آدمیوں کے بیٹھنے اُٹھنے میں تلخی ہوگئی ان کی آواز بلند ہوگئی اور مجمع والے سمجھے کہ شاید کوئی گڑبڑ ہوگئی ـــــ مَیں نے دیکھا وہ بھاگ گئے ـــــ مجھ سے ملا تو مَیں نے پوچھا اس دن آپ بھاگ کیوں گئے؟ ـــــ کہنے لگا نہیں مَیں نے موقع کو غنیمت سمجھا۔

بندے اُس نے چُن چُن کر رکھے لڑنے والے ـــــ میدانِ جنگ سے بھاگنے والے نہیں ـــــ بلکہ میدان میں جم کر لڑنے والے ساٹھ ہزار افراد جمع کر لئے ـــــ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو مقابلہ کے واسطے بھیجا۔ کس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا؟ ـــــ مسیلمہ کذّاب کا۔

حضرت خالد بن ولید کے پاس بہت تھوڑا لشکر تھا ـــــ کتنا؟ ـــــ

بہت تھوڑا ـــــ پندرہ ہزار سے بھی کم ـــــ اُدھر ساٹھ ہزار ـــــ اور یہ لڑائی کہاں ہوئی؟ ـــــ آجکل جو سعودی حکومت کا دار السلطنت ہے جسے ریاض کہتے ہیں۔ ریاض کے قریب ایک بستی ہے جس کا نام "یمامہ" ہے اور یہ مسیلمہ اُس بستی کا رہنے والا تھا ـــــ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہاں جا کے لڑو ـــــ اس کو آگے نہیں بڑھنے دینا ـــــ وہیں جا کر لڑو ـــــ یہ مقام مدینہ سے کتنی دُور ہے؟ ـــــ ایک ہزار میل ـــــ مَیں نے سفر کیا ٹرک پر، بس پر، ایک ہزار میل مدینہ سے دُور۔ حضور ﷺ کے وصال شریف کو چھ سات مہینے ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید لشکر لیکر وہاں گئے اور وہاں جا کر مسیلمہ سے لڑائی کی ـــــ مسیلمہ کو پتہ چلا کہ اسلامی لشکر آرہا ہے تو وہ بھی باہر نکلا ـــــ مسیلمہ کے ساتھیوں نے اتنا تابڑ توڑ حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔

بڑے بڑے جرنیلوں نے مسلمانوں سے کہا کدھر بھاگتے ہو؟ ـــــ ارے جنت تلواروں کے نیچے ہے۔ جب شدّت سے حملہ ہوا تو وہ وقت مسلمانوں کے لئے بہت کٹھن تھا ـــــ تکلیف کا وقت ـــــ اس وقت مسلمانوں نے کیا کیا؟ ـــــ وَنَادی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِیْنَ ـــــ اس وقت مسلمانوں نے نداء کی، پکارا، وہ پکارنا جو مسلمانوں کا شعار تھا ـــــ شعار طریقے کو کہتے ہیں ـــــ وَنَادَاهُ بِشِعَارِ الْمُسْلِمِیْنَ ـــــ وہ پکارنا جو مسلمانوں کا شعار تھا ـــــ وہ پکارنا جو مسلمانوں کی نشانی تھی ـــــ وہ پکارنا جو مسلمانوں کی عادت تھی ـــــ وَکَانَ شِعَارُ هُمْ یَوْمَئِذٍ یَا مُحَمَّدَاه یَا مُحَمَّدَاه

دیکھو! یہ جنگ حضور ﷺ کے چھ سات مہینے کے بعد ہوئی۔ ماننا پڑے گا کہ اس جنگ میں ننانوے فیصد (99%) صحابہ تھے اور ہر صحابی کی عمر اٹھارہ، بیس سال سے کیا کم ہوگی ـــــ تو جن کی عمر اٹھارہ بیس سال ہوگی اُنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو ضرور دیکھا ہوگا ـــــ اور دیکھنے والے کو کہتے ہیں صحابی ـــــ شاید ہی کوئی ہوگا جس

نے نہیں دیکھا ہوگا تو وہ تابعی ـــــــ باقی سب صحابی ـــــــ جب دشمن نے بڑا سخت حملہ کیا تو وہ بہت نازک وقت تھا۔ اس نازک وقت میں مسلمانوں نے وہ نداء کی، وہ پکارا جو مسلمانوں کا شعار تھا اور اُنہوں نے کیا کہا؟ ـــــــ یَا مُحَمَّدَاہ ـــــــ یَا مُحَمَّدَاہ

جب سب نے حضور ﷺ کو پکارنا شروع کیا، حضور ﷺ نے غلاموں کی فریاد سُنی اور غیبی مدد ہوئی اور مسلمانوں کو شام سے پہلے پہلے فتح ہوئی ـــــــ ایک ہے ''یا محمد'' کہنا ـــــــ اور ایک ہے ''یا محمداہ'' ـــــــ 'الف' اور 'ہ' کا اضافہ ہو جائے استغاثہ بن جاتا ہے ـــــــ جب 'الف' اور 'ہ' بڑھا دیا جائے تو معنی فریاد کرنے اور مانگنے کے ہو جاتے ہیں ـــــــ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ـــــــ یَا مُحَمَّدَاہ، یَا مُحَمَّدَاہ ـــــــ یارسول اللہ! ہماری فریاد سُنیں ـــــــ ہماری مدد فرمائیں ـــــــ آقا ﷺ نے فریاد سُنی، مدد فرمائی اور شام ہونے سے پہلے پہلے فتح ہوئی ـــــــ مسیلمہ مارا گیا اور کافی فوج بھی اُس کی ماری گئی۔

حافظ ابنِ کثیر صاحبِ تفسیر ابنِ کثیر نے اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' کے اندر لکھا ہے ـــــــ دوسرے علامہ امام ابنِ اثیر جو اتنے بڑے محدّث ہیں کہ علمِ حدیث کے اصول میں اُن کی کتاب ہے ـــــــ محدّث و مؤرّخ کی کتاب ـــــــ ''الکامل لابنِ اثیرؒ'' کے نام سے مشہور ہے ـــــــ اس کے اندر اس کو نقل کرتے ہیں ـــــــ تیسری کتاب ہے ''تاریخِ طبری'' علامہ ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی ـــــــ جو اتنے بڑے مفسر ہیں کہ ان کی قرآن کی تفسیر تیس جلدوں میں ہے اور اُن کی تفسیر کو ''ام التفاسیر'' یعنی تفسیر کی ماں کہتے ہیں ـــــــ بہت بڑے محدّث ـــــــ بہت بڑے مفسّر ـــــــ جلیل القدر امام ـــــــ اُنہوں نے تاریخ طبری کے اندر اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔

میرے دوستو! ـــــــ صحابہ نے مدینہ طیبہ سے دُور وصال شریف کے بعد مصیبت کے وقت حضور ﷺ یا کہہ کر کے پکارا ـــــــ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو

یا کہہ کر پکارنا ـــــــ یہ چودھویں صدی کی ایجاد نہیں ـــــــ یہ حضور ﷺ کے زمانہ سے ہی چلا آرہا ہے ـــــــ ہاں! ہاں! روکنا اور شرک کہنا یہ چودھویں صدی کی ایجاد ہے ـــــــ یارسُول اللہ کہنے سے روکنا اور اُسے شرک وغیرہ کہنا یہ تازہ ایجاد ہے ـــــــ ورنہ پکارنے کا مسئلہ تو حضور ﷺ کے زمانہ سے ہی چلا آرہا ہے ـــــــ صحابہ کے بعد تابعین ـــــــ تابعین کے بعد تبع تابعین ـــــــ تبع تابعین کے بعد ائمہ کرام ـــــــ ائمہ کرام اور محدثین عظام ـــــــ سب کے سب پکارتے چلے آرہے ہیں ـــــــ تماشہ دیکھئے کہ جو شرک کہتے ہیں اُن ہی کے بڑے بڑے بھی پکارتے ہیں۔

چنانچہ سُنو! ـــــــ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکّی ـــــــ یہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے پیر و مُرشد ہیں ـــــــ مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر و مُرشد ہیں ـــــــ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے پیر و مُرشد ہیں ـــــــ جتنے بڑے بڑے علماء ہیں سب کے پیر و مُرشد ہیں ـــــــ حاجی صاحب سے اُنھوں نے خلافتیں اور اجازتیں حاصل کیں ـــــــ یہ لوگ آج تک پیری مُریدی کر رہے ہیں ـــــــ تھانوی صاحب حاجی صاحب کے خلیفہ اور پیری مُریدی چل رہی ہے ـــــــ گنگوہی صاحب حاجی صاحب کے خلیفہ اور پیری مُریدی چل رہی ہے ـــــــ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکّی جو ان سب کے پیر تھے وہ دیکھو حضور ﷺ کو پکارتے ہیں ـــــــ کیا کہتے ہیں؟ ـــــــ کہتے ہیں۔

یا محمد مصطفےٰ ﷺ فریاد ہے ــــ اے حبیبِ کبریا ﷺ فریاد ہے
سخت مُشکل میں پھنسا ہُوں آجکل ــــ اے مرے مُشکل کُشا ﷺ فریاد ہے

بولو! یا کہہ کر کے پکار رہے ہیں کہ نہیں ـــــــ فریاد کر رہے ہیں یا نہیں ـــــــ مشکل کُشا مان رہے ہیں یا نہیں ـــــــ تو اگر یہ شرک ہے تو میاں اُن پر بھی شرک کا فتویٰ لگاؤ ـــــــ اگر انصاف کرنے والے منصف ہو ـــــــ اگر حقیقت پسند ہو ـــــــ ہم کہیں یارسُول اللہ تو "شرک" ـــــــ حاجی امداداللہ صاحب کہیں

تو ''ایمان'' ـــــ اگر حق گو ہو تو شرک کا فتویٰ لگاؤ ـــــ اگر اُن پر فتویٰ لگائیں تو
ان کا اپنا معاملہ ختم ہو جاتا ہے ـــــ ساری عمارت ہی دَھڑام سے نیچے آ گرتی ہے
ـــــ مَیں کہتا ہوں چاہے فتویٰ نہ لگائیں ـــــ فتویٰ تو اُسی وقت لگ گیا جب
اُنہوں نے کہا کہ ـــــ ''یارسُول اللہ'' کہنا شرک اور کہنے والا مُشرک''
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی، وہ اِن کے بہت
بڑے عالم فاضل تھے، کہتے ہیں ۔

مدد کر اَے کرمِ احمدی ﷺ کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامیٔ کار

اس کا معنٰی کیا ہے؟ ـــــ ''یارسُول اللہ میری مدد فرمائیں کہ آپ کے سوا میرا کوئی
مددگار نہیں'' آگے سُنو ۔

ہزاروں جُرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کرے گا یا نبی اللہ میرے پہ کیا یہ پکار

''یارسُول اللہ! میرے ہزاروں جُرم ہیں آپ ہی میری مدد فرمائیں گے تو بات بنے گی۔''
یا بھی کہہ رہے ہیں اور مدد بھی مانگ رہے ہیں ـــــ اگر یہ مُنصف ہیں تو
اُن پر بھی شرک وکُفر کا فتویٰ لگائیں ـــــ اب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی
اپنی کتاب "نشر الطیب" میں لکھتے ہیں ـــــ حضور کو یا کہہ کر پکارتے ہیں
ـــــ اُن کی دوسری کتاب ہے "قربات عند اللّٰہ وصلٰوۃ الرسول" جونئی
چھپ رہی ہے اس میں سے اُنہوں نے نکال دیا ہے۔ میرے پاس پہلی کتاب موجود ہے
ـــــ مولوی تھانوی صاحب ''نشر الطیب'' میں لکھتے ہیں۔

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ اَنتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ 'اے بندوں کی شفاعت کرنے والے' ـــــ خُذْ بِیَدِی
'میری دستگیری فرمائیں' ـــــ اَنتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ 'اس اضطرار و

اضطراب میں کوئی نہیں ہے جس پر میں بھروسہ کروں' ـــــ میرا آپ پر اعتماد ہے۔ آپ میری مدد فرمایئے میری دستگیری کیجئے ـــــ ایک شعر نہیں ہے بہت سے شعر ہیں جن میں حضور ﷺ سے مدد مانگی گئی ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب بھی یا کہہ کر پکاریں تو دوستوان کو چاہئے کہ ان پر بھی شرک کا فتویٰ ضرور لگائیں ـــــ ان کو بھی مُشرک مانیں ـــــ لیکن یہ اُن کو مُشرک نہیں کہیں گے کیونکہ انہوں نے فتوے تو ہم غریبوں کے لئے رکھے ہیں ـــــ ''آپ سب کچھ ہی ہڑپ کریں لیکن فتوے ہمارے لئے'' ـــــ میں کہتا ہوں اُمت کو تفرقے سے بچاؤ۔ اس وقت مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ عراق ایران میں کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ افغانستان میں کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے؟

اَب وقت یہ ہے کہ اختلافی مسائل کو ہوا نہ دی جائے ـــــ اتحاد اور اتفاق کی فضا پیدا کی جائے ـــــ مسلمانوں کو خواہ مخواہ مُشرک اور بدعتی بنانے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ اصلاحِ معاشرہ کی طرف زیادہ توجہ دیں ـــــ برائیاں کس قدر زیادہ ہوگئی ہیں مگر افسوس کہ ان کے مولوی باہر سے آتے ہیں، یہی مسئلے بیان کرتے ہیں ـــــ یہ شرک ہے ـــــ یہ بدعت ہے ـــــ کتنی شراب خوری ہو رہی ہے؟ ـــــ کتنی زناکاری ہو رہی ہے؟ ـــــ کس قدر چوریاں اور ڈکیتیاں ہو رہی ہیں؟ ـــــ اُن کے خلاف اِن کی آواز نہیں اُٹھتی، قلم نہیں چلتا۔

جب آواز اُٹھے گی، حضور پر درُود وسلام نہ پڑھو ـــــ جب آواز اُٹھے گی یہی کہیں گے ''یارسُول اللہ'' نہ کہو ـــــ بزرگوں کے مزارات پر نہ جاؤ ـــــ میرے دوستو! ـــــ کس قدر افسوس کی بات ہے ـــــ سُنو! میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں ـــــ چند روز ہوئے میں ''موسیٰ کالونی'' میں تقریر کے لئے گیا ـــــ موسیٰ کالونی، نارتھ ناظم آباد، فیڈرل بی ایریا کے درمیان میں واقع ہے۔ وہاں مسجد بلال

کے آگے مین روڈ پر میری تقریر تھی۔

جب مَیں اسٹیج پر بیٹھا تو میرے ہاتھ میں یہ پوسٹر دیا گیا۔ صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ چونکہ اس قسم کے اشتہار پریس میں نہیں چھپ سکتے اس لئے کاتب سے لکھوا کے فوٹو اسٹیٹ کاپیاں کروا کے تقسیم کیں اور جنہوں نے تقسیم کی ہیں وہ کون ہیں؟ ـــــــ دارالافتاء اسلامی عدالت محمد عمر صاحب مسجد بلال، موسیٰ کالونی، کراچی ـــــــ ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۰ء کا یہ لکھا ہوا ہے اور مشتہر کیا ہوا ہے ـــــــ میں آپ کو بتاتا ہُوں کہ حد ہوگئی ظلم کی، ستم کی اور بے اَدبی کی ـــــــ میرے پاس ثبوت موجود ہے ـــــــ اُس مُفتی نے کیا کہا ہے؟ ـــــــ ''عُرس وغیرہ کرنا خدا تعالیٰ کی صفت خاصہ کے ساتھ زنا بالجبر کی طرح گناہ ہے ـــــــ محکمہ اوقاف کی سرپرستی پیشہ وَر عورتوں کے دلاّل کی طرح ہے۔

یہ تو اِن کے علماء کا حال ہے۔ جب علماء کا یہ حال ہے تو جہلاء کا کیا حال ہوگا؟ ـــــــ اَب ذرا سُنو! مَیں اپنی لیاقت کے مطابق اس کی وضاحت کرتا ہُوں ـــــــ یہ ان کا علاّمہ کہتا ہے کہ بزرگوں کے مزارات پر عُرس کرنا، عرس جو میلے ہوتے ہیں۔ یہ عُرس اور میلے وغیرہ کرنا خدا کی صفاتِ خاصہ ہیں ـــــــ ایک ہیں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عامہ اور ایک ہیں صفاتِ خاصہ ـــــــ اللہ کی صفاتِ خاصہ کے ساتھ زنا بالجبر کی طرح ہوگا ـــــــ عرس کرنے والے یہ زانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ ہُوئیں زنا کرانے والی ـــــــ اور زنا بالجبر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ عاجز ہیں وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا اس لئے عاجز ہیں ـــــــ اس لئے زبردستی غلبہ پا کے اپنی ہَوس کو پُورا کر لیتی ہیں۔

آگے کیا لکھا ہے؟ ـــــــ کہ محکمۂ اوقاف کا مزارات پر قبضہ ہے اور اُس کی سرپرستی میں یہ عرس ہوتے ہیں تو محکمۂ اوقاف کی حیثیت پیشہ وَر عورتوں کے دلاّل کی طرح ہے ـــــــ لہٰذا محکمۂ اوقاف ہو گیا دلاّل، پیشہ وَر عورتیں کون ہُوئیں؟ ـــــــ

اللہ کی صفاتِ خاصہ ـــــ اور اللہ کی صفاتِ خاصہ کے ساتھ زنا کرنے والے ہوئے یہ عرس اور میلے کرنے والے ـــــ اور اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں ایک صفت ہے قادر وقدیر ہونا ـــــ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ـــــ وہ قدیر ہے یا نہیں؟ ـــــ یہ کس کی صفتیں ہیں؟ ـــــ اللہ کی ـــــ صفات ذات سے جُدا نہیں ہوتیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ کے ساتھ زبردستی کی گئی تو جو زبردست ہوگا وہی زبردستی کرے گا ـــــ اُنہوں نے کیا کہہ دیا؟ ـــــ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی صفات عاجز ہیں ـــــ وہ جبر کرنے والے سے کمزور عورت کی طرح اُپنے آپ کو بچا نہیں سکتیں ـــــ اور یہ عُرس کرنے والے اللہ کی صفات سے معاذ اللہ زبردستی کر رہے ہیں ـــــ دوستو! ـــــ ظُلم وستم اور جہالت کی حد ہوگئی ـــــ دیکھئے جو صفات ہیں وہ ذات سے جُدا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً اللہ تعالیٰ کا دیکھنا! اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ سمیع ہے ـــــ تو کیا کہوگے؟ ـــــ کہ اللہ دیکھتا ہے یا نہیں ـــــ اللہ سُنتا ہے ـــــ اللہ قادر ہے ـــــ اللہ کی قدرت ہے ـــــ مثلاً جیسے مَیں لکھوں تو کیا کہوگے کہ محمد شفیع نے لکھا ہے ـــــ جیسے مَیں اپنی زبان سے بول رہا ہوں تو کیا کہوگے؟ ـــــ کہ محمد شفیع بول رہا ہے ـــــ یہ نہیں کہوگے کہ زبان بول رہی ہے ـــــ کہوگے کہ محمد شفیع بول رہا ہے ـــــ اگر مَیں سُنوں تو کیا کہوگے؟ ـــــ کہوگے کہ محمد شفیع سُن رہا ہے۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے سمع، وہ سمیع ہے تو ہم کیا کہیں گے؟ کہ وہ سمیع ہے سُن رہا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ قدرت والا ہے کیونکہ وہ قادر وقدیر ہے ـــــ جو قادر ہے وہ کبھی عاجز نہیں ہوسکتا ـــــ اُنہوں نے جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ کو یہ کہہ دیا کہ اُن کے ساتھ زنا بالجبر ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات عاجز

ہیں ـــــ کمزور ہیں اور وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتیں ـــــ اور یہ عُرس کرنے والے اتنے بڑے زبردست ہیں گویا کہ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں زیادہ قدرت رکھتے ہیں ـــــ ایمانداری سے بولو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی توہین ہے ـــــ یہ اللہ کی توہین کیوں ہو رہی ہے؟ ـــــ اس لئے کہ یہ مصطفےٰ ﷺ کے گستاخ ہیں ـــــ جو حضور ﷺ کی شان نہیں جانتے وہ اللہ کی شان کیا جانیں گے؟ ـــــ اللہ کی شان وہی جانتا ہے جو مصطفےٰ ﷺ کی شان جانتا ہے ـــــ اولیاء اللہ کا دامن پکڑنے سے حضور ﷺ تک رسائی ہوتی ہے ـــــ شانِ اولیاء سے شانِ مصطفےٰ ﷺ کا پتہ چلتا ہے ـــــ شانِ مصطفےٰ ﷺ سے شانِ خدا کا پتہ چلتا ہے۔

اس میں ایک بات اور آگے لکھی ہے ـــــ لکھا ہے کہ ـــــ ''مزاروں پر جو آمدنی ہوتی ہے وہ سب خنزیر کی طرح حرام ہے'' ـــــ اَب ذرا مجھے بتاؤ کہ جتنی مسجدیں اوقاف میں ہیں ـــــ جتنی مسجدیں اور مزارات اوقاف میں ہیں ـــــ اُن میں بعض مساجد میں یہ بھی گھسے ہوئے ہوتے ہیں۔ اِنہیں جو تنخواہ دیتا ہے وہ کون دیتا ہے؟ ـــــ ''محکمۂ اوقاف'' ـــــ اور محکمۂ اوقاف جو تنخواہ دیتا ہے وہ آمدنی سے دیتا ہے اور محکمہ کو آمدنی مزارات سے ہوتی ہے ـــــ بعض مساجد کے ساتھ کچھ دوکانیں وغیرہ بھی ہوتی ہیں ـــــ بہر صُورت ماننا پڑے گا کہ دوکانوں کا کرایہ ہو یا مزارات کی آمدنی ساری ملی جلی ہوتی ہے۔

اگر بزرگانِ دین کے مزارات کی آمدنی خنزیر کی طرح حرام ہے تو ماننا پڑے گا کہ جیسے گوشت کی آٹھ دَس بوٹیاں اور کچھ خنزیر کی ہوں اور وہ سارا ملا کر پکایا جائے تو وہ حرام ہو گا یا نہیں؟ ـــــ گھڑا پانی کا بھرا ہوا اور اُس میں دو چھٹانک پیشاب ڈال دیا جائے تو سارا ہی پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں؟ ـــــ اب محکمۂ اوقاف کی آمدنی ان کے نزدیک خنزیر کی طرح حرام ہے تو محکمۂ اوقاف سے عرض ہے کہ اِنہیں ایک پیسہ بھی تنخواہ نہ دی جائے ـــــ کیونکہ ان کو حرام سے بچانا ہمارا فرض ہے ـــــ خنزیر سے بچانا

ہمارا فرض ہے ـــــ ان کو اگر پیسے دیئے جائیں گے تو ان کے لئے خنزیر کی طرح ہوں گے ـــــ اس لئے محکمۂ اوقاف کو چاہئے کہ ان کو خنزیر کھانے سے بچائے اور ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے ـــــ اور اگر یہ بھی سچے ہیں اور اپنے قول کے پکے ہیں تو ان کو چاہئے کہ اپنے منہ سے خنزیر نہ کھائیں۔

سُنیو! میں آپ کو ایک بات کہتا ہوں کہ پاکستان کی حکومت سے مطالبہ کرو کہ اہلسنّت کے اوقاف کی آمدنی اہلِ سُنّت پر خرچ کی جائے۔ مطلب یہ کہ جتنے اوقات کے مزارات ہیں وہ سب ہمارے یعنی سُنّیوں کے ہیں ـــــ تو ہمارے مزارات کی آمدنی ہم پر ہی خرچ کی جائے، ان کو ایک پیسہ دنہ دیا جائے کیونکہ ان کے واسطے وہ خنزیر کی طرح حرام ہے ـــــ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حرام بھی کہتے ہیں اور کھاتے بھی ہیں ـــــ یہ کیسا انصاف ہے؟ ـــــ شرک بھی کہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! ـــــ ہم جو اللہ والوں کو پکارتے ہیں تو خدا کی قسم ان کو معبود نہیں مانتے بلکہ انہیں اللہ کا محبوب مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے ہماری فریاد کو سُن لیتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے ہماری مدد فرماتے ہیں ـــــ تو یہ عقیدہ ہرگز شرک نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ ـــــ نبی کا معنیٰ کیا ہے؟ ـــــ بس یہ عرض کرتا ہوں پھر گفتگو ختم کرتا ہوں ـــــ نبی کا معنیٰ کیا ہے؟ ـــــ آپ حضرات سے مخاطب ہوں ـــــ لفظ نبی کا معنیٰ ہے "اَلنَّبِیُّ مُخْبِرُ الْغَیْبِ" ـــــ نبی کا معنیٰ ہے غیب کی خبریں دینے والا ـــــ یہ لفظِ نبی کا معنیٰ ہے ـــــ اب اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں ـــــ لفظِ نبی 'نبا' سے مشتق ہے اور 'نبا' کے معنی ہیں خبر۔

مختصر یہ ہے کہ علمائے دیوبند نے مل کر عربی لُغتوں کو سامنے رکھ کر ایک لُغت بنائی جس کا نام ہے "مصباح اللغات" ـــــ اس کے اندر بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی کا معنیٰ ہے"

غیب کی خبر دینے والا“ ـــــ غیب کی خبر وہی دے گا جس کو غیب کی خبر ہو گی ـــــ جس کو خود خبر نہیں وہ دوسرے کو کیا خبر دے گا؟ ـــــ نبی کا معنیٰ غیب کی خبر دینے والا اور میاں خبر وہی دیتا ہے جس کو خود خبر ہو ـــــ تو نبی کریم کو اگر غیب کی خبر ہی نہیں تو وہ غیب کی خبر دیں گے کیسے؟

یاد رکھو بالفظ نبی کے معنیٰ ہیں کہ حضور ﷺ اللہ کی عطا سے غیب کی خبریں جانتے ہیں اور امت کو بھی غیب کی خبریں دیتے ہیں ـــــ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ـــــ اور جو حضور ﷺ کا علمِ غیب نہیں مانتا وہ حضور کو نبی ہی نہیں مانتا ـــــ کیونکہ نبی کے معنیٰ ہی غیب کی خبر دینے والا ہے ـــــ اس لئے اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے ترجمہ کیا ـــــ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ـــــ ”یعنی اے غیب کی خبریں دینے والے“

کافی زیادہ تقریر ہو گئی ہے ـــــ آپ دعا کریں میں بھی کرتا ہوں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلکِ اہلسنت و جماعت پر قائم و دائم رکھے ـــــ اس سلسلے میں میں نے ایک کتاب لکھی ہے ”تعارف علمائے دیوبند“ ـــــ پچیس سال تک میں نے جو دونوں فریقوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا، تحقیق کی وہ اس میں لکھا ہے ـــــ میری دوسری کتاب ہے ”امام پاک اور یزید پلید“ ـــــ جو یزید کو اچھا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے قسطنطنیہ میں جنگ لڑی تھی اور وہ جنتی تھا ـــــ اور اُس کو ”امیر المؤمنین“ کہتے ہیں ـــــ ”رضی اللہ عنہ“ کہتے ہیں ـــــ اور ”رضی اللہ عنہ“ لکھتے ہیں ـــــ اور کہتے ہیں کہ ہم امام حسین کی شان بیان کرتے ہیں ـــــ اس کے اندر یزید کے فسق و فجور کو ثابت کیا گیا ہے ـــــ آپ پڑھیں ایمان تازہ ہو گا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

محبتِ مصطفیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ أاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم

سب حضرات ذوق وشوق، الفت ومحبت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ درود وسلام پیش کریں ——— اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ———

حمد وصلوٰۃ کے بعد آیۂ کریمہ جو آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس آیت کریمہ کا لفظی ترجمہ اور چند تفسیری فوائد میں آپ حضرات کے سامنے اپنے شکستہ الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ حضرات بڑے سکون اور اطمینان کے ساتھ تشریف رکھتے ہوئے سنیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

میرے بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ قُلْ ـــــ میرے حبیب! فرما دیجئے ـــــ اِنْ کَانَ آبَاءُ کُمْ ـــــ اگرچہ تمہارے باپ ہوں ـــــ وَاَبْنَاءُ کُمْ ـــــ اور تمہارے بیٹے ہوں ـــــ وَاِخْوَانُکُمْ ـــــ اور تمہارے بھائی ہوں ـــــ وَاَزْوَاجُکُمْ ـــــ اور تمہاری بیویاں ہوں ـــــ وَعَشِیْرَتُکُمْ ـــــ اور تمہارا کنبہ ہو ـــــ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا ـــــ اور تمہارا کمایا ہوا، جمع کیا ہوا مال ہو ـــــ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا ـــــ اور وہ تجارت ہو جس کے نقصان کا تمہیں خوف اور اندیشہ رہتا ہے ـــــ وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا ـــــ اور تمہارے پسندیدہ مکان ہوں، کوٹھیاں ہوں، بنگلے ہوں ـــــ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ ـــــ اگر یہ تمام چیزیں یا ان میں سے کوئی چیز بھی تمہارے نزدیک زیادہ پیاری ہے اللہ سے اور اللہ کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تو پھر تم عذاب کے منتظر ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لائے ـــــ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ ـــــ اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت کی راہیں نہیں دکھاتا ـــــ یہ ہے آیۂ کریمہ کا لفظی ترجمہ۔ تشریح اور تفسیر کے سلسلے میں جو باتیں کرنی ہیں وہ یہ ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ماں-باپ اور اولاد، بہن-بھائی، بیویاں، کنبہ، مال، کاروبار اور پسندیدہ مکان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آٹھوں چیزیں یا ان میں سے کوئی چیز بھی تمہارے نزدیک اللہ سے اور اللہ کے رسول سے اور اللہ کی

راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو پھر تم عذاب کے منتظر رہو۔ تم عذاب کے مستحق ہو اور تم مومن نہیں ہو۔ تم فاسق ہو اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کی راہ نہیں دکھائے گا اور اگر ان آٹھوں چیزوں سے زیادہ پیارا تمہارے نزدیک اللہ ہے اور اللہ کا رسول ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے تو پھر تم مومن ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور بخششوں کے حقدار ہو۔

معلوم ہوا کہ ہمیں ماں باپ سے، اولاد سے، بہن بھائیوں سے، بیویوں سے، کنبہ سے اور مال سے، کاروبار سے اور اپنے مکانوں سے، تمام چیزوں سے زیادہ پیارا اللہ کو اور اللہ کے رسول کو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو سمجھنا چاہئے۔ ورنہ ہم عذابِ الٰہی کے مستحق ہو جائیں گے اور ہمارا شمار فاسقوں میں ہوگا۔

میرے بزرگو اور دوستو! یہاں ایک بات بیان کرتا ہوں بڑی توجہ سے سنئے! اسلام دین فطرت ہے اور فطری طور پر ان آٹھوں چیزوں کے ساتھ ہر انسان کو محبت ہوتی ہے۔ کون ہے جس کو اپنے ماں باپ سے، اولاد سے، بہن بھائیوں سے، بیوی سے، مال سے، کاروبار سے، مکان سے محبت نہیں ہوتی۔ ان آٹھ چیزوں کے ساتھ درجہ بدرجہ سب کو محبت ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان چیزوں سے محبت نہ رکھو بلکہ یہ فرمایا کہ دیکھنا ان چیزوں کی محبت اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی محبت سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ اگر ان چیزوں کی محبت اللہ اور اللہ کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت سے زیادہ ہوگئی تو پھر تمہارے واسطے نقصان کا باعث ہے اور اگر ان چیزوں کی محبت کم رہی اللہ اور اللہ کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت زیادہ رہی تو پھر تمہارے لئے کامیابی اور کامرانی کا سبب ہے۔

معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے ماں باپ سے بھی محبت رکھنی چاہئے، اولاد سے بھی محبت رکھنی چاہئے، بہن بھائیوں سے بھی محبت رکھنی چاہئے، بیوی سے، کنبے سے، مال سے، کاروبار سے، مکان سے بھی محبت رکھنی چاہئے مگر ان سب سے زیادہ محبت اللہ کی اور اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت رکھنی چاہئے ورنہ ہم عذابِ الٰہی کے مستحق ہو جائیں گے۔

دیکھئے! اللہ کی محبت میں اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اور راہ خدا میں جہاد کرنے کی محبت میں کوئی مغایرت نہیں ہے۔ غیریت اور فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت عین اللہ سے محبت ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت اللہ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ اگر ہمیں اللہ سے محبت نہ ہو تو ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے؟ نہیں! اللہ کی راہ میں جان و مال قربان کرنے کے واسطے تیار ہوں گے؟ نہیں!

ارے وہ تو اللہ کی محبت ہی تو ہوگی جو ہمیں مجبور کردے گی کہ ہم کفن بردوش ہو کر اس کی راہ میں نکل پڑیں گے اور جان کی بازی لگانی پڑی تو لگا دیں گے۔ مال قربان کرنا پڑا تو کردیں گے تو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت عین اللہ کی محبت ہوئی۔ کیونکہ وہ اللہ کے لئے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اس کو رسول اللہ سے ضرور محبت ہوگی۔ کیونکہ دوست کا دوست عزیز ہوتا ہے اور دوست کا دشمن دشمن ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت نہ رکھے۔ جس کو اللہ سے محبت ہوگی اس کو یقیناً رسول اللہ سے محبت ہوگی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ کے حبیب ہیں۔ ان سے جو محبت ہے وہ اللہ کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ کے حبیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے ساتھ ان کی محبت کا ذکر فرمایا۔

یاد رکھو! جس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ اسی

طرح رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت عین اللہ کی محبت ہے اور خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ــــــــ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہ ــــــــ جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے درحقیقت اللہ کو محبوب رکھا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ فرمایا ــــــــ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ ــــــــ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ کی اطاعت کی ــــــــ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت عین اللہ سے بیعت ہے۔ فرمایا ــــــــ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ــــــــ بے شک جو لوگ اے حبیب! آپ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

یہاں اہل علم حضرات تشریف فرما ہیں۔ "اِنَّمَا" حصر کا کلمہ ہے۔ ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت اللہ ہی سے بیعت ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت، سرکار کا بلانا یہ اللہ ہی کی دعوت ہے۔ فرمایا ــــــــ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ ــــــــ اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ اور اللہ کا رسول بلائے تو ان کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ۔

دیکھو! بلانے والے ہیں دو۔ ایک اللہ اور ایک اللہ کا رسول اور جو بلانے کا صیغہ ہے وہ واحد کا ہے۔ "دَعَا" صیغہ واحد کا ہے۔ حالانکہ داعی دو ہیں تو چاہئے تھا کہ بلانے کا صیغہ بھی تثنیہ کا آتا۔ تو صیغہ واحد کا کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ پتہ چل جائے کہ رسول اللہ کا بلانا حقیقت میں اللہ کا بلانا ہے۔

اسی طرح یاد رکھو! نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر عین اللہ کا ذکر ہے۔ یہ میں نہیں کہتا۔ حدیث قدسی ہے، اللہ کا فرمان ہے۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "شفا

شریف" میں اسی حدیث کو نقل کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــ جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِيْ فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِيْ ــــ اے میرے حبیب! میں نے تجھے اپنا ہی ذکر بنا دیا ہے۔ میرے حبیب! پس جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا ــــ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اللہ کا دیدار ہے۔ فرمایا ــــ مَنْ رَّانِيْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ ــــ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

تو معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اللہ کا دیدار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اللہ ہی کا ذکر ہے۔ حضور کا بلانا اللہ ہی کا بلانا ہے۔ حضور کی بیعت اللہ ہی کی بیعت ہے۔ حضور کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ حضور کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے۔

یہاں آپ کے پاس میں آیا ہوں۔ خدا کی قسم اس کا سبب محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اگر رسول اللہ سے محبت نہ ہوتی تو نہ میں آتا اور نہ آپ آتے۔ نہ میں سناتا اور نہ آپ بیٹھ کے سنتے۔ چونکہ محبتِ رسول ہی ہماری آپس کی محبت کا سبب ہے۔ اس واسطے میری تقریر کا موضوع ہے "محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" چنانچہ دیکھئے!

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ملانے والے۔ حضور کا نام ہی دیکھو! محمد (ﷺ) دیکھو ناں ذرا محمد۔ پہلی میم نے دونوں ہونٹوں کو ملایا۔ ح کی وجہ سے ہونٹ کھل گئے۔ دوسری میم نے پھر ملا دیا اور شکل کیسے بنتی ہے؟ محمد چاہے کوئی چومے، نہ چومے، ہونٹ خود چوم رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا نام ہی ایسا بنا دیا کہ ہونٹ خود بخود چومتے ہیں ۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نُطق نے بوسے میری زباں کے لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو ہونٹ خود بخود چومتے ہیں۔ دیکھو! اور جس طرح حضور کا نام دونوں لبوں کو ملا دیتا ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو

مِلا دیا۔مخلوق کو خالق سے مِلانے والے ہیں۔مثلاً

میں ایک بات بیان کرتا ہوں کہ ہر ملک کا رواج، رسمیں،لباس بلکہ شکلیں اور صورتیں،کھانے،پینے،رہنے سہنے کے انداز سب الگ الگ ہیں۔رنگ اور روپ بھی الگ الگ ہیں۔بعض ملکوں کے لوگ کالے رنگ کے ہیں۔بعض ملکوں کے لوگ سُرخ رنگ کے ہیں۔بعض ملکوں کے لوگ سفید رنگ کے ہیں۔بعض ملکوں کے لوگ درمیانے رنگ کے ہیں گندم گوں۔اسی طرح لباس میں بھی فرق۔انڈونیشیا والوں کا لباس اور قسم کا ہے۔عرب والوں کا لباس اور قسم کا ہے۔عراق والوں کے لباس میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔عرب والے اور قسم کا جُبّہ پہنتے ہیں۔عراق والے اور قسم کا جُبّہ پہنتے ہیں۔

اِسی طرح آپ چلے جایئے زبانوں میں بھی فرق ہوگا، بولیوں میں بھی فرق ہوگا،شادی بیاہ وغیرہ رسم ورواج وغیرہ میں بھی فرق۔غرض یہ کھانے، پینے کے انداز میں بھی فرق، ہر چیز میں آپ فرق دیکھیں گے لیکن دنیا کے کسی خطے پر چلے جایئے۔جب اذان ہوگی تو اذان سب کی ایک ہوگی،اذان کے بعد جب وہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے تو قبلہ سب کا ایک ہی ہوگا۔اسی قبلہ کی طرف ہی سب کا منہ ہوگا۔چاہے کوئی مشرق میں رہتا ہو یا مغرب میں رہتا ہو،نماز پڑھیں گے تو نماز سب کی ایک،کلمہ سب کا ایک،قرآن سب کا ایک۔معلوم ہوا کہ باقی سب چیزیں جدا کرنے والی ہیں۔جو مصطفٰے لے کر آئے وہ مِلانے والا ہے۔باقی سب چیزیں ہم میں جدائی پیدا کرتی ہیں،فرق پیدا کرتی ہیں لیکن جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سبق دیا،تعلیم دی وہ ہمیں ایک کرنے والا ہے۔

یاد رکھو! آپس میں مِلانے والی ذات، ذاتِ مصطفٰے ہے (ﷺ) تو میں عرض کر رہا تھا۔میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج کی میری تقریر کا موضوع ہے"محبت رسول" آیت میں نے پڑھی ہے۔اِس آیت میں آٹھ چیزوں کا ذکر ہے مگر ان آٹھ چیزوں میں جان کا ذکر نہیں تو شاید کوئی یہ سمجھے کہ جان کو اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ پیارا رکھنا چاہئے۔

کیونکہ آیت میں جن آٹھ چیزوں کا ذکر ہوا ہے اُن میں جان کا ذکر نہیں ہے تو اِس سلسلے میں بھی میں عرض کروں۔

میرے بزرگو اور دوستو! نبی کریم علیہ الصلوٰہ والسلام ایک جنگ میں تشریف لے گئے۔ کچھ مدینہ شریف کے رہنے والے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور وہ رسول اللہ کے ساتھ نہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهٗ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهٖ ——— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مدینے والوں کو اور مدینہ کے گرد دیہات والوں کو یہ لائق نہیں تھا کہ رسول اللہ کے پیچھے اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے اور نہ یہ لائق تھا کہ اپنی جانوں کو نبی پاک کی ذات سے عزیز اور پیارا سمجھتے۔

اِس آیت نے بتا دیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰہ والسلام کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا سمجھنا چاہئے۔ اس سلسلے میں دو حدیثیں بھی پیش کرتا ہوں۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے ارشاد فرمایا ——— لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ——— ایک اور روایت میں "وَنَفْسِهٖ" کا لفظ بھی ہے تو معنی یہ ہوا۔ سرکار فرماتے ہیں کہ ——— تم میں سے کوئی شخص مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک میں اس کے ماں باپ سے، اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے یہاں تک کہ اس کی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

دیکھئے! امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا کہ اے عمر! میں تیرے نزدیک کتنا پیارا ہوں؟ حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری جان کے سوا آپ مجھے تمام چیزوں سے زیادہ پیارے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! ابھی تو کامل مومن نہیں ہوا۔ کامل مومن

اس وقت ہوگا جب میں تیرے نزدیک تیری جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر نے اسی وقت کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب تک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ پیارا نہ سمجھے اس وقت تک آدمی مومن نہیں بن سکتا۔

ان ہی آیتوں اور حدیثوں کو سامنے رکھ کر حفیظؔ جالندھری نے دو شعر کہے۔ وہ کہتے ہیں

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے

صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور کا نامِ نامی واسم گرامی جب بھی سنا کرو درود شریف پڑھا کرو۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے، چاہے کلمہ پڑھے، چاہے حج کرے، چاہے داڑھی رکھ لے۔ اگر سرکار کی محبت کامل نہیں ہے تو کچھ بھی کامل نہیں ہے۔

بولو! حضرت عمر کے عمل میں کوئی کمی تھی؟ نہیں! لیکن حضور نے فرمایا عمر! تو ابھی کامل مومن نہیں ہوا۔ جب تک میری محبت جان سے بھی زیادہ نہیں ہوگی تو حفیظؔ صاحب کا دوسرا شعر سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

محمد ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا

تو جب تک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ پیارا نہ سمجھے اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔

اب میری طرف توجہ کرو! میں ایک ایسی بات کرنے لگا ہوں جس کو توجہ سے سنیئے! انشاء اللہ العزیز آپ حضرات بڑے محظوظ ہوں گے۔ میرے مخدوم و محترم شیخ طریقت

حضرت قبلہ سید ہاشم رضا صاحب تشریف لائے ہیں، مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میری اور حضرت صاحب کی محبت چٹا گانگ سے ہے۔ یہ مشرقی پاکستان جواب بنگلہ دیش بن گیا ہے، پہلے حضرت وہاں تشریف رکھتے تھے اور وہاں میں تقریر کے لئے جاتا تھا تو وہاں بھی حضرت کرم فرماتے تھے۔ تقریر میں بھی تشریف لاتے تھے اور دعوت بھی کرتے تھے تو اس فقیر ناچیز پر آپ کی بڑی شفقت اور عنایت ہے۔ تشریف لائے ہیں، قلب کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں اور حضرت صاحب کی خدمت میں ایک بات عرض کر رہا ہوں۔ ذرا غور سے سنیئے گا۔

میرے بزرگو اور دوستو! ولی ہونا، قطب ہونا، ابدال ہونا، غوث ہونا یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ ـــــ تم میں کوئی مومن ہی نہیں ہوسکتا ـــــ بنیادی طور پر مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک مجھے سب سے زیادہ پیارا نہ سمجھے۔ ولی ہونا، قطب ہونا، غوث ہونا یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ سرکار فرماتے ہیں ـــــ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ ـــــ تم میں کوئی مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک سب سے زیادہ پیارا مجھے نہ سمجھے، نہ رکھے ـــــ تو اس سلسلے میں میں بڑی پیاری بات عرض کرنے لگا ہوں ذرا توجہ سے سنیئے۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جو خواہ مخواہ نہ کی جاسکتی ہے، نہ کروائی جاسکتی ہے۔ ٹھیک ہے "ٹھیک ہے" محبت ایک ایسی چیز ہے جو زبردستی نہیں کی جاسکتی ہے، نہ کروائی جاسکتی ہے۔

مثلاً میں آپ سے کہوں کہ بھائی آپ مجھ سے محبت رکھو! اور محبت بھی سب سے زیادہ رکھو! تو آپ کہیں گے مولوی صاحب کیوں؟ اِس کی وجہ کیا ہے؟ تو میں کہوں گا وجہ! وجہ میں نہیں جانتا بس تم لوگوں کو محبت رکھنی ہوگی۔ بس محبت رکھو! آپ کہیں گے مولوی صاحب ہمارا دل آپ پر نہیں آتا، ہمارا دل آپ سے محبت کرنے کو نہیں چاہتا۔ تو آپ زبردستی محبت کروانا چاہتے ہیں۔ تو میں کہوں گا بس تمہارا دل آئے یا نہ آئے، تمہیں محبت کرنی ہوگی۔

محبت کرو! ورنہ میں ماردوں گا، شوٹ کردوں گا، گولی ماردوں گا، یہ کروں گا، وہ کروں گا۔ تو آپ ڈر کے مارے کہہ دیں کہ اچھا صاحب کرتے ہیں۔ ایمانداری سے بتائیے اس کا نام محبت ہے؟ نہیں! یہ تو زبردستی محبت کروانی ہوئی اور زبردستی محبت نہ کی جاسکتی ہے اور نہ کروائی جاسکتی ہے اور سرکار فرماتے ہیں مجھ سے محبت رکھو اور محبت بھی سب سے زیادہ رکھو! ورنہ تم مومن ہی نہیں ہو سکتے۔ تو آیئے ذرا اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ اصل بات کیا ہے؟ آپ سنیں گے تو انشاء اللہ آپ کا ایمان تازہ ہوگا۔ سنو! غور کرو!

میرے دوستو، بزرگو! ہر چیز کا ایک تقاضا ہوتا ہے مثلاً بھوک کا تقاضا ہے کھانا۔ بھوکے آدمی کے سامنے جب کھانا آجائے گا تو وہ کسی سے پوچھے گا نہیں بلکہ وہ خود ہی کہے گا میاں! جب سامنے کھانا آجائے دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ بسم اللہ شروع کرو کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی ہے اور کھانا اس کا تقاضا ہے تو جب کھانا سامنے آیا تو اس نے اپنے تقاضے کو پورا کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ ایک بھوکا تھا۔ اس سے کسی نے پوچھا ''دو اور دو'' کتنے ہوتے ہیں؟ کہنے لگا چار روٹیاں۔ کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن میں خیال تھا روٹی کا۔ اس نے صرف چار نہیں کہا۔ کہنے لگا چار روٹیاں تو بھوک کا تقاضہ ہے کھانا۔ پیاس کا تقاضہ ہے پینا۔ پیاسے کو جب پانی ملے گا فوراً منہ کو لگالے گا۔ تھکاوٹ کو تقاضہ ہے آرام اور راحت۔ تھکے ہوئے آدمی کو جب آرام ملے گا راحت حاصل ہوگی۔ فوراً اس کو نیند آجائے گی وہ آرام کرنے لگ جائے گا۔

اِن باتوں سے آپ سمجھ گئے کہ ہر چیز کا ایک تقاضہ ہوتا ہے۔ بولو! محبت کا تقاضہ کیا ہے؟ محبت کا تقاضہ ہے حسن، جمال، کمال۔ جہاں حسن ہوگا، جہاں جمال ہوگا، جہاں کمال ہوگا وہاں خود بخود محبت پیدا ہوگی۔ کیونکہ محبت کا تقاضہ حسن و جمال اور کمال ہے۔ جب آپ نے یہ سن لیا تو اب میری بات کو ذرا غور سے سنیئے۔ دیکھو! محبت کے انداز بے شمار ہیں۔ محبوں کے انداز اور قسمیں بے شمار ہیں۔

اِسی طرح حسن کے، جمال کے، کمال کے انداز اور قسمیں بھی بے شمار ہیں۔ مثلاً بعض لوگوں کے نزدیک حسن یہ ہے کہ چہرا اچھا ہو اور نقش ونقوش، خدوخال خوبصورت اور تیکھے ہوں۔

کوئی اِسی کو حسن سمجھتا ہے مگر آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی رنگ وروپ کے لحاظ سے، نقش ونقوش کے لحاظ سے خوبصورت ہو مگر اس میں صداقت کا حسن نہ ہو۔ وہ جھوٹ بولتا ہو تو جو صداقت کے حسن کا عاشق ہے وہ جھوٹ بولنے والے سے محبت کرے گا؟ نہیں! وہ کہے گا ٹھیک ہے اس کا چہرا اچھا ہے، نقش ونقوش اچھے ہیں مگر میں تو صداقت کے حسن کا عاشق ہوں۔

جس حسن کا میں عاشق ہوں وہ حسن اِس کے اندر نہیں ہے تو میں اس سے کیسے محبت کروں؟ جبکہ میرا مطلوب، میرا محبوب اس کے اندر نہیں ہے۔ اسی طرح ذرا غور کرو! کوئی شخص رنگ وروپ کے لحاظ سے، نقش ونقوش کے لحاظ سے خوبصورت ہو مگر اس میں دیانت اور امانت کا حسن نہ ہو وہ بددیانت ہو، وہ خائن ہو تو جو امانت ودیانت کے حسن کا عاشق ہے وہ بددیانت سے اور خیانت کرنے والے سے کبھی محبت کرے گا؟ نہیں کرے گا! وہ کہے گا ٹھیک ہے اس کا رنگ وروپ اچھا ہے مگر جس ادا کا میں عاشق ہوں، جس حسن کا میں عاشق ہوں وہ حسن اس کے اندر نہیں ہے۔ میں اس سے کیسے محبت کروں؟

اسی طرح اگر کوئی شخص رنگ وروپ کے لحاظ سے، نقش ونقوش کے لحاظ سے خوبصورت ہو مگر اس میں سخاوت کا حسن نہ ہو، وہ بخیل ہو تو جو سخاوت کے حسن کا عاشق ہے وہ بخیل سے کبھی محبت نہیں کرے گا۔ اسی طرح جو شجاعت کے حسن کا عاشق ہو وہ بزدل سے کبھی محبت نہیں کرے گا۔ جو عدل وانصاف کے حسن کا عاشق ہے وہ ظالم سے اور جو عمل کے حسن کا عاشق ہے وہ بدعمل سے کبھی محبت نہیں کرے گا۔

اِن باتوں سے آپ سمجھ گئے کہ جس طرح حسن کے انداز بے شمار ہیں اسی طرح

عاشقوں اور طالبوں کے انداز بھی بیشمار ہیں۔ اب غور سے سنیئے! میں نتیجہ پیش کرتا ہوں۔

میرے دوستو اور بزرگو! سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا کے تمام ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ مجھ سے محبت کرو! اگر محبت نہیں کروگے تو تم مومن نہیں ہوسکو گے۔ اللہ کی رحمتوں اور بخششوں کے حقدار نہیں ہوسکو گے۔ کیوں؟

سرکار کیوں فرماتے ہیں مجھ سے محبت کرو؟ وجہ یہ ہے سرکار فرماتے ہیں لوگو! اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ایک میری ہی ذات ہے جس میں ہر حسن موجود ہے، ہر جمال موجود ہے اور ہر کمال موجود ہے۔

میرے سوا اور کوئی ایسا نہیں جس میں ہر حسن موجود ہو۔ جس میں ہر جمال اور ہر کمال موجود ہو۔ تو تم جس حسن کے بھی عاشق ہو آؤ دیکھو! وہ حسن میرے اندر موجود ہے۔

لہٰذا تم سب پر لازم ہے کہ مجھ سے محبت کرو۔ اگر تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کسی حسن کے عاشق ہی نہیں۔ تمہیں کسی ادا سے پیار ہی نہیں ہے۔ تم بڑے کور ذوق ہو، بڑے بدذوق ہو۔ ارے اگر ذوق رکھتے ہو اور حسن کی کسی ادا کو بھی پیارا سمجھتے ہو تو آؤ دیکھو حسن کی وہ ادا میرے اندر موجود ہے۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں خدا کی قسم جس کو حسن کہتے ہیں وہ سرکار کی ذات میں موجود تھا اور جو سرکار کی ذات میں موجود نہیں تھا وہ حسن ہی نہیں تھا۔ حسن ہے ہی وہ جو سرکار کی ذات میں موجود تھا۔ اب میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں۔ ظاہری حسن و جمال کے لحاظ سے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا حسین و جمیل دنیا میں ہوا ہی نہیں۔ میں نہیں کہتا، کوئی چودھویں صدی کا مولوی نہیں کہتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عقیدت کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَاَحۡسَنُ مِنۡكَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَيۡنِىۡ وَاَجۡمَلُ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءَ

(ترجمہ) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جیسا حسین و جمیل میری آنکھ نے

ہرگز نہیں دیکھا اور آنکھ دیکھے بھی کیسے جب کہ کسی ماں نے جنا ہی نہیں، معرض وجود میں نہیں آیا تو دیکھنے میں کیسے آسکتا ہے؟

خُلِقتَ مُبرَّءً مِنْ کُلِّ عَیبٍ ۔۔۔ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ

(ترجمہ) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا ہے۔

دیکھو! صحابۂ کرام کا عقیدہ یہ تھا ـــــ خُلِقتَ مُبرَّءً مِنْ کُلِّ عَیبٍ ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا ـــــ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ ـــــ اور اللہ نے آپ کو ایسا پیدا کیا جیسا کہ گویا آپ خود چاہتے تھے۔

معلوم ہوا کہ سرکار جیسا کوئی حسین وجمیل نہیں تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ''مثنوی شریف'' میں ترجمانی فرماتے ہیں۔

کہ دید صدیقش بگفت اے آفتاب ۔۔۔ نے زمشرقی نے زغربی خوش آں باب

(ترجمہ) کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو عرض کیا اے حسن وجمال کے آفتاب! تیرے جیسا خوبصورت نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں ہے۔

دیکھئے ایک بات عرض کرتا ہوں۔ آپ کہیں گے حضرت حسّان ابن ثابت نے اور حضرت صدیق اکبر نے مکہ کے لوگوں کو دیکھا اور مدینے کے لوگوں کو دیکھا یا چند شہروں میں جانے کا ان کو اتفاق ہوا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا۔ انہوں نے اولین اور آخرین کو تو نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو لوگ ہوئے ان کو نہیں دیکھا اور جو بعد میں ہوئے ان کو نہیں دیکھا تو انہوں نے سب کو تو دیکھا نہیں۔ روئے زمین کے حسینوں، جمیلوں کو تو دیکھا نہیں۔

اُن کا فیصلہ کیسے منظور ہوسکتا ہے؟ تو آیئے میں آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

صدیق اکبر کا ارشاد آپ نے سنا، حسان ابن ثابت کا ارشاد آپ نے سنا۔ اب اس کا ارشاد سنیئے جس کا نام ہے جبریل امین (علیہ السلام)۔ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو دیکھا، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے حسین کو دیکھا، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو دیکھا۔ آیئے اس جبریل کو دیکھئے کیا فرماتے ہیں؟ جبریل امین کہتے ہیں ـــــ قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقُهَا وَمَغَارِبُهَا فَلَمْ اَرَىٰ مِثْلَ مُحَمَّد (ﷺ) ـــــ جبریل امین کہتے ہیں ـــــ یارسول اللہ! میں نے روئے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو الٹ پلٹ کے دیکھا لیکن کملی والے! تیری مثل میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

سیدنا جبریل امین کیا کہتے ہیں؟ ـــــ فَلَمْ اَرَىٰ مِثْلَ مُحَمَّدُ ـــــ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل دیکھا ہی نہیں ـــــ بولو! جبریل کیا کہتے ہیں؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''بے مثل ہیں'' اور صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک ہے۔ سرکار خود فرماتے ہیں ـــــ لَسْتُ مِثْلَكُمْ ـــــ میں تمہاری مثل نہیں ہوں ـــــ لَسْتُ مِثْلَكُمْ ـــــ میں نہیں ہوں تمہاری مثل ـــــ بلکہ فرمایا ـــــ اَیُّكُمْ مِثْلِىْ ـــــ کون ہے تم میں میری مثل؟ ـــــ سرکار خود فرماتے ہیں۔ یہ صحیح بخاری، صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

سرکار فرماتے ہیں ـــــ اَیُّكُمْ مِثْلِىْ ـــــ کون ہے تم میں میری مثل؟ ـــــ یہ کن کو فرمارہے ہیں؟ صحابہ کرام کو، صدیق اکبر کو، فاروق اعظم کو، عثمان غنی کو، علی شیر خدا کو، تمام صحابہ کو۔ سرکار فرماتے ہیں ـــــ اَیُّكُمْ مِثْلِىْ ـــــ کون ہے تم میں میری مثل؟ ـــــ چاہیئے تھا صدیق اکبر بولتے، فاروق اعظم بولتے، عثمان غنی بولتے، کوئی اور صحابی بولتے۔ کوئی نہیں بولا۔

معلوم ہوا اُن سب نے تسلیم کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بے مثل ہیں۔ ہم میں کوئی آپ کا مثل نہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو ضرور بولتا۔ صحابہ میں سے تو کوئی نہیں بولا۔ چودھویں صدی میں یہ بول پڑے، چودھویں صدی میں ڈھائی بندے بول اٹھے۔ کہنے لگے: ''حضور ہماری مثل ہیں'' ''ہم جیسے بشر ہیں''۔ لو یہ سرکار کی مثل ہو گئے۔ ان کا منہ تو دیکھو ذرا۔

ارے میاں! سرکار فرماتے ہیں ـــــ اَیُّکُمْ مِثْلِی ـــــ کون ہے تم میں میری مثل؟ ـــــ چاہیئے تھا کوئی صحابی بولتا۔ عرض کرتا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم! آپ بھی آدم کی اولاد، میں بھی آدم کی اولاد، آپ کے بھی ماں باپ، میرے بھی ماں باپ، آپ کے بھی بیوی بچے، میرے بھی بیوی بچے، آپ بھی کھاتے پیتے، سوتے جاگتے ہیں، میں بھی کھاتا، پیتا، سوتا، جاگتا ہوں۔ آپ بھی انسان، میں بھی انسان۔ آپ کے بھی دو ہاتھ، میرے بھی دو ہاتھ۔ آپ کی بھی پانچ پانچ انگلیاں، میری بھی پانچ پانچ انگلیاں۔ آپ کی بھی دو آنکھیں، میری بھی دو آنکھیں۔ اتنی لمبی چوڑی تقریر کرتا، چلو نہ کرتا تو کم از کم کھڑے ہو کر یہ آیت ہی پڑھ دیتا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔

بولو! صحابہ کو یہ آیت یاد تھی کہ نہیں؟ یاد تھی (یاد تھی) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کون ہے تم میں میری مثل؟ تو چاہیئے تھا کوئی صحابی بولتا۔ کوئی صحابی نہیں بولا تو یاد رکھو میرے دوستو، بزرگو! ہم میں کوئی حضور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل نہیں تھے۔ ہمارا عقیدہ اور نظریہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق ہے اور جو کہتے ہیں سرکار ہمارے ہی جیسے بشر تھے، اُن کا عقیدہ اور نظریہ صحابہ کرام کے مطابق نہیں ہے۔ کس کے مطابق ہے؟ سنو! مکے کے کافروں نے کہا تھا ـــــ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ـــــ نہیں ہو تم مگر ہماری مثل ایک بشر ـــــ یہ کس نے کہا تھا؟ کافروں نے مگر صحابہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں

آپ کی مثل ہوں۔

سنو! وہ کیسے کہتے؟ وہ دن رات جلوے دیکھتے تھے کہ آنکھیں تو ان کی بھی دو ہیں، ہماری بھی دو ہیں مگر یہ جس طرح آگے دیکھتے ہیں، اُسی طرح پیچھے دیکھتے ہیں۔ یہ جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے ہیں، اُسی طرح رات کے اندھیرے میں دیکھتے ہیں۔ جس طرح قریب دیکھتے ہیں، اُسی طرح دور دیکھتے ہیں۔ جس طرح ساتوں زمینوں کے نیچے دوزخ کو دیکھتے ہیں، اُسی طرح ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت کو دیکھتے ہیں۔ جن آنکھوں سے مخلوقات کو دیکھتے ہیں، اُنہیں آنکھوں سے خالق کو بھی دیکھتے ہیں۔

دیکھو! وہ برابری کا دعویٰ کیسے کرتے؟ ارے وہ دیکھتے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ ہاتھ تو ہمارے بھی دو ہیں، ان کے بھی دو ہیں مگر ان کے ہاتھوں کو تو اللہ اپنے ہاتھ فرما رہا ہے۔ یہ جب چاہتے ہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے چلا دیتے ہیں۔ ہمارا سارا ہاتھ اٹھ جائے تو ایک بلب بھی نہیں ٹوٹتا اور اس کی انگلی اٹھ جائے تو آسمان پر چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کیا فرماتے ہیں؟ فرماتے ہیں۔

پنجۂ او پنجۂ حق می شود ماہ از انگشت او شق می شود

فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پنجہ پنجۂ قدرت ہے۔ اس پنجہ کی پوری قدرت وطاقت کا بیان کون کرے؟ اس پنجے کی ایک انگلی اٹھی تو آسمان پر چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

میاں! صحابہ کرام دن رات جلوے دیکھتے تھے۔ سرکار کی شان کو دیکھتے تھے، وہ برابری کا دعویٰ کیسے کرتے؟ برابری کا دعویٰ وہ کر رہے ہیں جنہوں نے دیکھا نہیں۔ اَے کاش! اگر یہ دیکھ لیتے تو برابری کا دعویٰ نہ کرتے۔

مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا۔ جب تک نہیں دیکھا تو کیا کہتی تھیں؟ زلیخا کو طعنے دیتی تھیں۔ وزیر اعظم کی بیوی ہو کر ایک غلام پر فریفتہ ہو گئی۔ ایں تجھے کیا ہو گیا؟ تو نے تو اپنی پوزیشن کا لحاظ نہیں کیا۔ تیرا بلند مقام ہے۔ تو وزیر اعظم کی بیوی

ہے، وہ مصر کی گلیوں میں بکتا رہا۔ تو ایک غلام پر عاشق ہوگئی۔

زلیخا نے کہا میں اس کا جواب کیا دوں؟ تم بھی سچی ہو، میں بھی سچی ہوں۔ تم اس لئے کہتی ہو، تم نے دیکھا نہیں۔ میں اس لئے مرتی ہوں کہ روز جلوے دیکھتی ہوں، تم نے دیکھا نہیں۔

بولو! زلیخا نے کیا کیا؟ عورتوں کو بلا کر تقریر کی؟ (نہیں) اس نے سمجھا اِن کا علاج تقریر نہیں۔ یہ تقریر سے نہیں مانیں گی، تقریر سے قائل نہیں ہوں گی، ان کا علاج ہے دید۔ جب دیکھیں گی تب قائل ہوں گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بلالیا۔ کہنے لگی تم نے کبھی کوئی میری بات نہیں مانی، ایک تو مان لو۔ یہ میرے پیچھے لگی ہوئی ہیں، ذرا اپنا حسن و جمال دکھادو! ذرا تشریف لے آؤ! تا کہ مجھے ملامت کرنا چھوڑ دیں۔ فرمایا چل تو میں آتا ہوں۔

رب سے پوچھا کیا کروں؟ رب نے فرمایا جاؤ! آ گئے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ فَلَمَّا رَأَيْنَهٗ اَكْبَرْ نَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَا لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ـــــ جب انہوں نے دیکھا تو کیا کہا؟ ـــــ فَلَمَّا رَأَيْنَهٗ ـــــ جب انہوں نے یوسف کو دیکھا تو دیکھتے ہی از خود رفتہ ہوگئیں، اپنا بھی ہوش نہ رہا، بجائے پھل کاٹنے کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں خدا کی قسم! یہ بشر نہیں ہے۔ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے ـــــ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ـــــ زلیخا نے کہا یہ ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی ہو۔ اب بتاؤ تمہارا کیا حال ہوا؟

اوہ! تم نے تو ایک نظر دیکھا اور ہاتھ کاٹ دیئے۔ میں بھی ہوں جو شب و روز دیکھتی ہوں اور پھر ضبط کرتی ہوں۔ یہ میرا ہی حوصلہ ہے۔ تو دیکھو! جنہوں نے انہیں نہ دیکھا تھا تو وہ کہتی تھیں غلام ہے، یہ ہے، وہ ہے اور جب دیکھا تو پھر اپنا بھی ہوش نہیں رہا۔

یہ جو کہتے ہیں ناں حضور ہمارے ہی جیسے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی ان کو قیامت کے دن

جلوہ دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محبوب! ذرا محبوبیت کا تاج پہن کے، شفاعت کا تاج پہن کے مقام محمود پر آجاتا کہ اگلوں پچھلوں کو پتہ چل جائے کہ جس کو میں نے اپنا حبیب بنایا ہے اس کی شان کیا ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا پتہ تو چلے گا قیامت کے دن۔ جب سرکار کو لوگ دیکھیں گے اور سرکار مقامِ محمود پر ہوں گے۔ اگلے پچھلے سرکار کی تعریف کریں گے۔ دیکھو! یہاں میں ایک بات عرض کرتا ہوں۔ پڑھے لکھے لوگ ذرا ضروری توجہ کریں۔

مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث پاک موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ـــــ قیامت کے دن میں ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن کی قید کیوں لگائی؟ یہاں حضور سردار نہیں ہیں؟ بولو! ہیں (ہیں) حضور جب نبیوں کے سردار ہیں جو آدم کی اولاد میں سب سے افضل ہیں تو آدم کی دوسری مخلوق تو نبیوں سے نیچے ہے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ اَنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ ـــــ میں سارے رسولوں کا سردار ہوں۔ میں سارے رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر فخر نہیں۔ یہ بات فخر و غرور کی راہ سے نہیں کہتا۔

حضور سارے نبیوں کے سردار ہیں۔ بولو! حضور سارے نبیوں کے سردار ہیں۔ جب نبیوں کے سردار ہیں تو جو نبی نہیں ہیں ان کے تو بدرجۂ اتم سرکار سردار ہوئے۔ تو پھر سرکار نے یہ کیوں فرمایا کہ میں قیامت کے دن سردار ہوں گا۔ کیا دنیا میں سردار نہیں ہیں؟ ہیں (ہیں) تو پھر قیامت کے دن کی قید کیوں لگائی؟

اس کو سمجھو! سورۂ فاتحہ میں تم پڑھتے ہو ـــــ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ـــــ اللہ تعالیٰ مالک ہے قیامت کے دن کا، جزا کے دن کا، فیصلے کے دن کا ـــــ

ٹھیک ہے(ٹھیک ہے)پڑھتے ہو یانہیں پڑھتے ہو؟ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ـــــ اللہ تعالیٰ مالک ہے قیامت کے دن کا، فیصلے کے دن کا، جزا کے دن کا ـــــ تو بولو! اللہ دنیا کے دنوں کا مالک نہیں ہے؟ (ہے، یقیناً ہے) تو پھر اس نے قیامت کے دن کی قید کیوں لگائی؟ کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں۔ دنیا کے دنوں کا مالک نہیں ہے؟ (ہے، بلاشبہ ہے) دنوں کا مالک ہے، راتوں کا مالک ہے بلکہ ہر شے کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے تو پھر اس نے یہ کیوں کہا کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں؟

اب ان دونوں کا جواب سنو! مطلب سمجھو! اللہ تعالیٰ بلا شک وشبہ دنوں کا بھی، راتوں کا بھی، ہر شے کا مالک ہے مگر اس دنیا میں لاکھوں، کروڑوں افراد ہیں جو اللہ کو مالک نہیں مانتے۔ اللہ تو مالک ہے مگر کروڑوں افراد اللہ کو مالک نہیں مانتے۔ جو کافر ہیں، اللہ کی ہستی کے ہی منکر ہیں، وہ بولو! اللہ کو مالک مانتے ہیں؟ (نہیں) نہیں ناں مانتے مگر قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ جو دنیا میں اللہ کو مالک نہیں مانتے تھے وہ بھی مانیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكَ الْيَوْمَ ـــــ بولو! آج کون مالک ہے؟ آج کس کی بادشاہی ہے؟ ـــــ او! تختوں پر بیٹھ کر مغرور ہونے والو! فرعون بننے والو! نمرود بننے والو! میرے حکم کے مقابلے میں اپنا حکم چلانے والو! بولو! آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو کوئی بولے گا؟ (نہیں، ہرگز نہیں) جرأت ہوگی کسی کو؟ (نہیں) اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا ـــــ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ـــــ آج کی بادشاہی اللہ واحد قہار کے واسطے ہے ـــــ تو یاد رکھو! جو دنیا میں اللہ کو مالک نہیں مانتے تھے پھر وہ بھی مانیں گے مگر اس دن کا ماننا نفع نہیں دے گا۔ نفع ان کو ہوگا جو یہاں مانیں گے۔

اسی طرح دیکھو! سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کے سردار ہیں مگر آدم علیہ السلام کی اولاد میں لاکھوں، کروڑوں افراد ہیں جو حضور کو سردار نہیں مانتے۔ بولو! کافر مانتے ہیں؟ نہیں مانتے تو جس طرح دنیا میں لاکھوں، کروڑوں افراد اللہ کو

مالک نہیں مانتے قیامت کے دن مانیں گے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو دنیا میں مجھے سردار نہیں مانتے تھے
قیامت کے دن وہ بھی مانیں گے۔ کب؟

جب سرکار شفاعت کا تاج پہن کر مقام محبوبیت، مقامِ محمودیت پر جلوہ گر ہوں
گے تو جو دنیا میں نہیں مانتے تھے وہ بھی مانیں گے مگر یاد رکھو! اس دن کا ماننا نفع دے گا؟
(نہیں) نفع ان کو ہوگا جو یہاں مانیں گے۔ اسی واسطے اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ
احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آج لے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے

او منکر! آج مانگ، او منکر! آج اُن کی پناہ لے۔ آج ان کو اپنا حامی و مددگار بنا لے، آج۔
اگر آج مان جائے گا تو قیامت کے دن بھی فائدہ ہوگا۔ آج نہیں مانے گا تو قیامت کے دن
مانے گا تاں تو پھر قیامت کے دن کا ماننا نفع نہیں دے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

آج لے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قیامت کے دن مانیں گے اگلے پچھلے مانیں گے۔ ایک بات اور قیامت کے دن
کی سن لو! جو یہاں نہیں مانتے وہ وہاں مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——
یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ —— تم قیامت کے دن مومن مردوں اور
مومن عورتوں کو دیکھو گے کس حال میں؟ —— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——
یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ —— چلتا ہوگا ان کا نور ——
یَسْعٰی —— چلتا ہوگا —— نُوْرُھُمْ —— ان کا نور —— بَیْنَ
اَیْدِیْھِمْ —— ان کے آگے —— وَبِاَیْمَانِھِمْ —— اور ان کے داہنے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو

دیکھو گے۔ جب وہ چلتے ہوں گے تو آگے آگے ان کا نور چلتا ہوگا اور دائیں بائیں بھی ان کے ساتھ ان کا نور چلے گا۔ ایمان والے تو ہوں گے نور میں اور دوسرے ان کی بھی سن لو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ ——— قیامت کے دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے ——— منافق کس کو کہتے ہیں؟ جو زبان سے تو کلمہ پڑھے مگر دل سے مومن نہ ہو۔

بولو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری زمانے میں منافق تھے یا نہیں تھے؟ کلمہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ (پڑھتے تھے) نماز پڑھتے تھے یا نہیں؟ (پڑھتے تھے) روزے رکھتے تھے یا نہیں؟ (رکھتے تھے) تبلیغ کرتے تھے یا نہیں؟ (کرتے تھے) گلی گلی تبلیغ کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ——— وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ——— جب ان منافقوں سے کہا جاتا تھا کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، فتنہ برپا نہ کرو، لوگوں کے عقیدے، ایمان خراب نہ کرو ——— قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ——— تو وہ منافق کہتے تھے ''نہیں جی! ہم فتنہ وفساد نہیں پھیلاتے ہم تو اصلاح کرتے ہیں، کلمہ پڑھاتے ہیں، نماز روزے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جی! فتنہ کیسا؟ ——— اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ——— 'اِنَّمَا' حصر کا کلمہ ہے۔ منافق کہتے تھے کہ ہماری غرض وغایت سوائے اصلاح کے اور کچھ نہیں۔ اللہ نے کیا فرمایا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ——— اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ——— ایمان والو! ہوشیار رہنا، خبردار رہنا، دھوکے میں نہ آنا۔ یہ جو اصلاح کے دعویدار ہیں، حقیقت میں یہی فسادی ہیں مگر ان کو اپنے فسادی ہونے کا خود بھی پتہ نہیں۔ یہ اپنے خیال میں تو سمجھتے ہیں کہ ہم لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں لیکن حقیقت میں فتنہ پھیلاتے ہیں مگر ان کو اپنے فتنہ پرور ہونے کا خود بھی پتہ نہیں۔

اس پر میں ایک مثال پیش کروں۔ ایک کاتب تھا، کاتب۔ کاتب کو تو جانتے ہی

ہو؟ آپ تو رہتے ہی ایسی سرزمین پر ہیں جہاں عربی بولی جاتی ہے۔ لکھنے والا کاتب جو کتابت کرتا تھا اور یہ جو کاتب ہوتے ہیں ان کی عادت ہوتی ہے کہ مصنف کے مسودے میں اپنی طرف سے ترمیم و تنسیخ ضرور کرتے ہیں اور یہ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

الحمدللہ میں بھی (مولانا الحاج محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ) پچیس کے قریب کتابوں کا مصنف ہوں۔ پچیس کے قریب میں نے کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں کے لکھنے کا مقصد کوئی دنیوی مفاد نہیں بلکہ اپنے دین اور اپنے مسلک کی تبلیغ و اشاعت کا مقصد ہے کیونکہ ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ تمہارے عقیدے شرکیہ ہیں اور تمہارے اعمال بدعت ہیں۔ الحمدللہ میں نے اپنی کتابوں میں جواب دیا ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے کہ الحمدللہ ہمارے عقیدے بالکل حق اور درست ہیں تو خیر۔

مجھے بھی کاتبوں سے واسطہ پڑھتا رہتا ہے تو واقعی یہ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ میں جو لفظ لکھتا ہوں اُس کو بدل دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہ لفظ آپ نے بدلہ کیوں؟ کہنے لگا میری سمجھ میں یوں ہی آیا تھا۔ میں نے کہا تو اپنی سمجھ ذرا تھوڑی دیر اپنے پاس ہی رکھ۔ تو یوں ہی لکھ دے جیسے میں نے لکھا ہے مگر یہ تو اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہیں۔

ایک کاتب تھا اس کے پاس ایک شخص قرآن شریف لے گیا کہ کاتب صاحب! آپ کا خط بہت اچھا ہے تو یہ قرآن شریف لکھ دو مگر یاد رکھنا یہ کسی انسان کا کلام نہیں، یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کو من وعن اسی طرح لکھ دو جس طرح ہے۔ اپنی طرف سے کوئی تبدیلی، کوئی کمی بیشی نہ کرنا۔ کاتب کہنے لگا جی! آپ کیا سمجھتے ہیں، آخر میں بھی مسلمان ہوں۔ یہ تو اللہ کا کلام ہے اس میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کسی تبدیلی کا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ لکھتا رہا۔ جب لکھ گیا تو لکھوانے والا آ گیا، کہنے لگا قرآن شریف لکھ دیا۔ کہنے لگا جی! بالکل لکھ دیا۔ کوئی ترمیم، کوئی تنسیخ، کوئی تبدیلی تو نہیں کی۔ کہنے لگا جی! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ چند موٹی موٹی غلطیاں تھیں وہ میں نے نکال دی ہیں۔ ”غلطیاں“! کہنے لگا، چند موٹی موٹی

تھیں وہ میں نے نکال دیں۔ لکھوانے والے نے کہا ذرا اشارہ کردیجئے کون سی غلطیاں ہیں؟

کہنے لگا ایک جگہ آ گیا وَعَصَا آدَمُ ــــــ آدم کا عصا ــــــ حالانکہ

ہماری عمر گذر گئی یہ سنتے ہوئے کہ عصا موسیٰ کا تھا۔ عصائے موسیٰ مشہور ہے، عصائے آدم تو کبھی نہیں سنا۔ تو وہاں میں نے آدم کا نام کاٹ کے موسیٰ کا کردیا۔ اصل بات یہ ہے تھی کہ وہ کاتب عربی نہیں جانتا تھا، عالم نہیں تھا، اس نے مطلب نہ سمجھا اور عربی کا جو عصا تھا، اس کو ڈنڈا سمجھ لیا ویسے عصا بمعنی لاٹھی بھی آتا ہے مگر کیوں؟ دیکھو! عصا جو ہے اس کا مادّہ ہے

ــــــ عَصَوٌ یا عَصَیٌ ــــــ دو مادّے ہیں۔ واؤ کے ساتھ بھی، یاء کے ساتھ بھی اور عَــصَــوٌ کے معنی ہیں نافرمانی کے تو لاٹھی کو عصا اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے بھی نافرمانوں کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

اصل میں عصا کے معنی ہیں خطا کے، لغزش کے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَــصَــی آدَمُ ــــــ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ خطا ہو گئی کہ انہوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا۔ وہ مطلب نہیں سمجھتا تھا کہنے لگا جی! میں نے آدم کا نام کاٹ کر وہاں موسیٰ کا کردیا ہے۔

اچھا بھائی! اور کون سی غلطی نکالی؟ کہنے لگا صاحب! ایک جگہ قرآن میں ابولہب کا نام آ گیا۔ یہ اتنے بڑے بڑے بے ایمان اور اللہ کے پاک کلام میں ایسے بے ایمانوں کا نام۔ میرا تو کلیجہ جل گیا کہ اللہ کا کلام اور اس میں ہامان کا نام، اللہ کا کلام اور اور اس میں ابولہب کا نام تو میں نے سوچا کہ ان بے ایمانوں کے بدلے نیک آدمیوں کا، ایماندار آدمیوں کا نام آجائے تو اچھا ہے۔ تو جہاں فرعون کا نام تھا وہاں میں نے تمہارے دادا کا نام لکھ دیا ہے۔ جہاں ہامان کا نام تھا وہاں تمہارے باپ کا نام لکھ دیا ہے اور جہاں ابولہب کا نام تھا وہاں میں نے تمہارا نام لکھ دیا ہے۔ میں نے سوچا ان بے ایمانوں کی بجائے تو ان شریف آدمیوں کا نام آجائے تو اچھا ہے۔ یہ اصلاح میں نے کی ہے۔

بولو! کاتب اپنے خیال میں تو اصلاح کر رہا ہے۔ غلطی نکال رہا ہے لیکن حقیقت میں قرآن کو تبدیل کر کے وہ کفر کا مرتکب ہو رہا ہے لیکن اس کو خود بھی پتہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایمان والو! ہوشیار رہنا۔ یہ جو دعویدار ہیں کہ ہم لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ یہ اصلاح نہیں کرتے، فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں مگر ان کو اپنے فسادی ہونے کا خود بھی شعور نہیں۔

میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں۔ دیکھو! کسی کی مخالفت مقصود نہیں۔ ذرا غور سے سنو! جس ڈاکٹر نے میڈیکل کالج میں داخل ہو کر باقاعدہ تجربتاً ڈاکٹری نہیں پڑھی۔ بولو! اس کو حق ہے کہ ڈسپنسری کھول لے؟ ''نہیں''۔ کلینک کھول لے اور ڈاکٹر بن کے لوگوں کا علاج کرنا شروع کر دے۔ بولو! قانوناً یا اخلاقاً اس کو حق ہے؟ (نہیں)۔ اگر کوئی اناڑی ڈاکٹر بن بیٹھے گا اور علاج کرنا شروع کر دے گا تو بندے مارے گا کہ نہیں۔ خدا بچائے ایسے ڈاکٹر سے ایسی گولی دے گا کہ نہ مرض رہے نہ مریض۔ اسی طرح حکمت کی کتابیں اردو میں لکھی ہوئی بازاروں میں مل جاتی ہیں۔ اردو کی کتابوں میں نسخے وغیرہ سب کچھ لکھا ہوتا ہے یا نہیں؟ تو کوئی خود بخود اردو خواں بازار سے حکمت کی کتابیں خرید کے لے آئے اور پڑھ کر حکیم بن بیٹھے۔ کسی طبیہ کالج سے باقاعدہ طور پر حکمت وغیرہ نہ پڑھے تو بولو! ایسے حکیم سے تم دوائی لو گے؟ (نہیں) تم کہو گے نیم حکیم خطرۂ جان۔

اب ایمانداری سے بولو! راہ چلتے ہوؤں کو جو پکڑ لیا جائے۔ چلو! تبلیغ کرنے۔ یہ بھی نہیں پتہ کہ اس کو کلمہ کا ترجمہ بھی آتا ہے کہ نہیں۔ اس کو ایمان کے ارکان، نماز کی شرطیں، نماز کے فرائض و واجبات، چھوٹی چھوٹی باتیں بھی معلوم ہیں یا نہیں؟ یہ بھی نہیں پوچھتے کہ بھائی تو چالیس دن یا بیس دن گھر سے باہر رہ سکتا ہے؟ پیچھے تیرے گھر میں کوئی خطرہ تو نہیں؟ لڑکیاں تو نہیں؟ تیرے بیوی بچے اکیلے ہیں ان کا نگراں بھی ہے نہیں؟ کہتے ہیں کہ لکھا جلدی جلدی اپنا نام، لکھا۔

چنانچہ کراچی سے ایک آدمی چلا گیا تبلیغ کرنے، اس کی بیوی نے پیچھے کسی اور سے

نکاح کرلیا۔ ابھی تک لڑائی جھگڑا جاری ہے۔
دیکھو ذرا غور کرو سنو! اگر مقصد ہوا اسلام کی تبلیغ تو یہ وہاں جائیں جہاں سینما کی کھڑکی کے آگے قطار لگی ہوتی ہے۔ یہ وہاں جائیں جہاں شراب کا دور چلتا ہے۔ یہ وہاں جائیں جہاں جوا ہوتا ہے وہاں جائیں۔ جہاں برائی ہوتی ہے ۔ یہ ہندوؤں کے پاس جائیں، سکھوں کے گرودوارے میں جائیں، افریقہ میں جائیں کالوں کو مسلمان کریں۔ انڈیا میں جائیں تو ہندوؤں کو، سکھوں کو مسلمان کرنے کی کوشش کریں، شیعوں کے امام باڑوں میں جاکر شانِ صحابہ بیان کریں، قادیانیوں کی عبادت گاہ میں جاکر ختم نبوت کا مسئلہ بیان کریں۔ یہ سنیوں کی مسجد میں آکر ٹھہرتے ہیں اور ضد کرتے ہیں اور کلمہ پڑھاتے ہیں۔ بولو! ہمیں کلمہ بھی نہیں آتا، میرا کسی پر حملہ نہیں ہے۔
خدا کی قسم! میں ثابت کرسکتا ہوں ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہم سنیوں کو، سلام پڑھنے والوں کو، میلاد کرنے والوں کو اور کھڑے ہوکر سلام پڑھنے والوں کو اور بزرگانِ دین کے مزارات پر جانے والوں کو مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ مشرک اور بدعتی سمجھتے ہیں۔ تو پتہ ہے تمہیں کلمہ پہلے کیوں پڑھاتے ہیں؟ یہ کلمہ پڑھا کے اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک مشرک کو مسلمان کیا۔ پہلے کلمہ پڑھاتے ہیں پھر نماز، روزے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ جب وہ ان کے دام میں پھنس جاتا ہے تو پھر وہی شرک و بدعت کا چکر چلادیتے ہیں۔ اصل میں ان کا مقصد ہے لوگوں کو مسلک اہلسنت سے ہٹانا۔ اگر یہ بات نہیں تو میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو ان کے ساتھ ملتا ہے تو وہ سلام پڑھنا چھوڑ دیتا ہے کہ نہیں؟ (چھوڑ دیتا ہے) نذر و نیاز کرنا چھوڑ دیتا ہے کہ نہیں؟ (چھوڑ دیتا ہے) تو اگر یہ مسئلے نہیں کرتے تو پھر وہ چھوڑتا کیوں ہے؟ ماننا پڑے گا کہ پہلے نماز، روزے کے مسئلے بیان کرکے اس کو پھنساتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس کو مسلک اہلسنت سے ہٹادیتے ہیں۔ خیر بات دور چلی گئی، پتہ ہے کہاں سے شاخ نکلی تھی؟ تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ظاہری زمانے میں بھی منافق تھے۔ بولو! تھے یا نہیں تھے؟ (تھے) بولو! وہ نماز پڑھتے تھے کہ نہیں (پڑھتے تھے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی مسجد سے نکال دیا تھا تو انہوں نے اپنی الگ مسجد بنائی تھی یا نہیں؟ (بنائی تھی) بڑے پکے نمازی تھے۔ نماز کے بغیر نہیں رہتے تھے۔ اپنی الگ انہوں نے مسجد بنائی اور تبلیغ کرتے تھے جیسا کہ میں نے آیت پڑھی۔ کہتے تھے جی! ہم لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اچھا وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے، روزہ بھی رکھتے تھے۔ بظاہر سارے کام مسلمانوں والے کرتے تھے، نام بھی ان کے مسلمانوں والے تھے اور بظاہر کام بھی مسلمانوں والے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ـــــ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ـــــ وہ مومن نہیں ـــــ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ـــــ اللہ شہادت دیتا ہے کہ بیشک منافق جھوٹے ہیں ـــــ بولو! جب وہ کلمہ پڑھتے تھے، نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، بظاہر سارے کام مسلمانوں والے کرتے تھے تو پھر اللہ نے کیوں فرمایا؟ ـــــ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ـــــ اللہ نے کیوں فرمایا؟ ـــــ لَكٰذِبُوْنَ ـــــ اللہ فرماتا ہے ـــــ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ـــــ وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں مرض ہے، بیماری ہے۔

آپ ماشاءاللہ پڑھے لکھے، سمجھدار ہیں۔ دیکھئے! کسی کے ماتھے پر تو نہیں لکھا ہوتا هٰذَا مُنَافِقٌ، هٰذَا مُؤْمِنٌ، هٰذَا كَافِرٌ ـــــ منافق پہچانا جاتا ہے اپنے عقیدوں سے، اپنے عملوں سے، اپنی باتوں سے۔ ہوش میں آؤ اہل سنت و جماعت بھائیو! متحد ہو کر، منظم ہو کر۔ دیکھو! آج تم آئے ہو، سارے مل کے بیٹھے ہو کتنے اچھے لگتے ہو تو اپنے ایمان کی حفاظت کرو!

ہمیں کسی سے کوئی عناد نہیں، کسی سے مخالفت نہیں۔ ہم کسی کے گھر نہیں جاتے، ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے کہ سلام پڑھو! کوئی پڑھے نہ پڑھے مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم پڑھتے

ہیں۔ ہمیں کچھ نہ کہو، تم نہیں پڑھتے ہو نہ پڑھو! ہمارا ایمان ہے ہم پڑھتے ہیں۔

لیکن جب تم ہمیں مشرک و بدعتی بناؤ گے تو پھر ہمیں جواب تو دینا پڑے گا۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ہم مشرک اور بدعتی نہیں ہیں تو خیر یہ شاخ کہاں سے نکلی؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— قیامت کے دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے اُن کے ساتھ اُن کا نور چلتا ہوگا آگے بھی اور دائیں بائیں، ہر طرف بھی اور منافق۔ ان کا یہ حال ہے کہ جو کلمہ پڑھ لے اسے مسلمان کہتے ہیں چاہے ہو کتنا ہی بڑا بے ایمان و بدعقیدہ۔ عمل بڑے اچھے اور عقیدے بڑے خراب تو ان کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان کا حال بیان فرماتا ہے ——— يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ ——— قیامت کے دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گے۔ کس سے؟ ——— لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا ——— ایمان والوں سے ——— کیا کہیں گے؟ ——— اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ ——— او ایمان والو! ہماری طرف دیکھو، ہمارا حال دیکھو، ہماری طرف نظر کرو۔ او ذرا ترس کھاؤ، تھوڑا سا نور ہمیں بھی دے دو ——— بولو! منافق مرد اور منافق عورتیں نور مانگیں گے کس سے؟ ایمان والوں سے کیونکہ ایمان والوں کے آگے اور دائیں بائیں، ہر طرف نور ہی نور ہوگا اور یہ ہوں گے اندھیرے میں تو ایمان والوں سے نور مانگیں گے۔ یہاں کہتے ہیں غیر اللہ سے مانگنا شرک ہے اور وہاں مانگیں گے۔

کراچی میں ایک مولوی آ گیا، تقریر کرنے لگا اور بولا بھینس کو کٹرہ کون دیتا ہے؟ سارے مل کے کہہ دو! میرا اللہ۔ گائے کو بچھڑا کون دیتا ہے؟ سارے مل کے کہو! میرا اللہ۔ کتی کو بچہ کون دیوے گا؟ سارے مل کے کہو! میرا اللہ۔ یہ توحید بیان ہو رہی ہے۔ کتی کو بچہ کون دیوے؟ گائے کو بچھڑا کون دیوے؟ بھینس کو کٹرا کون دیوے؟ یہ توحید بیان ہو رہی ہے۔ لو وہ توحید بیان کرتا ہے۔ تجھے کتی کا بچہ دینا نظر آتا ہے۔

توحید یہ ہے کہ اس وحدہٗ لاشریک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا مالک ومختار بنا کے بھیجا ہے۔ شان بیان کرو حضور کی، اولیاء اللہ کے فضائل بیان کرو! کتی کو بچہ کون دیوے؟ بھینس کو کٹرہ کون دیوے؟ یہ توحید بیان ہو رہی ہے۔ خیر کر کر کے ناں اس طرح، کتی کو بچہ کون دیوے، بھینس کو کٹرا کون دیوے کہہ کر کے کہتا ہے بولو! بھینس کسی پیر کے پاس جاتی ہے۔ وہ جو لوگ بیٹھے تھے، انہوں نے کہا نہیں۔ گائے کسی پیر کے پاس جاتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ کتی کسی پیر کے پاس جاتی ہے؟ نہیں، تو تم کیوں جاتے ہو؟ تم غیر اللہ کے پاس کیوں جاتے ہو؟ جب وہ نہیں جاتے تو اللہ ان کو دیتا ہے۔ وہ غیر اللہ کے پاس نہیں جاتے۔ تم بھی نہ جاؤ، تمہیں بھی اللہ دے گا، غیر اللہ کے پاس مت جاؤ، اچھی بات۔

چند دنوں کے بعد وہاں کے دوستوں نے میری تقریر رکھ دی۔ میں وہاں گیا، میں نے کہا بھائی! کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کے پاس مت جاؤ تو میں کہتا ہوں جب تک غیر اللہ کے پاس نہ جاؤ رب دیتا ہی نہیں۔ وہ لوگ حیران ہو گئے۔ میں نے کہا بھینس کو کٹرہ تو اللہ ہی دیتا ہے مگر دیتا کب ہے؟ جب بھینس بھینسے کے پاس جاتی ہے۔ وہ جاتی ہے کہ نہیں؟ (جاتی ہے) وہ بھینسے کے پاس جاتی ہے یا نہیں؟ (جاتی ہے)

خدا کی قسم! ہمارا ایمان ہے کہ اولاد تو اللہ دیتا ہے مگر بولو! بیوی کو حکم دیتا ہے کہ نہیں؟ شوہر کے پاس جا! اور اب بولو! شوہر اللہ ہے یا غیر اللہ؟ (غیر اللہ) اگر اللہ کہا تو ''مشرک'' اگر غیر اللہ کہو تو ''شرک'' ایک مزے دار بات اور سنو! میں نہیں کہتا دنیا کہتی ہے۔ جسے بغیر شوہر کے پاس جائے بچہ دیدے تو پھر اور مصیبت۔ جس کا شوہر ہی نہ ہو اس کو ہو جائے تو بھی دنیا نہیں چھوڑتی۔ کیا کہتی ہے دنیا؟ ارے وہی (حرامی)

ماننا پڑے گا کہ دیتا اللہ ہی ہے مگر دیتا اس وقت ہے جب غیر اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ میاں کو کہتا ہے، بیوی کے پاس جا! بیوی کو کہتا ہے، میاں کے پاس جا! دونوں غیر اللہ ہیں۔ جب تک ان دونوں کو ذریعہ اور وسیلہ نہیں مانو گے اس وقت تک بات نہیں بنے گی۔

دیتا اللہ ہی ہے مگر دیتا ہے ذریعے اور وسیلے سے۔

رازق کون ہے؟ (اللہ تعالیٰ) تو پھر پاکستان چھوڑ کر دوبئی کیوں آتے ہو؟ کیا اُدھر رزق دینے والا اللہ نہیں ہے؟ کیا اِدھر زیادہ دیتا ہے؟ ارے وہ تو رازق ہے مگر دیتا ہے ذریعے اور وسیلے سے۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ تم نے مسجد میں آکر دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھے روپیہ دیدے، یا اللہ! مجھے روپیہ دیدے اور رب نے مسلم کمرشیئل بینک کا چیک بھیج دیا ہو کہ جاؤ ہاشم رضا خاں صاحب کو دے آؤ بیس ہزار روپیہ۔ کبھی رب اس طرح دیتا ہے (نہیں) خدا کی قسم ہمارا ایمان ہے دیتا اللہ ہی ہے مگر ذریعہ سے۔ یہ دوکانداریاں، ملازمتیں، یہ کاروبار ذریعے، وسیلے ہیں یا نہیں؟ (ہیں) شافی کون ہے؟ (اللہ) جب اللہ شافی ہے تو ہسپتالوں میں کیوں جاتے ہو؟ ڈکٹروں، حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ پاکستان سے امریکہ کیوں گئے تھے؟ اللہ پاکستان میں نہیں تھا؟ یار! تم امریکہ چلے جاؤ اور تمہاری توحید میں کوئی فرق نہ آئے۔ اور جو غوثِ پاک کے مزار پر جاتا ہے اُس پر سارے کے سارے شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

خدا کی قسم! ہمارا بھی ایمان ہے کہ سب کچھ دیتا اللہ ہے۔ سب کچھ کرتا اللہ ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے جس طرح دواؤں میں تاثیر رکھی، کسی دوا میں ٹھنڈی تاثیر، کسی میں گرم تاثیر، کوئی دوا دل پر اثر کرتی ہے، کوئی گردے پر، کوئی پھیپھڑوں پر، کوئی دماغ پر۔ اسی طرح انبیاء واولیاء میں تاثیریں اور برکتیں رکھنے والا اللہ ہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ـــــــ اَلدُّعَاءُ يَرُدُّ الْقَضَاءَ ـــــــ دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے ـــــــ ہم ان اللہ والوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ دعا کردو تاکہ تقدیر بدل جائے اور سنو! دعا بھی ہر ایک کی تقدیر نہیں بدلتی۔ ہر ایک دعا تقدیر بدل دیتی ہے؟ (نہیں)

صحیح بخاری کے اندر حدیث قدسی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔جس کو میں اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔پھراس کی یہ شان ہو جاتی ہے ــــــ لَئِنْ سَأَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ ــــــ اگر وہ کچھ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اس کو عطا کرتا ہوں ــــــ یہ کس کی شان ہے محبوبانِ خدا کی۔

ہم اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے پاس جاتے ہیں اور جا کر کہتے ہیں کہ تم اللہ کے پیارے ہو۔اللہ تمہاری سنتا ہے اور فضل وکرم کرتے ہوئے مانتا ہے۔تم ذرا ہاتھ اٹھادو،دعا کرو۔تمہارے ہاتھ اٹھ جائیں گے ہمارا کام بن جائے گا۔

دیکھو! میں کشمیر گیا، یہاں کشمیر کے لوگ بھی موجود ہوں گے۔عباس پور یہ سرحد کے قریب شہر ہے۔سامنے پہاڑ ہے اوپر انڈیا والوں کے مورچے ہیں، نیچے پاکستان والوں کے۔میں نے رات تقریر کی تو مجھے وہاں کے لوگ کہتے تھے کہ تمہاری آواز ہندوستان والے کشمیر میں پہنچتی ہے۔وہاں میں نے ایک بات بیان کی۔ یہاں بھی بیان کرتا ہوں۔ میں پہلے عرض کرتا ہوں اللہ کے گھر میں ہوں۔خدا کی قسم میرا مقصد کسی کی مخالفت نہیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ جن چیزوں کی وجہ سے دور ہو رہے ہو۔ہم مشرک بدعتی نہیں، ہمیں مشرک وبدعتی نہ بناؤ، ہمارے قریب آؤ، قریب آ کر دیکھو، اتحاد پیدا ہو، اختلاف نہ ہو تو مقصد میرا یہ ہے کہ شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔وہاں میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔

سنو! اگر کوئی حوالہ غلط ثابت کردے تو میں لکھ کے دیدیتا ہوں جو چاہو مجھے سزا دو اور اگر حوالہ صحیح ہو تو ہم کسی کو کوئی سزا نہیں دیتے۔ہم کہتے ہیں کہ مان لو، ایمان لے آؤ اور حوالہ بھی تمہارے بزرگوں نے لکھا ہے۔ دیکھو! تہذیب سے نام لے رہا ہوں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے خود لکھا ہے جو مرکز عقیدت ہیں ان سب کے،انہوں نے لکھا ہے کہ میری والدہ کے ہاں بچے پیدا ہوتے تھے،وہ زندہ نہیں رہتے تھے،مرجاتے تھے۔ہوتا ہے ناں ایسا۔بعض عورتوں کے بچے مرجاتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ میرے ماموں جان۔ایک

کتاب میں تو لکھا ہے کہ میری والدہ کو بھی ساتھ لے گئے اور ایک میں والدہ کا ذکر نہیں۔ چلو ماموں ہی سمجھ لو۔ لکھتے ہیں میرے ماموں جان ایک مجذوب، مست ولی اللہ تھا، ان کے پاس گئے، غیر اللہ کے پاس گئے (بقول ان کے) ہم تو غیر اللہ نہیں کہتے ہم تو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔

ہم غیر اللہ نہیں کہتے۔ ہم تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جو حبیب ہوتا ہے وہ غیر نہیں ہوتا، جو غیر ہوتا ہے وہ حبیب نہیں ہوتا۔ حضور غیر اللہ نہیں بلکہ حبیب اللہ ہیں اور عین اللہ بھی نہیں بلکہ مظہر اللہ ہیں۔ ہم مشرک نہیں ہیں۔ الحمد للہ آؤ ہم سے توحید سیکھو! توحید کس کو کہتے ہیں؟

مولوی اشرف علی صاحب لکھتے ہیں، خود کہتے ہیں میرا ماموں اس مست مجذوب کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ بابا جی! میری بہن کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں تو وہ مر جاتے ہیں، زندہ نہیں رہتے، دعا کرو۔ بولو! غیر اللہ کے پاس گئے کہ نہیں گئے؟ (گئے) اس نے کیا کہا؟ اس مست مجذوب نے کہا کہ جاؤ اللہ دو لڑکے دے گا اور وہ زندہ رہیں گے مگر ان کا نام "علی" کے نام پر رکھنا۔ ایک مولوی ہوگا اور ایک مست مجذوب ہوگا۔ یہ کس نے کہا؟ اس مجذوب نے، جس کے پاس مولوی اشرف علی صاحب کے ماموں جان گئے۔ اچھا اب ذرا غور سے سنو!

پہلی بات تو اس نے کہا جا اللہ دو بیٹے دے گا۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ والوں کو علم ہوتا ہے، ابھی معاملہ نہیں بنا۔ ابھی غیر اللہ کے پاس گئے بھی نہیں۔ پہلے ہی وہ مجذوب کہنے لگا کہ دو بیٹے ہوں گے۔ پھر وہ کہتا ہے زندہ بھی رہیں مگر نام علی کے نام پر رکھنا۔ چوتھی بات وہ کہتا ہے کہ ایک مولوی ہوگا۔ پیدا ہوتے ہی تو مولوی نہیں بن جاتے۔

پڑھنے بیٹھتے ہیں۔ آٹھ سال، دس سال لگتے ہیں تو مولوی بنتا ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ نے میری ماں کو دو بچے دیئے۔ میرے بھائی کا نام رکھا گیا اکبر علی اور میرا نام رکھا گیا اشرف علی۔ میں مولوی ہوں اور میرا بڑا بھائی ذرا مست مجذوب ہے یعنی

جس طرح اس مست نے کہا اسی طرح ہوا۔آگے تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں کہ میں اس مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔تو میاں! خدا کی قسم ہم بھی دینے والا تو اللہ کو ہی سمجھتے ہیں۔ان کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ ارے جب مجذوبوں کا یہ حال ہے تو سالکوں کا کیا حال ہوگا؟ اسی واسطے کسی نے شعر کہا۔

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
دوعالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد کا

دیکھو! یہ تھانوی صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں۔ (حوالہ:۔ افاضات یومیہ، جلد اول، صفحہ ۲۲۴)

یہ واقعہ میں نے عباس پور میں بیان کیا۔اس طرح ٹیپ ریکارڈ مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ٹیپ ہوگئی تقریر۔کچھ لوگوں نے سنا صبح وہ دوسرے مولوی صاحب جو ہمیشہ کہتے تھے ناں شرک، شرک۔اس کے پاس چلے گئے اور یہ اتنا حصہ میری تقریر کا ان کو سنایا کہ اوکاڑوی نے جو یہ بیان کیا یہ غلط ہے یا صحیح ہے؟ اگر غلط ہے تو بتاؤ، ابھی وہ یہیں ہے۔ہم اس کے پاس جاتے ہیں کیونکہ اسی نے اعلان کیا ہے اگر کوئی حوالہ غلط ثابت کردے جو چاہو سزا دو۔ اگر صحیح ہے تو بتاؤ!

وہ مولوی صاحب کہنے لگے ہے تو صحیح مگر اس کا مطلب کچھ اور ہے اور اس نے کچھ اور نکالا ہے۔بولو! گیا کہ نہیں؟ اس کا ماما گیا اور مجذوب نے کیا کہا؟ اور پھر مجذوب کی دعا سے ہوگئے دولڑکے۔تو تم جو ہمیں خواہ مخواہ لڑواتے رہتے ہو۔ہمیں آج پتہ چل گیا ہے کہ بات صحیح وہی ہے جو اس نے کہی ہے۔

اسی واسطے میرے دوستو! میں تمہیں بھی کہتا ہوں۔خدا وحدہٗ لاشریک کی قسم میں اللہ کے گھر میں بیٹھا تمہیں بتاتا ہوں۔ہمارا یہی ایمان ہے کہ سب کچھ دینے والا، ساری حاجتیں پوری کرنے والا اللہ ہے۔انبیاء واولیاء درمیان میں ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ہم ان کو

ذریعہ اور وسیلہ مانتے ہیں۔ دینے والا حقیقت میں سب کچھ اللہ ہے۔

چلو خیر دور چلی گئی بات یہ کہاں سے شاخ نکلی تھی؟ مین لائن سے برانچیں نکلتی ہیں ناں۔ پھر مین لائن پر آجاتی ہیں۔ منافق مرد اور عورتیں کن سے کہیں گے؟ ایمان والوں سے۔ کن سے کہیں گے؟ نور والوں سے اور کیا کہیں گے؟ ——— اُنۡظُرُوۡنَا ——— اے ایمان والو! نور والو! ہماری طرف نظر کرو ——— نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ ——— تمہارے نور سے ہم بھی تھوڑا سا لے لیں ——— کیا جواب ملے گا؟ مہربانی کرو، اوہ ہمارے پاس آؤ، تھوڑا سا نور ہمیں بھی دے دو اپنے نور سے ——— نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ ——— تمہارے نور سے ہم بھی تھوڑا سا لے لیں ——— تو کیا جواب ملے گا؟ یہ قرآن پڑھ رہا ہوں ——— قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا ——— ان سے کہا جائے گا واپس چلے جاؤ ——— قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا ——— واپس چلے جاؤ جدھر سے آئے ہو اُدھر ہی چلے جاؤ ——— ارۡجِعُوۡا ——— واپس لوٹ جاؤ یعنی دنیا میں واپس چلے جاؤ اور وہاں جا کر کیا کرو؟ ——— فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا ——— وہاں جا کر نور مانگو ——— فَالۡتَمِسُوۡا ——— التماس کرو، سوال کرو، وہاں جا کر نور مانگو۔

اوہ سنو! میری طرف دھیان کرو۔ ایمان والے کیا کہیں گے کہ دنیا میں واپس جاؤ، وہاں جا کر نور مانگو۔ آج تم ہم سے نور مانگ رہے ہو لیکن تمہیں معلوم نہیں۔ یہ نور دنیا میں ملتا تھا اور ملتا تھا بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کہاں ملتا تھا؟ (بارگاہِ مصطفیٰ سے) اور ان کو ملتا تھا جو نور مانتے تھے، نور مان کر مانگتے تھے۔ تم نے نہ مانا، نہ مانگا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے نہیں ملا تو ہم سے کیسے مل سکتا ہے؟ جاؤ واپس جاؤ، دنیا میں جا کر نور مانگو۔ یہ نور دنیا میں ملتا تھا اور بارگاہِ مصطفیٰ سے ملتا تھا اور کن کو ملتا تھا جو جھولی پھیلا کے یوں کہتے تھے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

سب کہو! اے مدینے والے آقا! نور دن دونا تیرا، دے صدقہ نور کا۔ تو جو نور مانگتے ہیں میرے آقا سے، آقا اُن کو نور دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں ع

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

توڑا بمعنی بوری،

نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

دور چلی گئی بات۔ یہ شاخیں نکلتی جارہی ہیں، شاخیں درشاخیں۔ آیئے میں پھر مین لائن پر آجاؤں اور جلدی اپنی گفتگو ختم کروں۔ دو گھنٹے بلکہ پانچ منٹ اوپر اور ابھی آیت کا مطلب و مفہوم پورا نہیں ہوا۔ انشاء اللہ العزیز کل بھی یہاں تقریر ہے اور پرسوں ابوظہبی میں ہے اور جمعرات کو بھی انشاء اللہ آپ کے شہر میں ہے اور یہاں میں چار پانچ یوم کے لئے آیا ہوں تو آپ کو سننا ہے تو جہاں سے شاخ نکلی تھی میں عرض کرتا ہوں۔

میرے بزرگو اور دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ سرکار دوعالم علیہ الصلوٰہ والسلام ظاہری شکل وصورت، رنگ وروپ، حسن وجمال کے لحاظ سے بھی ایسے تھے کہ سرکار کی مثل کوئی نہیں۔ یہاں سے شاخ نکلی تھی۔ حضور نے فرمایا کون ہے تم میں میرے جیسا؟ صحابہ میں سے کوئی نہیں بولا تو میرے دوستو! ظاہری حسن وجمال کے لحاظ سے بھی حضور بے مثل اور بے مثال ہیں۔

اگر ظاہری حسن وجمال کی باتیں کرتا رہوں تو صبح ہوجائے، عمر گذر جائے۔ سرکار کے ظاہری حسن کا بیان بھی پورا نہ ہوگا لیکن دیکھو! ظاہری حسن وجمال کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار بے مثل، صداقت کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار جیسا سچا کوئی نہیں۔ امانت اور دیانت کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار جیسا کوئی امانت اور دیانت دار نہیں ہے۔

سخاوت کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار جیسا کوئی سخی نہیں۔ شجاعت کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار جیسا کوئی شجاع نہیں۔ عدل وانصاف کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار جیسا کوئی عادل اور منصف نہیں۔ علم وعمل کے لحاظ سے دیکھو تو سرکار جیسا کوئی عالم اور عامل نہیں۔ غرض یہ کہ جس حسن کو بھی دیکھو وہ حسن ذاتِ مصطفیٰ میں موجود ہے۔ ایک چھوٹی سی بات کروں۔ دیکھو! مکہ شریف میں ایک پہلوان تھا جس کا نام تھا رُکانہ، رستم تھا۔ رستم کوئی شخص اس کو گرا نہیں سکتا تھا، شکست نہیں دے سکتا تھا، زیر نہیں کر سکتا تھا۔ اب اس کو پہلوانی سے محبت تھی کیونکہ وہ اس فن کا بڑا ماہر تھا اور وہ بہادروں کو، پہلوانوں کو، کشتی لڑنے والوں کو دوست رکھتا تھا۔ اپنا اپنا کام ہے ناں۔ مولوی مولویوں کو دوست رکھتے ہیں۔ ہاکی والا ہاکی والے کو، کرکٹ والا کرکٹ والے کو، فٹ بال والا فٹ بال والے کو۔ ہر جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔

اس کو محبت تھی شجاعت سے، بہادری سے، پہلوانی سے۔ وہ حضور کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، باتیں تو آپ کی بہت سنیں مگر ہم تو تب جانیں اور تب مانیں جب کہ آپ ہم سے کشتی لڑیں اور ہمیں گرا دیں۔ کیونکہ ہم تو اس فن کے ماہر ہیں اور اس فن سے محبت رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بہادری اور شجاعت بھی آپ کے اندر ہے کہ نہیں۔

ایمانداری سے بتاؤ اگر سرکار اس کو کہہ دیتے کہ میں اللہ کا رسول بن کے آیا ہوں، پہلوان بن کے نہیں آیا۔ رسول کا کام ہے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچانا۔ میں اپنے فرائض اور اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں میں کوئی پہلوان بن کے لوگوں کو کشتی دکھانے نہیں آیا۔ میں جس کام کے لئے آیا ہوں وہ کر رہا ہوں۔

بولو! اگر سرکار یہ جواب دیتے تو کسی عقلمند کو حضور پر اعتراض کرنا تھا؟ (نہیں) ہر عقلمند یہی کہتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح جواب دیا کیونکہ آپ کوئی پہلوان بن کے تو نہیں آئے تھے۔ آپ تو اللہ کے رسول بن کے آئے تھے۔ نبوت ورسالت کے

فرائض انجام دینے آئے تھے۔کوئی کشتی لڑ کے لوگوں کو دکھانے تھوڑا آئے تھے۔کسی عقلمند کو اعتراض نہیں ہونا تھا مگر اس کی تسلی تو نہ ہوتی۔جس حسن کا وہ عاشق ہے، وہ تو یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ حسن بھی حضور کے اندر ہے کہ نہیں؟ جو میرا مطلوب ہے وہ ہے یا نہیں ہے تو جب اس نے کہا کہ صاحب! ہم تو تب مانیں گے، جب آپ ہم سے کشتی لڑیں اور ہمیں گرادیں۔سرکار نے فرمایا آجا کشتی لڑ۔وہ آگیا جس وقت آیا تو آپ نے اس کو اٹھا کے زمین پر دے مارا۔وہ حیران ہوگیا، کہنے لگا حد ہوگئی۔اسے آپ نے تو پتہ ہی نہیں لگنے دیا۔ ایسے اٹھا کر دے مارا جیسے بچے کو اٹھا کر دے مارتے ہیں،تو بولا صاحب! میں ذرا سنبھلنے نہیں پایا تھا، پوزیشن میں نہیں تھا، ذرا ایک بار اور۔

فرمایا اور سہی۔فرمایا ذرا ہوش میں آجا۔پوزیشن درست کر لے بعد میں نہ کہنا پوزیشن میں نہیں تھا۔اب ٹھیک ہو ناں۔اس نے کہا جی بالکل ٹھیک۔آیا تو سرکار نے پھر اٹھا کے مارا۔سرکار نے اس کو اٹھایا اور اٹھا کر زمین پر دے مارا۔کہنے لگا صاحب! اب میں یہ تو نہیں عذر کرسکتا کہ میں ہوش میں نہیں تھا، پوزیشن میں نہیں تھا مگر حیرت ہے میرے ساتھ کوئی لڑتا ہی نہیں۔مقابلے پر آتا ہی نہیں اور آپ یوں پٹک دیتے ہیں جیسے بچے کو۔پتہ بھی نہیں لگنے دیتے۔آپ کرتے کیا ہیں؟ ایک بار اور۔فرمایا اور سہی اور تیسری مرتبہ فرمایا دیکھ لے اب ذرا اچھی طرح ہوش میں آجا، بعد میں نہ کہنا۔اس نے ذرا پیچھے ہٹ کے، ذرا ہوشیار ہو کے، مار کے تھاپی پھر جو آیا آگے سرکار نے، جھک کے پھر مارا۔سرکار نے اٹھا کے جو دھوبی پٹڑا مارا اور گرایا نیچے۔فرمایا ابھی بھی کوئی کسر باقی ہے یا پھر آنا ہے؟ کہنے لگا نہیں بس ٹھیک اے مان گیا۔اس فن میں بھی آپ امام ہیں۔وہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگیا۔

اس بات سے میرا مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے ہر حسن، ہر جمال اور ہر کمال کا پیکر بنایا ہے۔اسی واسطے سرکار فرماتے ہیں کہ میری ذات میں ہر حسن موجود ہے۔ہر جمال اور کمال موجود ہے تو لوگو! مجھ سے محبت کرو۔

ایک دوباتیں کر کے گفتگو جلدی ختم کروں گا۔لو بھائی دوستو، بزرگو! دوبئی میں رہنے والو! جہاں بھی رہو سلامت رہو، شادو آباد رہو۔ بتاؤ ہم سب کو بھی حضور سے محبت ہے کہ نہیں ہے؟ (ہے) اب کون کہے گا کہ نہیں ہے؟ سبھی کہیں گے ''ہے'' اور ماشاء اللہ ہے بھی۔ یہ محبت ہی تو آپ کو لے کر آئی ہے۔محبت ہے، بلاشبہ ہے لیکن کامل محبت ہونی چاہئے۔

میں محبت کی دو تین علامتیں، نشانیاں بیان کرتا ہوں پھر آپ دیکھو کہ وہ علامتیں اور نشانیاں ہمارے اندر ہیں یا نہیں؟ اگر ہوں تو شکر کرو اگر نہ ہوں تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

نشانیاں بھی وہ بیان کروں گا جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ـــــ مَنْ اَحَبَّ شَيْئاً اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ ـــــ جس کو جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بھی زیادہ کرتا ہے۔تو اگر نبی کریم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے تو جس کو سب سے زیادہ محبت ہوگی وہ ذکر بھی نبی کریم کا کرے گا کیونکہ یہ محبت کی علامت ہے۔وہ کثرت سے درود پڑھے گا، وہ کثرت سے سلام پڑھے گا۔ نبی کریم کا ذکر سنے اور سنائے گا، اس کے قلب کو چین آئے گا، اطمینان حاصل ہوگا کیونکہ محبوب کا ذکر دلوں کا چین ہوتا ہے۔

اور بعض لوگ حضور کا ذکر کرنا تو کیا سن بھی نہیں سکتے کیونکہ ہماری تو عمر گزر گئی، تیس برس ہو گئے مجھے تقریریں کرتے ہوئے۔ ہماری نظر سارے مجمع پر ہوتی ہے اور سارے مجمع کی نظر ہم پر ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم حضور کی شان بیان کرتے ہیں تو بعض لوگ بیٹھے ہوتے ہیں ناں تو ان کے چہرے دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ چہرہ دیکھ کر ہی پتہ چلتا ہے کہ اندر ہی اندر سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کے چلے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ ان کو تو اور کچھ

آتا ہی نہیں۔ جب ذکر مصطفیٰ ہوتا ہے اور حضور کی شان سن کر جن کا دل تنگ ہوتا ہے تو ابوجہل کی روح آتی ہے۔ کہتی ہے شاباش بیٹا! شاباش۔ تو نے میری سنت کو زندہ کیا ہے۔ بیٹا تو! سن کے دل تنگ ہورہا ہے۔ ہم دیکھ کے تنگ ہوا کرتے تھے۔ اگر تو نہ ہوتو ہماری یادگار مٹ جائے۔ شاباش! اسی طرح تنگ رہنا، کبھی خوش نہ ہونا۔

اور جو حضور کی شان سن کر پھول کی طرح کھل جاتے ہیں۔ چہرے پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوتے ہیں۔ دل غنچے کی طرح کھلا ہوتا ہے تو صدیق اکبر کی روح آتی ہے اور آکر کہتی ہے او سرکار کے سچے غلام! او میرے پیارے دوست! اللہ تجھ پر رحمت کرے تو سرکار کی شان سن کر خوش ہورہا ہے، ہم دیکھ کے خوش ہوا کرتے تھے۔ تو نے صدیق اکبر کی سنت کو زندہ کیا ہے۔

اللہ کو تو دونوں کو رکھنا ہے۔ بولو! اللہ کو دونوں کو رکھنا ہے۔ کفر کو بھی، ایمان کو بھی۔ اللہ کو شیطان کو بھی رکھنا ہے۔ رکھنا ہے کہ نہیں؟ (رکھنا ہے) اور اپنے اولیاء کو بھی رکھنا ہے۔ اس نے رات بھی، دن بھی، ظلمت بھی، نور بھی، کفر بھی اور ایمان بھی، شرک بھی، توحید بھی، اخلاص بھی اور ریاکاری بھی دونوں چیزیں اللہ کو رکھنی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بڑا اچھا شعر کہا۔ اس کا مطلب پیش کر کے پھر گفتگو ختم کرتا ہوں۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

کہ موسیٰ او فرعون و شبیر و یزید　　　ایں دو قوت ہر زماں آید پدید

فرماتے ہیں حق و باطل کی دو قوتیں ہمیشہ رہی ہیں، ہمیشہ رہیں گی۔ جہاں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو گے، وہاں نمرود بھی ہوگا۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو گے، وہاں فرعون بھی ہوگا۔ جہاں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو گے، وہاں ابوجہل بھی ہوگا، جہاں حضرت بلال حبشی کو دیکھو گے، وہاں امیہ بن خلف بھی ہوگا۔ جہاں امام حسین کو دیکھو گے، وہاں یزید بھی ہوگا۔ کیوں؟

بولو! اگر نمرود نہ ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے گلزار ہونے کے جلوے کون

دیکھتا؟ اگر فرعون نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور ہاتھ کے معجزے کیسے ظاہر ہوتے؟ اگر ابوجہل نہ ہوتا تو انگلی کے اشارے سے چاند کے دوٹکڑے کون کرتا؟ اور اگر امیہ بن خلف کا ظلم نہ ہوتا تو بلال کے صبر کا پتہ کیسے چلتا؟ اگر یزید کی جفائیں نہ ہوتیں تو امام حسین کی وفاؤں کا پتہ کیسے چلتا؟ اور اگر آج یہ بے ادب نہ ہوں تو ان ادب والوں کا پتہ کیسے چلے گا؟

یہ رب کی حکمتیں ہیں، رب کو تو دونوں کو ہی رکھنا ہے۔ بولو! رب کو دونوں کو رکھنا ہے۔ یہ اس کی حکمتیں ہیں ـــــــ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا ـــــــ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو! محبت کی علامت یہ ہے۔ محبت والا کثرت سے اپنے محبوب کا ذکر کرتا ہے۔ آخری بات سنو! محبت والا کبھی کہتا ہے کہ حضور کے روضہ کی جالیوں کو نہ چومو! محبت والا کہتا ہے کہ محبوب کے روضہ کے در و دیوار کو ہاتھ نہ لگاؤ۔

او محبت والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے۔ اس کتے کے پاؤں بھی چومتے ہیں جو محبوب کی گلیوں میں پھرتے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا سوچو جن کا دن رات وطیرہ ہی یہ ہے کہ مدینے نہ جاؤ! جاؤ تو زیارت کی نیت نہ کرو! مسجد کی نیت کرو۔ ارے نادان! مسجدیں تو سب جگہ ہیں اور جس مسجد کی نیت کو تم کہتے ہو قربان جائیں اس مسجد کے مگر یہ تو سوچو اس مسجد کو عزت کیوں حاصل ہوئی؟ اسی واسطے کہ اس کی اضافت نبی پاک کی طرف ہے۔ مسجد نبوی میں سرکار کے قدم آئے، سرکار نے اس میں نمازیں پڑھیں تو اس مسجد کو یہ عزت ملی۔ کہتے ہیں کہ مسجد کی نیت کرلو مگر جس کی وجہ سے مسجد کو عزت ملی ہے اس کی نیت نہ کرو۔

اور ہم کیا کہتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ گھر سے نکلو تو حضور کی زیارت کی نیت کرو اور عقیدہ یہ رکھو حج کریں گے مگر حج ہوگا تو ان کے صدقے میں۔ محبت والوں کی دنیا اور ہے۔ محبت والوں میں سے بنو! محبت والوں میں سے ہو!

بولو! محبت والا محبوب پر نکتہ چینی کرتا ہے؟ (نہیں) محبت والا کبھی محبوب پر نکتہ چینی

نہیں کرتا اور جن کی عمر ہی گزر گئی نکتہ چینی کرتے کرتے۔ یہ علم نہیں تھا، یہ طاقت نہیں تھی، اپنی بیٹی کو نفع نہیں پہنچا سکتے تھے، کوئی قدرت نہیں تھی، کوئی طاقت نہیں تھی۔ جیسے ہم بھول جاتے ہیں، ویسے بھول جاتے تھے۔ ان کا درجہ بڑے بھائی کا سا ہے۔ یہ وہ جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ محبت کی علامت ہے؟ محبت والا جو ہوتا ہے وہ کہتا ہے، میں نے حضور کو چودھویں کا چاند کہہ دیا۔ نہیں نہیں! میں چودھویں کے چاند کو ان کی جوتیوں پر قربان کردوں اور میرے آقا کی شان یہ ہے کسی نے کہا۔

چاند سے تشبیہیں دینا یہ کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر داغ ہے احمد کا چہرہ صاف ہے

سنو! سنو! بڑا پیارا شعر کہا کہنے والے نے مگر میں کہتا ہوں ۔

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں اُن کے چہرے کو
میں اُن کی کفش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

میاں! چاند سورج کیا، ان سب نے نور لیا ہے تو میرے آقا کی بارگاہ سے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

سب کو نور ملا تو حضور کی بارگاہ سے۔ تو محبت والا محبوب کا ذکر ہمیشہ کرتا ہے۔ میاں! اگر محبت ہے تو کثرت سے حضور کا ذکر کیا کرو! کثرت سے درود و سلام پڑھا کرو! یہ زندگی کے کام ختم نہیں ہوں گے۔ یہ تو دن بدن بڑھتے ہی جائیں گے۔ چوبیس گھنٹوں میں سے کوئی وقت نکال کر سرکار پر درود و سلام پڑھا کرو۔

جتنے بھی عمل ہیں اللہ نے فرمایا نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو۔ کہیں یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھو کیونکہ میں بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ رکھو کیونکہ میں بھی رکھتا ہوں۔ حج

کرو کیونکہ میں بھی کرتا ہوں۔ایک درود وسلام ہے جس کا حکم دینے سے پہلے فرمایا۔ایمان والو! پڑھو، میں بھی پڑھتا ہوں، میرے فرشتے بھی پڑھتے ہیں۔

آخری سن لو! سونار کی اور ایک لوہار کی۔سوچ کے بات کرنا آدم علیہ السلام کی تعظیم کے واسطے اللہ نے کس چیز کا حکم دیا تھا؟ سجدے کا اور ہمارے نبی پاک یعنی اللہ نے اپنے حبیب کی تعظیم کے لئے کس چیز کا حکم دیا؟ درود وسلام کا۔تو بولو! آدم کی تعظیم کے واسطے اللہ نے جس عمل کا حکم دیا تھا، اُس عمل میں اللہ تعالیٰ خود شریک تھا؟ (نہیں)۔فرشتوں کو حکم دیا تم کرو! یہ نہیں کہا کہ میں بھی آدم کو سجدہ کرتا ہوں، تم بھی کرو! تو ایک بہت بڑا مولوی، فرشتوں کا استاد، پتہ ہے کتنا بڑا وہ مولوی تھا معلم الملکوت، فرشتوں کا استاد، چھ لاکھ برس اس نے عبادت کی تھی۔اللہ کی توحید کا قائل تھا۔اس نے کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا تھا۔اس نے حضرت آدم کی تعظیم نہ کی۔جس عمل کا اللہ نے حکم دیا تھا آدم کے لئے وہ عمل نہیں کیا۔

ایمانداری سے بولو! اس کا عقیدۂ توحید اس کے کام آیا؟ چھ لاکھ برس کی عبادت اس کے کام آئی؟ (نہیں) عالم، فاضل، مولوی ہونا اس کے کام آیا؟ (نہیں)۔اللہ نے ایک دم مردود بنا دیا۔ارے جس عمل میں اللہ شریک نہیں تھا۔اس کا جس نے انکار کیا اس کا یہ حشر ہوا تو جس میں اللہ بھی شریک ہے، اس کا جو انکار کرے گا اس کا حشر کیا ہوگا؟ درود وسلام میں تو اللہ بھی شریک ہے۔وہ فرماتا ہے میں بھی پڑھتا ہوں، میرے فرشتے بھی پڑھتے ہیں۔تو میاں دنیا کے دھندے ختم نہیں ہوتے۔درود وسلام کثرت سے پڑھو، کوئی وقت نکال لو۔جو درود وسلام پڑھتا ہے، اللہ اس کی ساری حاجتیں پوری کرتا ہے۔دین ودنیا کی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔کاروبار میں، رزق میں، ہر شے میں برکت ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات بتاتا ہوں جو روزانہ درود وسلام پڑھنے والا ہے انشاء اللہ اس کا ایمان سلامت رہے گا۔کیونکہ جب روزانہ اس کا ہدیہ حضور کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو حضور کی بھی

نظر ہوتی ہے تو جس پر حضور کی نظر، اس کے ایمان کو کوئی خطرہ نہیں۔تو میاں درود و سلام کثرت سے پڑھا کرو۔یہ محبت کی نشانی ہے۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اپنا مضمون پورا نہیں کرسکا اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ پورا کر سکتا بھی نہیں کیونکہ سرکار کے حسن و جمال کا، سرکار کی شان کا بیان ہوسکتا ہی نہیں۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بہر صورت مجھے بے حد خوشی ہوئی ۔میں یہاں حاضر ہو کر قلبی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔آپ سب میرے بھائی ہیں۔میں آپ سب کے لئے دعائیں کرتا ہوں اور یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی میرے لئے دعائیں کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور میں بڑی عقیدت سے، بڑی محبت سے آیا ہوں جو کچھ میں نے بیان کیا ہے دردِ دل سے کیا ہے۔اس مقصد سے کیا ہے کہ ہمارے شکوک و شبہات دور ہوں تو ہم بجائے ایک دوسرے سے دور ہونے کے قریب ہوں اور خواہ مخواہ شرک و بدعت کہنا چھوڑ دیں اور سب کے سب سچے پکے مسلمان بن کے اتحاد و اتفاق سے رہیں۔

میں نے عرض کیا ہے کہ اب میں بیمار رہتا ہوں۔مجھ میں ہمت نہیں رہی اب تقریریں کرنے کی۔الحمدللہ میری تقریروں کے سیٹ تیار ہوئے ہیں۔تقریباً ستر اسی سیٹ تیار ہوئے ہیں۔اب جو بھی میرے پاس آتا ہے تاریخ لینے کے لئے، میں کہتا ہوں تقریر بھری بھرائی لے جاؤ۔اوکاڑوی سامنے نہیں ہوگا۔تقریر پوری سن لینا مع نعرے لگے لگائے پورا جلسہ۔تو یہ جو میں نے کام کیا ہے اس کی غرض و غایت کوئی دنیا کمانا نہیں بلکہ تبلیغ ہے کیونکہ لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ ان کے شکوک و شبہات دور ہوں، وہ سلف صالحین کے طریقے پر چلیں، اپنے ایمانوں کی حفاظت کریں، نیک عمل کریں۔

آپ حضرات باقاعدہ پانچ وقت نماز پڑھا کریں۔قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔اپنی شکل کو، صورت کو، اپنی زندگی کے ہر شعبہ کو شریعت اور سنت کے

مطابق بنائیں۔دوسروں کے واسطے نمونہ بنیں۔اگر آپ یہاں رہ کرایمانداری، دیانتداری اوراخلاص کا مظاہرہ کریں گے تو تمہارے ملک کا بھی نام روشن ہوگا۔تمہارے وطن کی بھی عزت ہوگی اور جو دیکھے گا کہے گا کہ برصغیر کے مسلمان اخلاق کے لحاظ سے،کردار کے لحاظ سے بھی کتنے اچھے ہیں۔اپنے ملک کے لئے بھی نیک نامی کا سبب بنو!

اور خود اپنی ذاتوں کو بھی بہتر بناؤاور دنیاوآخرت کوسنوارو!انشاءاللہ کل بھی آپ کے سامنے میں بیان کروں گا۔یہ محترم صوفی صاحب آپ کے سامنے کل کا پروگرام پیش کرتے ہیں۔میں نے ڈھائی گھنٹے آج تقریر کردی،کل دو گھنٹے ہی تقریر کروں گا۔شاید تم خیال کرو زیادہ وقت لے لیتے ہیں۔یار!نہیں جانا،تو کل آجانا،پورے دو گھنٹے ہی وقت لیں گے۔میں تو چار پانچ روز کے لئے آیا ہوں اور عمر میں پہلی مرتبہ آیا ہوں۔ساری عمر سونا ہے اور اتنا سوئیں گے کہ کوئی ہماری کروٹ بدلنے والا بھی نہیں ہوگا تو جو وقت محبوب کی یاد میں گذر جائے وہ زندگی کا نچوڑ ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آمدِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۞

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے لئے انتہائی سعادت اور مسرت کا مقام ہے کہ میں آج دو کریموں کے درمیان میں ہوں۔ میرے ایک طرف پیر تشریف فرما ہیں اور دوسری طرف استاذ تشریف فرما۔ ''درمیانِ مادو کریم'' حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب، استاذی المکرم حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی دام فیوضکم العالی۔

میں کریموں کے درمیان میں ہوں۔ان بزرگوں کے سامنے،آپ حضرات کے سامنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند فضائل بیان کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ مجھے آپ حضرات کی عقیدت،محبت اور جوشِ عقیدت کو دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ہم کراچی میں رہتے ہوئے لاہور والوں کو''زندہ دلانِ لاہور'' کہتے ہیں۔میں آپ حضرات کے سامنے شکستہ الفاظ میں کچھ عرض کروں گا۔یہ جلسہ بسلسلہ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' منعقد ہوا ہے کیونکہ ربیع الاول شریف کا چاند طلوع ہو چکا ہے اور آج اس کی ۳؍ تاریخ ہے۔جگہ جگہ عید میلاد کے جلسے ہو رہے ہیں،عید میلاد کے جشن منائے جا رہے ہیں۔میں آپ حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے بھی حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں یہ جشن مبار...منایا۔

میرے بزرگو اور دوستو! آیت کریمہ آپ حضرات کے سامنے جو پڑھی ہے اس کا لفظی ترجمہ اور چند تفسیری فوائد میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ ـــــ
وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ـــــ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ ـــــ
ہدایت اور سچا دین دے کر ـــــ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ـــــ
تاکہ سچے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دیا جائے ـــــ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا
ـــــ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ دراں حالانکہ وہ شہید ہے۔

یہ ہے آیت کریمہ کا لفظی ترجمہ۔تشریح اور تفسیر کے سلسلے میں جو باتیں عرض کرنی ہیں۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ فرمایا ـــــ هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ ـــــ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ـــــ تو وہ کون ہے؟ اس نے اپنا نام تو لیا ہی نہیں۔نہ ذاتی نام لیا ہے اور نہ صفاتی نام لیا ہے۔یوں نہیں فرمایا ـــــ هُوَ اللّٰهُ

الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ ـــــــ کہ وہ اللہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ـــــــ یوں بھی نہیں فرمایا ـــــــ ھُوَالرَّحْمٰنُ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ ـــــــ وہ رحمٰن ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ـــــــ بلکہ یوں فرمایا ـــــــ ھُوَالَّذِیْ ـــــــ وہ ہے جس نے ـــــــ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ ـــــــ بھیجا اپنے رسول کو ـــــــ تو وہ کون ہے؟ سمجھنے سمجھانے کے لئے بڑے سادے انداز میں عرض کرتا ہوں کہ بہت بڑا استاذ اپنا تعارف کراتے ہوئے یوں کہے کہ لوگو! میں وہ ہوں جس کا فلاں شاگرد ہے۔ کوئی بہت بڑا معمار اپنا تعارف کراتے ہوئے یوں کہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں عمارت بنائی ہے تو اگر کوئی اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ انداز اختیار کرتا ہے تو اس کا مقصد کیا ہے؟ وہ اپنا تعارف اس انداز سے کیوں کراتا ہے؟ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ میرے اس شاگرد کی قابلیت کو، صلاحیت کو، علم وفضل کو جانتے ہیں اور جب میں یہ کہوں گا کہ میں اس کا استاذ ہوں تو یہ خود ہی اندازہ کرلیں گے کہ جس کے شاگرد کی قابلیت کا عالم یہ ہے کہ اس استاذ کی قابلیت کا عالم کیا ہوگا؟

جس معمار نے، جس کاریگر نے یہ عظیم الشان عمارت بنائی ہے وہ کتنا بڑا کاریگر ہوگا۔ بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ اپنا تعارف کراتا ہے تو اس طرح کہ میں وہ ہوں، جس نے اس رسول کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس رسول کو دیکھو، اس رسول کے علم کو دیکھو، ہم کو دیکھو اس رسول کے جمال کو دیکھو، اس رسول کے کمال کو دیکھو۔ اس کو دیکھ کر اندازہ کرلو جس کا بندہ ایسا ہے اس کا خدا کیسا ہوگا؟ جس کی مخلوق کی یہ شان ہے اس کے خالق کی کیا شان ہوگی؟ اس کے خالق کی عظمت کا کیا عالم ہوگا؟ جس کے بھیجے ہوئے کی یہ عظمت ہے اس کے بھیجنے والے کی عظمت کا کیا عالم ہوگا؟ یاد رکھو! قابل استاذ کا پتہ اس کے قابل شاگرد سے چلتا ہے۔ کاریگر کا پتہ اس کی بنائی ہوئی چیز سے چلتا ہے۔ اسی طرح خدا کے کمال کا پتہ مصطفےٰ کے جمال سے چلتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال قلندر لاہوری ایک شعر فرماتے ہیں۔ کمال کردیا،

فرماتے ہیں ع

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا است

نبی کریم علیہ السلام کیا ہیں؟ آئینہ ہیں اللہ کی ذات کا ۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا است

او منعکس در وے ہمہ روئے خدا است

فرماتے ہیں نبی کریم علیہ السلام اللہ کی ذات اور اللہ کی صفات کا آئینہ ہیں اور اگر تم اللہ کی ذات اور صفات کے جلوے دیکھنا چاہتے ہو تو مصطفیٰ کو دیکھ لو۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑا پیارا شعر فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

خود رہے پردے میں اور آئینہ حق سے خاص خاص

بھیج کر انجانوں سے کی راہ داری واہ واہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آئینہ ہیں اللہ کی ذات اور صفات کا۔ دیکھو! حضور خدا نہیں ہیں، حق نہیں ہیں۔ آئینۂ حق نما ہیں۔ خدا نہیں ہیں، آئینۂ خدا نما ہیں۔ سمجھنے سمجھانے کے لئے ایک بات عرض کروں۔

زمین پر آئینہ رکھ دیجئے رات کے وقت آسمان پر چاند چمک رہا ہو تو بتایئے آسمان پر چمکنے والا چاند آئینے میں نظر آئے گا یا نہیں؟ تو کیا کہو گے کہ آئینہ چاند بن گیا ہے۔ چاند آئینہ بن گیا ہے۔ چاند آسمان سے اتر کر آئینے میں گھس گیا ہے۔ نہیں، آئینہ چاند نہیں بنا، چاند آئینہ نہیں بنا۔ چاند آسمان سے اتر کر آئینے میں گھسا نہیں۔ آئینہ زمین پر ہے، چاند آسمان پر ہے۔ چاند کی جنس اور ہے، آئینے کی جنس اور ہے۔ آئینہ چاند کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے۔ چاند اس کے مقابلے میں بہت بڑا ہے مگر باوجود اس کے آئینہ اپنے اندر ایسا کمال رکھتا ہے کہ وہ چاند تو نہیں، چاند کا مظہر بن گیا۔ اس طرح خدا، خدا ہے۔ مصطفیٰ، مصطفیٰ ہیں مگر مصطفیٰ اپنے اندر ایک ایسا کمال رکھتے ہیں۔ اس کمال کی بنا پر خدا تو

نہیں، خدا کے مظہر اتم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کو دیکھنا ہو یا خدا کی صفات کا نظارہ کرنا ہو تو مصطفیٰ کو دیکھ لو۔

فرمایا ـــــ هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ ـــــ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ـــــ غور کرو! ـــــ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ ـــــ اس نے اپنے رسول کو ـــــ ''اَرْسَلَ'' فرمایا ـــــ ''خَلَقَ'' نہیں فرمایا۔ ''خَلَقَ'' کا مادہ ہے ''خلق'' ـــــ اور ''خلق'' کے معنیٰ ہیں ''پیدا کرنا، بنانا'' ـــــ ''خَلَقَ'' نہیں فرمایا ـــــ ''اَرْسَلَ'' فرمایا ہے ـــــ ''اَرْسَلَ'' ''اِرْسَال'' سے ہے ـــــ ''ارسال'' کے معنیٰ ہیں ''بھیجنا'' ـــــ اور بھیجی وہ چیز جاتی ہے جو پہلے سے موجود ہو ـــــ تو ''اَرْسَلَ'' فرما کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ میرا رسول تشریف لایا ہے، اِس وقت اس کی تخلیق نہیں ہوئی۔ تشریف آوری ہوئی ہے کیونکہ اس کی تخلیق تو ساری کائنات سے پہلے ہو چکی ہے۔ تخلیق تو ہوئی ساری کائنات سے پہلے اور تشریف آوری ہوئی ہے سارے نبیوں کے بعد۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں ـــــ انا اَوَّلُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَآخِرُهٗ فِی الْبَعْثِ ـــــ میں پیدا ہونے میں سارے نبیوں سے اول ہوں اور تشریف لانے میں سارے نبیوں سے آخر ہوں ـــــ اول بھی ہوں، آخر بھی ہوں ـــــ اول ہوں ''باعتبارِ خلقت'' کے ـــــ آخر ہوں ''باعتبارِ بعثت'' کے۔ جبریل بھی آکر ان الفاظ سے سلام عرض کیا کرتے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰهٰ

آپ اول بھی ہیں، آپ آخر بھی ہیں اور جو اول و آخر ہو وہ مابین کو محیط ہوتا ہے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کی ابتدا بھی ہیں اور نبوت کی انتہا بھی ہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ سارے نبی اور سارے نبیوں کے کمالات آپ کی آغوش میں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مرکز کمالات ہیں اور منبع کمالات ہیں۔ سارے نبی آپ کے دامن کی آغوش میں ہیں بلکہ یوں کہو کہ آپ اصل ہیں اور سارے نبی اس اصل کے ثمر ہیں۔ ہر نبی میں جو کمال ہے اس کمال کا مرکز ذات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے قربان جایئے۔ فرماتے ہیں۔

لا وَرَبِّ الْعَرْشِ جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

میاں! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ـــــــ هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ ـــــــ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ـــــــ کیا دے کر بھیجا؟ ـــــــ ایک ـــــــ اور کیوں بھیجا؟ ـــــــ دو ـــــــ دو باتیں مجھے عرض کرنی ہیں۔ یہ میری تقریر کا عنوان ہے ”کیا لے کر آئے اور کیوں آئے“۔

میرے بزرگو اور دوستو! یہ بات ہمیشہ یاد رکھو۔ ہم حضور کے آنے کی خوشی مناتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جس کے آنے کی خوشی مناتے ہیں وہ آیا کیوں؟ اس کے آنے کی غرض وغایت کیا ہے؟ اس کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تو میں مجھے دونوں باتیں آپ کو بتانی ہیں۔ کیا لے کر آئے؟ اور کیوں آئے؟ سب سے پہلے سنو! کیا لے کر آئے؟ ـــــــ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ ـــــــ ہدایت اور سچا دین لے کر آئے ـــــــ ہادی بن کر آئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اگر حضور ہدایت لے کر آئے تھے، ہادی بن کر آئے تھے، ہدایت دینے والے تھے تو ابولہب اور ابوجہل کو کیوں نہ ہدایت دی؟ رہے وہ کافر۔ کئی معجزے دکھائے، دن رات وعظ فرمائے، نصیحت کی، ہدایت پر لانے کی

کوششیں کرتے رہے۔ وہ ہدایت پر آئے ہی نہیں اور اگر حضور ہادی ہوتے اور ہدایت دینے والے ہوتے تو پھر ابو جہل کافر کیوں رہا؟ ابولہب کو ہدایت کیوں نہ ملی؟ اس سلسلے میں ایک بات عرض کرتا ہوں۔ چونکہ یہ شبہ دل میں پیدا ہوتا ہے، کبھی کبھی خیال آجاتا ہے اور انکار کیا جاتا ہے تو اس کا جواب عرض کروں۔ ایک جواب ہے ''الزامی'' اور ایک جواب ہے ''تحقیقی''۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت دے سکتے تھے یا نہیں؟ دے سکتے تھے۔ اِس کو ابھی دو منٹ کے لئے ایک طرف رکھ دو۔ یہ بتاؤ! اللہ تعالیٰ ہدایت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اللہ کے ہادی ہونے میں، ہدایت دینے والا ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اللہ ہدایت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اُس نے ابو جہل کو ہدایت کیوں نہیں دی؟ اُس نے ابولہب کو ہدایت کیوں نہیں دی؟ حضور نہیں دے سکتے تھے، اللہ تو دے سکتا تھا، اُس نے کیوں نہ دی؟ تو اگر کوئی پڑھا لکھا سمجھدار ہوگا تو وہ کہے گا اللہ نے ہدایت اس لئے نہیں دی کہ اللہ نے چاہا نہیں کیونکہ اللہ اس کو ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ـــــ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ـــــ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ـــــ یہی ہمارا جواب ہے۔ اللہ نے ابو جہل کو ہدایت اس لئے نہیں دی کہ اللہ نے چاہا نہیں۔ حضور نے بھی اس لئے نہیں دی کہ جس کو اللہ نے نہیں چاہا اس کو مصطفےٰ نے بھی نہیں چاہا۔ ارے جس کو اللہ نے بھی چاہا اس کو مصطفےٰ نے بھی چاہا۔

اللہ کہے محبوب! مجھے اس کو ہدایت نہیں دینی، تو حضور دیں گے؟ (نہیں)۔ حضور اُس کو ہدایت دیں گے جس کو اللہ چاہے گا اور جواب تو اسی میں آگیا مگر اس کی وضاحت کردوں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ''خالقِ ہدایت'' نہیں بلکہ ''معطی ہدایت'' ہیں۔ خالقِ ہدایت اللہ ہے۔ ہدایت کا خالق اور پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ خالقِ

ہدایت اللہ ہے اور معطی ہدایت حضور ہیں۔ اللہ ہدایت خلق کرتا ہے، حضور ہدایت عطا فرماتے ہیں۔ جس کے لئے اللہ ہدایت خلق کرتا ہے، حضور ہدایت عطا فرماتے ہیں تو حضور کس کو عطا فرماتے ہیں؟ جس کے لئے اللہ ہدایت خلق کرتا ہے، جس کے لئے اللہ نے ہدایت پیدا کی، اُس کو حضور کی بارگاہ سے ہدایت ملی۔ جس کے لئے اللہ نے پیدا ہی نہیں کی، حضور کی بارگاہ سے اس کو ہدایت نہیں ملی۔ ابو جہل کو نہیں ملی تو معلوم ہوا کہ اللہ نے اس کے لئے ہدایت پیدا ہی نہیں کی۔

اِس کے سمجھنے سمجھانے کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ کوئی بہت بڑا سیٹھ کروڑ پتی کسی کو اپنے کاروبار کے لین دین کا مختار بنا کر بٹھادے۔ پیٹی اس کے پاس پڑی ہوئی ہے، چابیاں اس کے پاس ہیں، پیٹی کے اندر ہزاروں، لاکھوں روپیہ پڑا ہوا ہے اور وہ مالک کی طرف سے معلول ہے، اجازت لے کر بیٹھا ہوا ہے۔ مالک نے اس کو مختار بنا کے بٹھایا ہوا ہے اور یہ حکم دیا ہے جس کے لئے میں پرچی کاٹ دوں، جتنا لکھ دوں اتنا اس کو دے دو۔ وہ بیٹھا ہے، اب مالک لکھتا ہے اس کو پانچ ہزار دے، اس کو دس ہزار دیدو، اس کو بیس ہزار دے دو۔ اب مالک پرچی کاٹ رہا ہے اور خازن عطا کر رہا ہے، دے رہا ہے۔ اگر کوئی بغیر پرچی کے ہی آجائے کہ پانچ ہزار مجھے بھی دے دو۔ جو خزانہ لے کے بیٹھا ہے وہ کہے گا کہ میرے پاس دیکھو خزانہ ہے۔ میں دیتا ہوں مگر اس کے حکم سے دے سکتا ہوں، اپنے مالک کے حکم سے دیتا ہوں۔ جا تو بھی پرچی لے آ اور لے جا۔ جب تک پرچی نہیں لائے گا میں نہیں دوں گا۔ وہ جا کر کہنا شروع کر دے کہ دے ہی نہیں سکتا تو لوگ کہیں گے تو غلط کہتا ہے۔ ارے وہ تو بیٹھا ہی اس لئے ہے کہ دے مگر دیتا اس کے لئے ہے جس کے لئے مالک پرچی کاٹتا جاتا ہے۔ یہ بے پرچی پھر رہا ہے۔

میرے دوستو! اللہ نے اپنے حبیب کو ہدایت کا خزانہ دے کر، ہادی بنا کر دنیا میں بھیج دیا۔ محبوب! پرچی میں کاٹتا جاتا ہوں عطا تو فرماتا جا۔ ابو جہل کو ہدایت اس لئے نہیں ملی

کہ اللہ نے پرچی نہیں کاٹی۔ اللہ نے ہدایت خلق نہیں کی۔ آج بھی جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضور ہدایت نہیں دے سکتے، معلوم ہوا کہ ان کو بھی ہدایت نہیں ملی اور انہیں کیوں نہیں ملی؟ اُدھر پرچی نہیں کٹی۔ یہ بھی سچے، وہ بھی سچے۔

بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ ـــــ ہدایت اور سچا دین لے کر آئے ـــــ

وَدِیْنِ الْحَقِّ ـــــ اور سچا دین ـــــ حضور سچا دین لے کر آئے۔ دین کے معنی، دین کس کو کہتے ہیں؟ دین کا مطلب اور مفہوم کیا ہے؟ قرآن کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں۔ یہ قرآن جو ہے یہ معانی کا سمندر ہے۔ یہ علم و معرفت کا سمندر ہے اور یہاں علماء کرام کی جماعت بیٹھی ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر سب سے اعلیٰ تفسیر وہ ہوتی ہے جو خود قرآن سے کی جائے کیونکہ قرآن بھی اپنے بعض حصے کی خود تفسیر کرتا ہے۔ قرآن اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ اس کا بعض حصہ اپنے بعض حصے کی خود تفسیر کرتا ہے۔ لفظ دین جو ہے دین۔ دیکھو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس لفظ دین کے معنی کیا کئے ہیں؟

میرے بزرگو اور دوستو! ذرا غور سے سنو۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس دوسری مرتبہ بھائی آئے بن یامین کو ساتھ لے کر تو یوسف علیہ السلام نے بن یامین کو تنہائی میں بتا دیا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں۔ بن یامین نے کہا بھائی! اب خدا کے لئے مجھے جدا نہ کرنا۔ اب میں جدائی برداشت نہیں کر سکوں گا۔ مجھے اپنے پاس رکھ لو۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا مولیٰ کریم! میں کس طرح اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھوں؟ اسے رکھنا بھی ہے، کوئی ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ دوسرے بھائیوں کو پتہ بھی نہ چلے اور بن یامین کو میں رکھ لوں کیونکہ ابھی امتحان کی منزل پوری نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے تدبیر بتائی فرمایا ـــــ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ـــــ اس طرح ہم نے حضرت یوسف کو تدبیر بتائی ـــــ اللہ کی بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق آپ نے بن یامین کو رکھ لیا۔ وہاں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ

مَا کَانَ لِیَأخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ ـــــ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو نہیں پکڑ سکتے تھے، نہیں رکھ سکتے تھے ـــــ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ ـــــ ملک سے مراد ہے مصر کا بادشاہ۔ بولو! مصر کے بادشاہ کا کوئی دین تھا، وہ کوئی پیغمبر تھا، وہ کوئی شریعت لے کر آیا تھا۔ یہاں اللہ نے دین کس کو کہا؟ بولو! قانون کو کہ بادشاہ مصر کا قانون یہ تھا۔ اس قانون کے مطابق یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بن یامین کو نہیں پکڑ سکتے تھے۔ ہماری بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق انہوں نے رکھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے خود دین کا معنیٰ کیا فرمایا؟ "قانون" تو ہم سمجھتے ہیں کہ دین صرف نماز، روزے کا نام ہے۔ دین صرف حج وزکوٰۃ کا نام ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دین ایک "نظامِ حیات" کو کہتے ہیں۔ دین ایک نظام حیات، مکمل دستور کا نام ہے اور نبی کریم صرف دین لے کر نہیں آئے بلکہ دینِ حق لے کر آئے۔ نظام تو دنیا میں اور بھی ہیں مگر نبی کریم سچا نظام لے کر آئے ـــــ وَدِیْنِ الْحَقِ ـــــ سچا دین، سچا نظام حیات، مکمل دستور، کامل اکمل دستور لے کر آئے ـــــ اسی دستور کو، اسی نظام حیات کو ہم کہتے ہیں "نظام مصطفیٰ"۔

نظامِ مصطفیٰ ہے سارے دکھوں کی دوا۔ حضور ایک مکمل نظام حیات لے کر آئے۔ یہ نظام انسانیت نہیں بلکہ کائنات کی ہر شئے کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ ارے یہ نظام ایسا کامل اکمل ہے کہ اس نظام میں تو کیڑے مکوڑے، حشرات الارض کے حقوق کا بھی تحفظ ہے۔ کون سا شعبہ ہے جس شعبہ میں یہ نظام مصطفیٰ ہماری رہنمائی نہیں کرتا۔ کون سا شعبہ ہے جس کے لئے نظام مصطفیٰ میں ہمارے لئے ہدایت موجود نہیں۔ یہ تو وہ نظام ہے کہ دنیا کے مدبروں اور مفکروں نے تسلیم کیا ہے۔ اس کائنات میں ایسا کوئی کامل اکمل نظام کون سا ہے؟ تو حضور ایک مکمل نظام لے کر آئے۔

سچا نظام لے کر، نظام مصطفیٰ اور کیوں لے کر آئے؟ ـــــ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ـــــ تاکہ اس نظام کو تمام نظاموں پر غالب کر دیں ـــــ

میں نہایت ادب سے سارے مسلمان بھائیوں اور بزرگوں، دوستوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ میرے بزرگو، دوستو! تعصب، ضد کو چھوڑ کر ایمانداری سے بتاؤ! ہمارے نبی کریم، جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں وہ نظام حیات کامل اکمل لے کر آئے۔ کیوں آئے کہ اِس دین کو، اِس نظام کو دنیا کے تمام دینوں اور نظاموں پر غالب کردیں اور آپ کو پتہ چل گیا ہمارے نبی کریم کے آنے کا جو مقصد تھا یعنی نظام اسلام کو غالب کرنا۔ یہ ہمارے نبی کریم کی تشریف آوری کا مقصد تھا۔ حضور اس لئے آئے کہ نظام اسلام کو، نظام مصطفیٰ کو دنیا کے تمام نظاموں پر غالب کردیں اور انسانوں نے جو نظام بنائے تو انہوں نے بہت سے اغراض، بہت سے مقاصد کو سامنے رکھ کر ان نظاموں کو مرتب کیا۔ جیسا لغو نظام بناتے ہیں تو وہ بعد میں چلتا نہیں کیونکہ فطرت کے مطابق نہیں ہوتا۔ فطرتِ انسانی کے مطابق نہیں ہوتا تو وہ چلتا نہیں، کامیابی نہیں ہوتی تو آئے دن نت نئی ترمیمیں کرنی پڑتی ہیں اور جو نظام نبی کریم لے کر آئے، نظام مصطفیٰ ہے۔ بولو! اس کا بنانے والا کون ہے؟ ''اللہ تعالیٰ''۔ اللہ ہے خالق، اس نے فطرتوں کو پیدا کیا۔ وہ خالقِ فطرت ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس کا بنایا ہوا نظام اور قانون فطرتِ انسانی کے مطابق ہے اور جو فطرت ہوتی اس کو دبایا نہیں جاسکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ دبے گی، دباؤ کے تحت آجائے گی مگر فطرت پھر اپنا رنگ دکھائے گی۔ آگ جب جلے گی تو اس کی لائٹ، اس کی لو پتہ ہے کہاں جائے گی؟ اوپر جائے گی۔ اسی طرح کوئی اوپر سے ہوا کا دباؤ دے کے یا کوئی پائپ یا نالی منہ پہ لگا کے، پھونک مار کے اس کو نیچے کرے۔ وہ کیا کرتا ہے؟ جب تک پھونک مارتا رہے گا، زور لگاتا رہے گا اس کو فطرت کے خلاف اوپر جانے کے بجائے نیچا کرتا رہے گا مگر جب تک پھونک مارتا رہے گا۔ جس وقت اس نے پھونک مارنا چھوڑی تو ہوا اوپر چڑھے گی کیونکہ اس کی فطرت ایسی ہے۔ اسی طرح مٹی جو ہے اس کی فطرت ہے نیچے کو آنا۔ اگر آپ اوپر ڈالیں تو جہاں تک آپ کی قوت نے کام کیا وہ اوپر جائے گی لیکن جہاں آپ کی قوت جواب دے گی، وہ اپنی فطرت کے

مطابق نیچے آئے گی کیونکہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے۔

اے مسلمان! تو جان لے تیرے ایمان کی بنیاد قومیت پر یا نسل پرستی پر نہیں ہے "لا الہ الا اللہ" پر ہے ـــــــ حضور نے لرزا دینے والی تکلیفیں، مصیبتیں اٹھائیں۔ حضور کے ایک ارشاد سے اندازہ کیجئے۔ حضور نے فرمایا ـــــــ "جتنا میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا ہوں کوئی پیغمبر نہیں ستایا گیا" ـــــــ قتل کے منصوبے بنے مگر کملی والا اپنے موقف سے نہیں ہٹا۔ مکے کے چالیس خاندان قتل پر متفق ہوئے، قتل کر دو۔ کہنے لگے قتل کرنے سے پہلے ایک مرتبہ ابو طالب کو بلاؤ۔ اس کو بھی موقع دے دیں کیونکہ محبت بھی اپنے بھتیجے سے رکھتا ہے اور تعلق بھی۔ وہ بعد میں کہے گا تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ موقع دیا کہ میں اپنے بھتیجے کو سمجھاتا۔ اس کو بھی بلا کر حجت قائم کر لو تا کہ اس کے بعد بھی کوئی عذر، حجت باقی نہ رہے۔ بلا لیا، ابو طالب آئے۔ چالیس خاندانوں کے سردار موجود ہیں۔ سب نے کہا ابو طالب! دیکھ لے مکے میں چالیس خاندان آباد ہیں۔ چالیس خاندانوں کے یہ سردار موجود ہیں۔ ان سب نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ تیرے بھتیجے محمد کو قتل کر دیا جائے (صلی اللہ علیہ وسلم) (معاذ اللہ! صد بار معاذ اللہ) کیونکہ تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کو گالی نکالتا ہے۔ ہمیں احمق ٹھہراتا ہے۔ ہم کب تک یہ کلمے سنتے رہیں گے؟ کب تک برداشت کرتے رہیں گے؟ اب ہم زیادہ دیر تک اپنے خداؤں کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ تم اپنے بھتیجے کو سمجھا لو ورنہ ہم اسے قتل کر دیں گے۔ بعد میں کچھ نہ کہنا۔ ابو طالب کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ سینے میں دل دھڑکنے لگا۔ تڑپتے ہوئے جی سے پاس بلا کر ہاتھ پھیرا اور کہا میرے بھتیجے! تم مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو لیکن اپنے چچا کے کندھوں پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ وہ اٹھا نہ سکے۔

فرمایا چچا! کیا بات ہے؟ ابو طالب نے کہا میرے فرزند! میرے پیارے بھتیجے!

آج میری آنکھوں نے ایسا منظر دیکھا ہے جس نے میرا دل ہلا دیا ہے۔ مکے میں چالیس خاندان آباد ہیں۔ چالیس خاندانوں کے سردار جمع ہیں اور انہوں نے تیرے قتل پر اتفاق کرلیا ہے۔ بیٹا! تو جانتا ہے میں اکیلا ہوں، چالیس خاندانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور یہاں کوئی آئین نہیں، کوئی قانون نہیں جہاں مظلوم جا کر دعویٰ کرسکے، استغاثہ کرسکے، وہ اپنا حق مانگ سکے۔ اگر انہوں نے قتل کردیا تو میرے واسطے دنیا اندھیری ہوجائے گی۔ میرے فرزند دیکھو! ابھی وقت کا تقاضہ یہ ہے۔

حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ تو یہ پروگرام بند کردے جب ان کے بغض، ان کی عداوت کے جوش کی آگ ذرا سرد پڑ جائے گی، ان کے بغض وعداوت کی آگ کے شعلے ذرا ڈھیلے پڑ جائیں گے تو پھر آہستہ آہستہ اپنے کام کو چلائیں۔ تم نے پروگرام بند نہ کیا اور اگر انہوں نے تجھے قتل کردیا تو بس۔ چاچا نے بڑی محبت، بڑے حکیمانہ انداز میں سمجھایا۔ جو کہنا تھا وہ کہا مگر استقامت کے نہ ہلنے والے پہاڑ نے، کوہ استقلال نے اس مجمع میں جو اول وآخر کو اپنے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہو۔ اس کو آغاز اور انجام کی خبریں تھیں، جو حقائق کائنات سے واقف اور باخبر ہے، اس حقیقت کو جاننے والے نبی نے بڑے استقلال اور اطمینان کے ساتھ فرمایا چاچا! جو تمہیں کہنا تھا وہ کہہ لیا اب میری بھی سن لو۔ چاچا! تم نے مکے کے خاندانوں کا ذکر کیا جو میرے مارنے پر جمع ہوگئے۔ دنیا بھر کی طاغوتی طاقتیں جمع ہوکر میرے مقابلے پر آجائیں، سورج کو لاکر میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو لاکر میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو خدا کی قسم پھر بھی میں اللہ کا پیغام پہنچانے سے باز نہیں آسکتا۔

میں اسی طرح کہوں گا جس طرح میرے رب کا حکم ہوگا۔ میرے رب کی رضا ہوگی۔ ان کے بت جھوٹے ہیں، میں جھوٹوں کو سچا نہیں کہہ سکتا۔ ان کے باپ دادا کافر تھے، میں کافروں کو مومن نہیں کہہ سکتا۔ میں باطل کو حق نہیں کہہ سکتا۔ زہر کو دودھ نہیں کہہ سکتا۔ چچا!

دو ہی باتیں ہوں گی۔ اگر مجھے قتل کر دیں گے تو بھی کامیاب تو راہ حق میں قربان ہو جاؤں گا اور جس مقصد کو لے کر آیا ہوں اس مقصد میں کامیابی ملے گی تو بھی کامیاب۔ میری کامیابی دونوں صورتوں میں ہے۔ جب حضور نے یہ فرمایا، بوڑھے چاچا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اشکبار آنکھوں سے فرمایا مجھے آج پتہ چلا ہے کہ دنیا کا ہر پہاڑ تو اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مقام سے نہیں ہٹ سکتا۔ میرے دوستو، بزرگو! سرکار ثابت قدم رہے۔ لرزا دینے والی اذیتیں اور تکلیفیں حق سے نہ ہٹا سکیں اور اسی طرح آپ کے غلاموں کا حال رہا۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر ان کو لٹایا گیا، رسیوں سے جکڑ کر بازاروں اور گلیوں میں گھسیٹا گیا مگر وہ حق پر ثابت قدم رہے اور انہوں نے اسلام کے پرچم کو بلند رکھا۔ کامل اکمل نظام کو سرکار دو عالم نے اپنے غلاموں کے حوالے کیا اور خود بظاہر تشریف لے گئے، سبز گنبد میں جلوہ افروز ہو گئے۔ صدیق اکبر جانشین بنے۔ کتنے فتنے اٹھے؟ ایک طرف مسیلمہ کذاب کا فتنہ تھا، دوسری طرف مرتد ہونے والے قبیلوں کے فتنے تھے۔ ان سب فتنوں کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے پرچم کو سرنگوں کر دیا جائے، جھکا دیا جائے۔ گلشن اسلام کے پتے اور پھول مرجھا جائیں۔ گلشن اسلام خزاں کا شکار ہو جائے مگر صدیق اکبر جو نبی کریم علیہ السلام کی امت میں سب سے افضل ہیں، اس کامل مرد مومن نے اپنے ارادے کے ساتھ اور یقین کامل کے ساتھ حق پر ڈٹے ہوئے طاغوتی فتنوں کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ فتنوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ فتنوں کو نیست و نابود کر دیا۔ اسلام کے پرچم کو بلند رکھا، گلشن اسلام کو تازہ اور شگفتہ رکھا۔ فتوحات میں اور اضافے ہوئے۔ خود تشریف لے گئے تو فاروق اعظم آئے۔ فاروق اعظم سے کہا گیا کہ اے فاروق اعظم! آپ خلافت کو قبول کیجئے۔ فاروق اعظم نے کہا مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔ صدیق اکبر نے کہا عمر! خلافت کی ضرورت نہیں، خلافت کو عمر کی ضرورت ہے اور میں بھی آج کہتا ہوں کہ پاکستان کو اسلام کی اور اسلام والوں کی ضرورت ہے۔ حضرت عمر فاروق خلیفہ بن گئے۔ اس

جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کو نبی پاک نے خود دعائیں مانگ کے اللہ سے لیا تھا جس کے لئے یہ دعا کی تھی ——— اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابَ ———اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے سے اسلام کو غلبہ عطا فرما ——— فاروق اعظم نے دس سال کی مختصر سی مدت میں چھوٹے بڑے چوتالیس ملک فتح کیے۔ اتنی فتوحات تھیں کہ انگریز ''فتوحاتِ فاروقی'' کا مطالعہ کرتے ہوئے بے ساختہ کہتا ہے ''اگر اس امت میں ایک عمر اور ہوتا تو روئے زمین پر صرف اسلام کی حکومت ہوتی''۔ چوتالیس ملک آپ نے فتح کیے۔ ملکوں کو فتح کرنا خالہ جی کا واڑہ نہیں۔ ملکوں کا فتح کرنا یہ کوئی آسان بات نہیں ہوتی۔ فاروق اعظم نے چھوٹے بڑے چوتالیس ملک فتح کیے۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو پامال کیا۔ بات کیا تھی؟ بات یہ تھی کہ وہ مرد مومن تھے، مرد حق تھے۔ ان کے ساتھ خدا تھا، ان کے ساتھ رسول تھا، ان کے ساتھ ایمان تھا، صداقت تھی اور دیانت تھی۔

چنانچہ ذرا دیکھئے! قیصر روم، روم کا جو بادشاہ تھا۔ قیصر اس نے اپنے سفیر کو بھیجا۔ سفارتی تعلقات قائم کرنے کے واسطے وہ مدینہ میں آیا۔ اس زمانے میں سواریاں کیا تھیں؟ اونٹ، گھوڑے، بہترین گھوڑے پر سوار ہوئے بڑے شاندار لباس کے ساتھ وہ آیا۔ شہر میں داخل ہوا کہنے لگا مسلمانو! تمہارا بادشاہ کون ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا بادشاہ اللہ ہے۔ وہ کہنے لگا عمر کو تم کیا کہتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم عمر کو بادشاہ نہیں کہتے ''امیر المومنین'' کہتے ہیں۔ بادشاہ ہمارا اللہ ہے۔ کہنے لگا اچھا تمہارے جو امیر المومنین ہیں۔ ان کا کمرہ کہاں ہیں؟ کوٹھی کہاں ہے؟ انہوں نے کہا ان کا کوئی کمرہ، کوٹھی نہیں۔ جس طرح ہمارے سارے مکان، اسی طرح ان کا بھی ایک مکان ہے۔ کہنے لگا بہر صورت مجھے یہ بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔

ایک بڑھیا نے کہا میں ابھی باہر سے آئی ہوں۔ شہر سے باہر ایک درخت کے نیچے سو رہے ہیں۔ سفیر کہنے لگا مجھے اس کے پاس پہنچاؤ۔ اس نے کہا بڑھیا! تو دیکھ کے آئی ہے

چل ذرا تو دکھا۔ سفیر روم بڑھیا کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں اس نے بڑھیا سے ایک بات پوچھی۔ آخر قیصر نے اس کو سفیر بنا کر بھیجا تھا کہنے لگا مائی! اپنے امیر کے بارے میں بتاؤ۔ تمہارا امیر کیسا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا سفیر کو۔ وہ جو عزائم لے کر آیا تھا خاک میں ملا دئے۔ بڑھیا نے دو جملے کہے، کمال کر دیا، کہا ـــــ فَلَا يَخْدَعُ وَلَا يُخْدَعُ ـــــ ہمارا امیر وہ ہے جو نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے، نہ کسی سے دھوکہ کھاتا ہے ـــــ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسے دھوکہ دے جائے۔ مائی نے متنبہ کر دیا کہ سوچ سمجھ کے جانا شاید کچھ سمجھ میں آیا ہوگا۔ ذرا سنبھل کے چلا۔ وہ ایسے نہیں ہیں کہ تو ان کو دھوکہ دیتا۔ یہ تھے ہمارے امیر نہ کسی کو دھوکہ دیتے تھے اور نہ کھاتے تھے۔ آج کل تو اللہ اپنا فضل فرمائے۔

چلتے جا رہے ہیں سامنے درخت آیا۔ اس درخت کے نیچے امیر سو رہا تھا۔ مائی نے کہا وہ دیکھ اللہ کا شیر سو رہا ہے، وہ ہے ہمارا امیر۔ سفیر ذرا آگے تھا۔ اس نے ایک بات کہی۔ اس بات کو دل کے کانوں سے سنو اور یاد رکھو! اتنی بڑی سلطنت کا مالک بغیر کسی حفاظتی دستے کے، بغیر کسی پہرے اور محافظوں کے کھلی فضا میں درخت کے نیچے سو رہا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی رعایا کا ایک شخص بھی اس سے ناراض نہیں۔ اگر اس کی رعایا کا کوئی شخص اس سے ناراض ہوتا تو اس طرح یہ آرام کے ساتھ بغیر پہرے کے اس کھلی جگہ پر نہیں سو سکتا تھا۔ کھلے مقام میں بغیر محافظوں کے اور بغیر کسی پہرے داروں کے اس طرح سونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی رعایا اس سے خوش ہے۔ کیسی حکیمانہ بات ہے امیر وہ ہو جس سے رعایا خوش ہو۔ بزرگ فرماتے ہیں۔ وہ امیر بہت اچھا ہے جس کی رعایا خوش ہو اور وہ امیر بہت برا ہے جس کی رعایا ناراض اور پریشان ہو۔ مائی واپس چلی گئی تو وہ تھوڑا سا قریب ہوا تو اس نے دیکھا حالانکہ ابھی سو رہے تھے۔ جب اس کی نظر پڑی ناں آپ پر تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، کانپنے لگا، حیران ہو کر کہنے لگا بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں اور بڑی شان و شوکت ہوتی ہے۔ بادشاہوں کے ارد گرد تلواروں والے تلواریں لے کر کھڑے

ہوتے ہیں۔ بڑی شان وشوکت ہوتی ہے۔ بڑ بڑے لوگوں کو مرعوب کر دیتی ہے۔ ابھی تو سورہا ہے تو لرزہ طاری اور اگر اٹھ گیا تو کیا ہوگا؟ یہ سو رہا ہے جس کو دیکھ کر میری یہ حالت ہے اگر یہ مجھے نہیں دیکھ رہا میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر اس نے مجھے دیکھ لیا تو کیا حشر ہوگا؟ اگر اس نے مجھے نظر بھر کر دیکھا تو پھر کیا حال ہوگا؟ فاروق اعظم اٹھے، اٹھ کر اسے دیکھا شکل وصورت، لباس۔ سمجھے یہ کسی دوسرے ملک کا آدمی ہے اور وہ کانپ رہا ہے۔ آپ اٹھ کر اس کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا کانپتے کیوں ہو؟ میں تو اس ماں کا بیٹا ہوں جو سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔ اس نے کہا مجھے یہ بتایئے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ وہاں میں کبھی اس طرح نہیں کانپا، لرزا۔ آپ سو رہے تھے کوئی بظاہر شان وشوکت نہیں، مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ یہ بات کیا ہے؟ فرمایا یہ ہیبتِ انسانی نہیں، ہیبتِ رحمانی ہے۔ مردِ مومن! تیرے ساتھ ہیبت رحمانی ہونی چاہئے۔ مومن وہ ہے جس کا رعب دور دور تک ہو اور کافر اس کے نام کو سن کر لرز جائے۔ اللہ فرماتا ہے تم مومن بن جاؤ ـــــــ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَافَرُوْا الرُّعْبَ ـــــــ ہم کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے۔

علمائے کرام، یہ لوگ اللہ والے ہیں۔ دین کا علم ـــــــ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اُن کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے۔ یقین کا علم رکھتا ہے۔ قرآن وحدیث کا علم رکھتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے یہ کیسا دور آ گیا؟ ہم مولویوں کو یہ لوگ تعلیم یافتہ طبقہ ہی نہیں سمجھتے۔ یہ ملاں ہیں۔

پڑھا لکھا کون ہے؟ جو انگریزی پڑھے۔ حالانکہ انگریزی کوئی علم نہیں ہے، انگریزی تو ایک زبان ہے۔ انگریزی بولنا، انگریزی سیکھنا، انگریزی پڑھنا۔ آپ نے انگریزی زبان سیکھ لی۔ ڈاکٹری جو ہے یہ ایک فن ہے، انجینئری جو ہے یہ ایک فن ہے۔ یہ تو فنون ہیں جو آپ سیکھ لیتے ہیں۔ علم تو قرآن وحدیث میں ہے، علم تو فقہ میں ہے۔

بولو! کون سا علم تھا؟ جس کی بنا پر فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جھک گئے تھے۔ علم تو علم الٰہی ہے۔ وہ علم جو وحی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے وہ علم ہے۔ جس کا تعلق دین کے ساتھ بھی ہے اور دنیا کے ساتھ بھی۔ جو تمام چیزوں پر حاوی ہے وہی علم ہے اور ان لوگوں کے پاس علم ہے۔ اس علم کی ان لوگوں کو، ان لوگوں سے مراد جو کھڑے ہو کر موتتے ہیں اور مولویوں کو تعلیم یافتہ طبقہ نہیں سمجھتے۔ ان کو تو ہوا بھی نہیں لگی۔ کبھی کبھی ان سے بات ہو تو پتہ چلتا ہے۔

یہ کتنی برکت ہے علماء جو دین کا علم رکھتے ہیں، جو انبیاء کے وارث ہیں۔ یہ اگر آئیں گے قانون اسلام لائیں گے۔ قسم خدا کی اسی میں ہماری بہتری ہے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے۔ یہ میں بغیر تاویل کے سب سے کہہ رہا ہوں۔ میں دل سے ہمدردی سے کہہ رہا ہوں۔ ہم مسلمان ہیں، ہمیں اللہ ورسول کو جواب دینا ہے۔ اللہ فرمائے گا بندے! تم میرے تھے، امتی میرے محبوب کے تھے۔ میرے بنائے ہوئے اور میرے محبوب کے لائے ہوئے نظام کو پسند نہیں کرتے۔

میرے دوستو! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چونتالیس ملک فتح کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کتنے فتنے تھے؟ ڈٹ کر فتنوں کا مقابلہ کیا، اپنی جانیں دیدیں مگر حق سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔

اس کے بعد ایک اور وقت آیا، بڑا نازک وقت آیا، یزیدی فتنہ اٹھا۔ یزید جب تخت نشین ہوا تو اس نے فرزندِ رسول، لختِ جگر بتول، جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت امام حسین سے بیعت کرنے کو کہا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے۔ جس وقت یزید نے بیعت طلب کی تھی اُس وقت اُس کا فسق وفجور کیا تھا؟ کربلا کا مسئلہ تو بعد میں ہوا۔ جو کچھ نے اس نے آلِ رسول کے ساتھ کیا وہ تو سب کچھ بعد میں ہوا۔ جب اس نے بیعت طلب کی تھی، آپ نے انکار کر دیا تھا کہ یہ فاسق ہے۔ اُس وقت اُس کا فسق وفجور کیا

تھا؟ وہ کبھی کبھی شراب پی لیتا تھا، ہمیشہ نہیں، کبھی کبھی اور سنو!

شراب پی لیتا تھا اور نمازیں چھوڑ دیتا تھا۔ یہ نہیں بھائی کہ ساری ہی چھوڑ دیتا تھا۔ کبھی کبھی وہ پڑھتا بھی تھا۔ جب شراب کے نشے میں مخمور ہوتا تھا اس وقت نہیں پڑھتا تھا اور کبھی گیت گانے بھی سن لیتا تھا۔

حضرت امام عالی مقام نے یزیدی فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور حق پر ثابت قدم رہے۔ سارا خاندان اپنی آنکھوں کے سامنے قربان کروادیا۔ بہتر (۷۲) افراد تیروں سے چھلنی ہوتے ہوئے، تلواروں سے کٹتے ہوئے دیکھے اور چار بھتیجے تیروں سے چھلنی ہوتے ہوئے دیکھے، دو بھانجے نیزے پر چڑھتے ہوئے دیکھے۔

علی اکبر ہم شکلِ رسول کے سینے میں نیزہ پیوست ہوتے ہوئے دیکھا۔ معصوم علی اصغر کو اپنی آغوش میں ظالم کے تیر کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا۔ خیمے جلتے ہوئے دیکھے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ میرے بعد میری بیویاں اور میری بیٹیاں دشمن کے رحم وکرم پر ہوں گی مگر نبی کے نواسے نے اپنے عمل سے یہ ثابت کردیا کہ حسین اپنی آنکھوں کے سامنے اپنا بھرا ہوا گھر لٹتے ہوئے دیکھ سکتا ہے، چمنِ زہرا کے جنّتی پھولوں کو خاک وخون میں تڑپتے ہوئے دیکھ سکتا ہے لیکن نانا کے دین کا نقشہ بگڑتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

فرزندِ رسول نے آنے والی نسلوں کو بتادیا کہ میری یہ گردن کٹ سکتی ہے مگر باطل کے سامنے جھک نہیں سکتی۔ امام حسین کے ساتھ سچی عقیدت ومحبت رکھنے والو! اگر سچی محبت ہے تو امام جو سبق دے گئے اُس سبق کو یاد کرو۔ جس مقصد کے لئے امام نے اتنی بڑی قربانی دی ہے اس مقصد کو زندہ وقائم رکھو۔ دعویٰ ہو امام حسین کی محبت کا اور کام ہوں یزید والے۔ بولو! قیامت کے دن امام حسین کو کیا منہ دکھاؤ گے؟

امام حسین نے اتنی بڑی قربانی کیوں دی؟ گلشنِ اسلام کے لئے اسلام کو مغلوب نہیں ہونے دیا۔ کہتے ہو کہ شکست ہوگئی۔ نہیں، فتح ہوئی۔ عظیم الشان فتح ہوئی۔ یزید کا

مطالبہ کیا تھا؟ کہ میری طرف جھکیں امام حسین۔ جھکا یزید۔ اپنے مطالبے میں کامیاب ہوا؟ (نہیں)، ناکام ہوا۔ امام حسین نہ جھکے، کامیاب ہوئے۔ اِسی واسطے کسی کہنے والے نے کہا۔

نہ یزید کی وہ جفا رہی نہ زیاد کا وہ ستم رہا

جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

جس گلشن اسلام کو نبی پاک نے اپنے خون سے سینچا تھا، امام احمد بن حنبل نے اور ان کے دوسرے اصحاب نے اپنا خون دیا۔ اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ جیلیں کاٹیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ گوالیار کے قلعوں میں بند رہے اور برسرِ بازار کوڑے کھائے مگر دین کو مغلوب نہیں ہونے دیا۔ اس کا پرچم بلند رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ـــــــ

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ـــــــ (ترجمہ) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

دین اسلام کا نظام کامیاب تو ہم دنیا و آخرت میں کامیاب۔ اسلام کا نظام ہی اللہ نے پسند کیا، کامل و اکمل اور اپنی نعمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ـــــــ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ـــــــ

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

قیامت کے دن اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بندے ہو اللہ کے، امتی ہو مصطفیٰ کے۔

انہوں نے یہی پسند کیا، تم بھی اسی کو پسند کرو۔ ہمارا علاج اسی نظام میں ہے۔ ہمارے مال وجان اور ملک کی سلامتی اسی نظام میں ہے۔ ہمارا قائد و حکمران بھی سرکار کا غلام ہو اور لوگ بھی غلامیٔ مصطفےٰ کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالیں تا کہ دنیا میں امن وسکون قائم ہو۔

حضور سچا دین اور قانون لے کر آئے۔ یہ تشریف آوری کا مقصد تھا۔ کتنی تکلیف اٹھائی اور راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ نجاست پھینکی گئی، گالیاں دی گئیں، آپ کو گستاخانہ کلمے کہے گئے اور پتھر مارے گئے۔ اتنا ستایا گیا کہ لہولہان ہوئے۔ مکہ جیسا وطن کس لئے چھوڑا اور احد کے میدان میں دندان مبارک شہید ہوا۔ جس کے غلاموں کو بازاروں میں گھسیٹا گیا، دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا۔ کیوں لٹایا گیا؟ کیا جرم تھا اُن کا؟ یہی نہ کہ اسلام کیوں قبول کیا؟ انہی پاکبازوں نے اسلام کو غالب کیا اور اتنی تکلیفیں اٹھائیں۔

اسلام کی بنیاد رشتے داری پر نہیں، ایمان پر ہے، قومیت پر نہیں ——— لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ——— تیرے ایمان کی بنیاد ہے ——— قومیت یا نسب پر نہیں ——— لا الٰہ الا اللہ پر ہے ——— ارشاد فرمایا کہ جتنا میں ستایا گیا کوئی اور نہیں ستایا گیا۔ کملی والا اپنے مقصد سے نہیں ہٹا۔

معلوم ہوا نبی پاک کی تشریف آوری کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے نظامِ حیات کو دنیا کے تمام نظاموں پر غالب کر دیا جائے۔ ہمارے نبی تو اس لئے آئے تھے کہ اسلام کو غالب کیا جائے۔ آج ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام مغلوب ہو جائے اور سوشلزم غالب آجائے۔ بولو! قیامت کے دن رسول اللہ کو کیا جواب دو گے؟ بندے ہو اللہ کے، امتی ہو رسول اللہ کے اور نظام وہ لانا چاہتے ہو، اس کو ترجیح دے رہو جو کافروں اور یہودیوں کا بنایا ہوا نظام ہے۔

اگر اللہ کے بندے ہو، رسول اللہ کے امتی ہو تو یہی کہو کہ جس کے بندے ہیں، جن کے امتی ہیں اسی کا نظام چاہتے ہیں، اسی کا نظام نافذ ہو۔ اس لئے یہ لوگ خانقاہوں

میں بیٹھنے والے، ذکر اذکار کرنے والے اور روحانی وجسمانی تربیت کرنے والے۔ اب خانقاہوں سے کیوں نکل پڑے ہیں؟ یہ کوئی بات نہیں تاریخ پڑھ کے دیکھو! جب بھی اسلام کی ذات پر حرف آیا، دشمنانِ دین نے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی اللہ والے یہ ہمیشہ خانقاہوں سے نکل آئے۔ انہوں نے خانقاہوں سے نکل کر دین کا تحفظ کیا، دین کو غالب کیا۔ اس لئے ہمارے نبی پاک دین کو غالب کرنے آئے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کا زمانہ تھا۔ ایک مسئلہ چل پڑا خلقِ قرآن کا۔ قرآن مخلوق یا غیر مخلوق؟ خلیفہ ہارون رشید کے ایک سرکاری مولوی نے ان کے ذہن میں بٹھایا ہوا تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ ہارون نے بہت زیادہ زور دیا۔ مسئلہ یہ چلا قرآن مخلوق یا غیر مخلوق؟ تو اہل حق کا عقیدہ ہے کہ ''قرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق'' (قرآن اللہ کا کلام اور غیر مخلوق)۔

لیکن وقت کے بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشیں کا یہ عقیدہ کہ قرآن مخلوق ہے۔ امام احمد بن حنبل نے دیکھا کہ دین پر حرف آ رہا ہے۔ ایک مسئلہ غلط طور پر شائع ہو رہا ہے۔ اگر آواز بلند نہ کی گئی تو یہ مسئلہ لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ جائے گا اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ آپ نے حق کی آواز کو بلند کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ آپ کو قید کیا گیا۔ برسر بازار دُرّے لگائے گئے، اذیت پہنچائی گئی۔ یہاں تک کہ آپ کو دُرّے مارے جا رہے تھے۔ حالانکہ آپ اس وقت با کرامت اور جلیل القدر امام تھے۔ جب پولیس لے کر آپ کو جا رہی تھی تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں تو آپ کی تہبند کھل گئی۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں کیسے آپ اس کو باندھتے۔ عرض کیا مولیٰ! احمد کا ستر نہ کھلے، احمد کا پردہ رکھنا۔ اس وقت غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے تہبند کو باندھ دیا۔ ایک ستون کے ساتھ باندھا گیا، پھر دُرّے مارے گئے۔ پہلا دُرّہ لگا، آپ نے کہا ـــــــ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـــــــ دوسرا لگا، آپ نے فرمایا ـــــــ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ـــــــ پھر ہر دُرّے پر کہتے تھے ـــــــ ''قرآن

غیر مخلوق ہے"۔

ایک طالب علم صفیں چیرتا ہوا آیا، عرض کیا کہ حضرت! آپ جیسا امام مائیں روز نہیں جنا کرتیں۔ آپ علم کے سمندر ہیں، علم کے پیاسے دور دور سے آکر سیراب ہو رہے ہیں اور آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ جب دل ایمان پر قائم اور مطمئن ہو تو جان بچانے اور ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے زبان سے کفر کا کلمہ کہنا جائز ہے تو آپ زبان سے کلمۂ کفر کہہ لیجئے کیونکہ اس وقت آپ کی جان خطرے میں ہے اور آپ کی جان بڑی قیمتی ہے۔ دل ایمان سے مطمئن ہے، زبان سے کلمۂ کفر کہہ لیں۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے جزادے جو مسئلہ بتایا ہے، ہمیں بھی آتا ہے مگر اس وقت میرے پیش نظر اپنی جان کا مسئلہ نہیں، اسلام کا مسئلہ ہے، جان کا مسئلہ نہیں۔ ہزاروں دیکھنے والوں کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ اگر میں نے کہہ دیا کہ قرآن مخلوق ہے اور میرے دل کا حال اللہ جانتا ہے لیکن یہ لوگ تو یہ کہتے جائیں گے کہ امام کو چار کوڑے پڑے وہ مان گیا۔ ان کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس وقت میرے پیش نظر میری جان کا مسئلہ نہیں، ان کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ اگر میں درّے کھاتا کھاتا شہید ہو گیا تو یہ لوگ تاثر لے کے جائیں گے کہ امام نے جان دے دی مگر باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ حق کے واسطے پیچھے نہیں ہٹے۔ میری یہ قربانی آنے والی نسلوں کے واسطے ایمان کی ثابت قدمی کا باعث بنے گی۔

میرے دوستو! آج اسلام کے مقابلے سوشلزم کو نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ نہ ہمارے دینی مدرسے رہیں گے، نہ کچھ اور رہے گا۔ اس واسطے یہ اگر خانقاہوں سے نہ نکلتے تو آنے والی نسلیں کیا کہتیں کہ کروڑوں کی تعداد میں مسلمان تھے، علماء، فقراء، اولیاء کا نے آواز بلند نہیں کی۔ ان شاء اللہ ان کی آوازیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔

آج ہم کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہمارا کیا طریقہ ہے؟ کیا ہم اپنی نظروں سے دیکھ سکتے ہیں کہ دین مصطفےٰ مغلوب ہو جائے؟ کیا تم یہ دیکھ سکتے ہو، گوارا کر سکتے ہو؟ نہیں،

تو پھر نتیجہ نکلا کہ جس نبی کی آمد کی خوشی منارہے ہو، اُس نبی کی بارگاہ میں خراجِ تحسین، خراجِ عقیدت پیش کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ عہد کرو۔ اے آقا! جس مقصد کو تم لے کر آئے ہو، جس نظام کو تم لے کر آئے، تیرے آنے کی جو غرض وغایت تھی اس کو ہم کبھی نہ بھولیں گے۔ ہمیشہ زندہ وقائم رکھیں گے اور جس پرچم کو تم نے بلند کیا ہے اس کو بلند ہی رکھیں گے۔ جس گلشنِ اسلام کو تم نے اپنے خون سے سینچا اور تمہارے نواسے نے اسے اپنا خون دے کر تازہ وشگفتہ رکھا، ہم بھی اسے ہرا ابھرا رکھیں گے اور خزاں کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔ خدا کی قسم آج روح مصطفیٰ راضی ہوجائے اور تم سب کی بخشش کا ساماں ہوجائے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اگر یہ عہد کرلو کہ آج کے بعد ہم اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں گے، اسلامی احکام پر عمل کریں گے۔ نبی پاک جس تعلیم، جس مقصد کو لے کر آئے تھے اس کو اپنا مقصد حیات اور اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں گے اور اس کو اپنائیں گے تو پھر بلاشبہ جنت تمہارے لئے ہے۔ ارے جنت کیا؟ دنیا کیا؟ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

تو مصطفیٰ کا غلام بن کے تو دیکھ۔ جب تک ہم مصطفیٰ کے غلام بن کے رہے، کائنات ہماری غلام رہی۔ جب سے ہم نے مصطفیٰ کی غلامی چھوڑی، غیروں کے غلام بن گئے۔ جو خدا کے سامنے جھکتا ہے، کائنات اُس کے سامنے جھکتی ہے اور جو خدا کے سامنے نہیں جھکتا پھر وہ سب کے سامنے جھکتا ہے۔ جب تم خدا کے بن جاؤ خدا تمہارا۔ تم رسول اللہ کے بن جاؤ، رسول اللہ تمہارے اور جب اللہ ورسول تمہارا تو دونوں جہان تمہارے۔ جو رسول اللہ کے غلام بنے بولو! اُن کی یہ شان ہوئی یا نہ ہوئی؟ حضرت عمر فاروق نے دریائے نیل کو خط لکھا یا نہ لکھا؟ لکھا اور دریا نے کہنا مانا یا نہ مانا؟ مانا۔ کیوں! اس لئے کہ وہ مصطفیٰ کا کہنا مانتے تھے، دریا بھی ان کا کہنا مانتے تھے۔ یہی نہیں۔

مدینہ شریف میں زلزلہ آ گیا، زمین ہلنے لگی۔ حضرت عمر فاروق بیٹھے ہاتھ میں کوڑا تھا زور سے کوڑا مارا، فرمایا کیوں ہلتی ہے؟ کیا میں تجھ پر عدل نہیں کرتا؟ اللہ اللہ! مدینہ کا زلزلہ ختم ہو گیا۔ علماء لکھتے ہیں اس کے بعد آج تک مدینے میں کبھی زلزلہ آیا ہی نہیں۔ سبحان اللہ!

زمین پر بھی حکومت، دریاؤں پر بھی حکومت۔ تیرہ سو میل کے فاصلے پر ایران کے علاقہ 'نہاوند' میں ساریہ گیا ہوا ہے، مقابلہ ہو رہا ہے۔ کفار سے جنگ کرنے کے لئے گیا ہے۔ کوئی وائرلیس نہیں، کوئی ٹیلیفون نہیں۔ ممبر پر کھڑے کھڑے فرماتے ہیں یا ساریۃ الجبل! اور آواز وہاں پہنچتی ہے۔ ساریہ پوزیشن سنبھالتے ہیں، فتح ہو جاتی ہے۔ واپس آتے ہیں، حضرت عبداللہ ابن مسعود جنہوں نے یہ سنا تھا، وقت وغیرہ بھی نوٹ کر لیا تھا۔ کہا ساریہ! اپنے سفر کا کوئی واقعہ سناؤ اور ہو بھی عجیب واقعہ۔ عرض کی حضور! عجیب واقعہ یہ ہے، فلاں تاریخ تھی، جمعہ کا دن تھا، ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ہمارے کانوں میں یہ امیر المومنین کی آواز آئی۔ اچانک یہ آواز آئی۔ ہم نے اس آواز پر عمل کیا، فتح نے ہمارے قدم چوم لئے۔ ساریہ نے کہا نظر میں تو آپ کی ہم ہیں لیکن فتح کا سہرا حضرت فاروق اعظم کے سر ہے، پیشانی پر ہے۔ کبھی غور کیا تو نے؟

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت عمر ایران فتح کرنے کے واسطے بھیجتے ہیں، راستے میں آ گیا دریائے دجلہ۔ ایرانیوں نے دوسری طرف دریا کے مورچے بنا لئے۔ اس وقت مورچے کیا تھے؟ آج کل کی طرح توپیں نہیں تھیں، ٹینک نہیں تھے، بم نہیں تھے۔ گویا دریا کے کنارے پر سب لیٹ پڑے اور کمانوں پر چڑھ گئے کہ مسلمانوں کے پاس بحری بیڑا نہیں ہے۔ جو بھی تیرتا ہوا آگے آئے بس تیر مارتے جاؤ اور ان کی لاشوں کو دریائے دجلہ میں بہاتے جاؤ اور دریائے دجلہ کا پانی ان کے خون سے سرخ کر دو۔ ہزاروں کی تعداد میں جو تھے دریا کے کنارے پر کمانوں پر تیر چڑھا کر لیٹ گئے۔

حضرت سعد جو امیرِ لشکر تھے۔ لشکر سے فرمایا تم جانتے ہو ہمارے پاس کشتیاں نہیں ہیں۔ دریا پار کرنا ہے۔ بولو کیا کریں؟ مسلمان مجاہدوں نے کہا ہم اپنے امیر کا حکم ماننا جانتے ہیں۔ ہم صرف اپنے امیر کا حکم ماننا جانتے ہیں۔ ہمیں حکم دیجئے کشتیاں نہیں ہیں تو کیا آپ حکم دیں ہم دریا میں کود جائیں گے۔ فرمایا میں وہ امیر نہیں ہوں کہ تمہیں کہہ دوں آگے بڑھ جاؤ اور خود پیچھے بیٹھ جاؤں۔

حضرت سعد نے کہا سب سے آگے میں لڑتا ہوں۔ گھوڑا آگے دوڑایا۔ سلمان فارسی دائیں طرف آگئے، بلال حبشی بائیں طرف آگئے۔ یہ تین سوار آگے تھے۔ باقی سب پیادے اور سوار پیچھے تھے۔ حضرت سعد نے کہا یا اللہ! تیرے حضور کے غلام ہیں۔ تیرے نام کا بول بالا کرنے نکلے ہیں۔ تیری راہ میں جہاد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ دریا پار کرنا ہے۔ ہمارے پاس کوئی بحری بیڑہ نہیں ہے۔ اس دریا کو ہمارے لئے مسخر کر دے۔ یہ کہہ کر گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ آگے آگے یہ تین تھے، پیچھے سارا لشکر۔ وہ دریا پر اس طرح دوڑتے چلے آرہے تھے جیسے مال روڈ پر آپ دوڑتے جاتے ہیں۔ قلندر لاہوری ڈاکٹر اقبال جھوم اٹھے اور کہنے لگے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اِدھر یہ پانی کی سطح پر گھوڑے دوڑتے جارہے ہیں۔ اُن کے سُم بھی پانی میں نہیں ڈوبے۔ اُدھر ایران والوں نے دیکھا تو شور مچانے لگے۔ وہ جن آگئے، وہ جن آگئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ آگے آگے ایرانی اور پیچھے پیچھے مسلمان۔ سب فرار ہوگئے اور ملک ایران پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

نہیں نہیں! جس وقت دریا پار کر گئے تو حضرت سعد نے کہا بھائیو! کسی کی کوئی چیز تو نہیں گر گئی دریا میں۔ ایک بوڑھے مجاہد نے کہا حضرت! میرا ایک پیالہ گر گیا ہے تو انہوں نے یہ نہیں کہا۔ بابا! مٹی کا پیالہ کہاں گیا اور اس کا کیا پتہ؟ پانی کی موجیں اور تھپیڑے اس کو کہاں سے کہاں لے کے نکل گئیں؟ چلو چھوڑو اس کو، کوئی قیمتی چیز ہوتی تو اس کی کوشش کی جاتی۔ نہیں نہیں! ڈوب گیا ہوگا۔ دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر کہا اے دریا! ہم میں سے ایک مجاہد کا پیالہ گر گیا ہے، وہ پیالہ دیدے۔ پانی میں ایک بھنور پیدا ہوئی اور کسی غیبی طاقت نے اس پیالے کو باہر پھینک دیا۔ پیالہ چکر کاٹتا ہوا آیا، حضرت سعد نے پیالہ پکڑ کر بوڑھے مجاہد کو دیدیا اور کہا بھائیو! کسی کی اور کوئی چیز گر گئی ہو تو مجھے بتاؤ۔

وہ مجاہد ایسے تھے جو دریاؤں کو مسخر کر دیتے تھے تو میرے دوستو! بات کیا ہے؟ ہم نے حضور کی غلامی چھوڑ دی، بیشتر ہم نے انگریز کی غلامی میں زندگی گذاری۔ ہماری جبلت جداگانہ ہوگئی ہے۔ افسوس ہم لوگ سوچیں ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دین کے بانی تھے۔ رسول کے جانشین بن کر حکومت کرنے والے صدیق اکبر مولوی تھے یا نہیں؟ حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ ارے میاں! یہ سب خود امامت کرتے تھے، نماز پڑھاتے تھے، خطبہ دیتے تھے، عالم بھی تھے۔ وہ ممبر پر آتے تھے تو خطیب ہوتے تھے۔ محراب میں کھڑے ہوتے تھے تو قوم کے امام ہوتے تھے۔ مسند افتاء پر ہوتے تھے تو مفتی ہوتے تھے۔ میدان میں جاتے تو مجاہد ہوتے۔ وہ ہمہ صفت موصوف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تھوڑے سے عرصے میں دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے لیکن آج ہماری ذہنیتیں بدل گئی ہیں۔ یہ انگریز کا چلایا ہوا جادو ہے کہ مسلمان کو اسلام سے دور کر دیا جائے اور علماء کی نفرت ان کے دلوں میں پیدا کر دی جائے تاکہ نہ یہ علماء کے قریب بیٹھیں اور نہ ان کی باتیں سنیں اور نہ اسلام کے پیروکار ہوں اور نہ یہ ترقی کریں کیونکہ دشمن بڑا ہوشیار ہے اور جانتا ہے کہ جب تک مسلمان

اپنے نبی کی تعلیمات پر عمل کرتا رہے گا تو کوئی طاقت اس پر غالب نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شانِ قرآن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حمد وثنا کے بعد مَیں نے آپ حضرات کے سامنے ''سورۂ بقرہ'' کی ابتدائی آیات تلاوت کی ہیں ـــــــ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی صفات بیان فرمائی ہیں جن کے لئے قرآن ہدایت ہے ـــــــ تو مَیں آپ حضرات کے سامنے اُن متقی پرہیزگار لوگوں کی صفات بیان کروں گا جن کے واسطے قرآن ہدایت ہے

آپ حضرات سُن کر اپنے آپ کا جائزہ لیں اور اَپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ وہ صفات آپ کے اَندر ہیں یا نہیں ـــــ اگر موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ سے استقامت مانگیں ـــــ اور اگر موجود نہ ہوں تو ان صفات کو اَپنے اَندر پیدا کرنے کی کوشش کریں ـــــ تا کہ ہمارا شمار اُن لوگوں میں ہو جائے جن کیلئے قرآن کریم ہدایت ہے۔

اور یہ آیات مَیں نے اِس مناسبت سے بھی تلاوت کی ہیں کہ کل قاری صاحب کے مدرسے کا افتتاح ہو رہا ہے تو وہاں بھی اسباق کا افتتاح ہوگا ـــــ تو یہ آیات بھی قرآن پاک کی اِفتتاحی آیات ہیں ـــــ تو یہ مناسبت بھی ہے ـــــ قرآن پاک کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

دوسری بات یہ ہے ـــــ کہ میرے متعلق میرے کرم فرماؤں نے جو کچھ فَرمایا ہے ـــــ کہ ''قائدِ اہلسنّت'' ہوں یا ''امیرِ اہلسنّت'' ہوں ـــــ تو آپ جانتے ہیں کہ قائدِ اہلِ سُنّت تو کوئی اور ہی ہے ـــــ نہ مَیں قائدِ اہلِ سُنّت ہُوں ـــــ نہ امیرِ اہلِ سُنّت ـــــ میں تو ''خادمِ اہلِ سُنّت'' ہوں'' ـــــ اور اسی پر مجھے فخر اور ناز ہے ـــــ اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہلِ سُنّت و جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ آپ کو معلوم ہے کہ میرا مسلک شروع سے ہی یہ رہا ہے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

آج تک بَد مذہبوں سے رابطہ نہیں کیا ـــــ نہ تعلق رکھا ہے اور نہ رکھنا ہے ـــــ بس جس کا کھاتے ہیں اُسی کے گیت بھی گائیں گے ـــــ اور اُسی کے غلام سے ہماری محبت ہے اُور انہی کی خدمت پر ہمیں فخر ہے ـــــ بہر صورت آپ حضرات بڑے سکون واطمینان سے تشریف رکھیں اور خاموشی کے ساتھ سُنیں!

اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے ـــــ الٓمّٓ ـــــ اِس کا معنیٰ اور مطلب

ومفہوم حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ جانتا ہے ——— اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اس کے رسُول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جانتے ہیں ——— یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول کے درمیان یہ اسرار ورموز ہیں ——— جن کی خبر کسی شخص کو نہیں دی گئی ———

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ———

"یہ وہی کتاب ہے جس میں کوئی شک وشُبہ نہیں ہے" ——— 'ذٰلِكَ' اسمِ اشارہ ہے جو بعید کے لئے آتا ہے ——— حالانکہ قرآن کریم تو ہمارے پاس موجود ہے ——— ہم سے قریب ہے، بعید نہیں ہے ——— تو اللہ تعالیٰ نے بعید کا اِسم اشارہ کیوں استعمال فرمایا؟ ——— اسم اِشارہ جو قریب کیلئے آتا ہے وہ کیوں نہیں فرمایا؟

——— تو علمائے کرام نے بڑی توضیح فرمائی ہے کہ ——— ذٰلِكَ اس لئے فرمایا گیا کہ اگر چہ قرآن کریم ظاہری طور پر ہمارے قریب ہے لیکن درجے اور مرتبے اور اپنے حقیقی مفہوم کے لحاظ سے بہت بلند ہے ——— ہمارے ذہنوں سے بھی وریٰ ہے ——— اس لئے ذٰلِكَ اِسم اشارہ بعید کا استعمال کیا گیا ہے ——— لیکن اس سلسلے میں مَیں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ ——— صاحبِ تفسیر حُسینی حضرت مُلّا حُسین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ بڑے کامل واکمل بزرگ ہُوئے ہیں اور سلسلہ نقشبندیہ مجدّدیہ میں خواجہ عبید اللہ احرار کے خلیفہ ہیں ——— اُنہوں نے ایک قول بیان فرمایا ——— وہ بہت ہی دل کو بھاتا ہے ——— اور وہ سمجھنے کے لئے بڑا آسان ہے ——— فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہُودیوں اور عیسائیوں یعنی اہلِ کتاب کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔

یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر توراۃ، انجیل اور زبُور میں تھا ——— یہ وہ کتاب ہے جس کا ذکر پہلی کتابوں اور صحیفوں میں تھا ——— تو جب تم ان کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہو تو بتاؤ! ——— کیا ان کتابوں اور صحیفوں میں یہ ذکر نہیں آیا کہ پیغمبر آخر الزّماں ﷺ پر کتاب اُترے گی؟ ——— نبی آخر الزّماں ﷺ

پر کامل اکمل کتاب اُترے گی ـــــــ یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے ـــــــ تو اگر تم پہلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس کتاب کا انکار کیوں کرتے ہو؟ ـــــــ اس کتاب پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو؟ ـــــــ اور یہ بڑا سیدھا سادہ مفہوم ہے جس کو ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ـــــــ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں" ـــــــ جس کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے ـــــــ کہ خدائے تعالیٰ نبی آخر الزماں حضرت سیّد الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر کامل و اکمل کتاب اُتارے گا ـــــــ تو تم کیوں نہیں مانتے؟ ـــــــ اس کا انکار کر کے گویا تم اپنی کتابوں کا بھی انکار کر رہے ہو۔

جب ان کتابوں میں اس کتاب کا ذکر موجود ہے ـــــــ تو پھر اس کتاب کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ہو؟ ـــــــ تا کہ تمہاری اپنی کتابوں کی بھی تصدیق ہو جائے ـــــــ اس کتاب کا انکار کر کے گویا تم اپنی کتابوں کا بھی انکار کر رہے ہو ـــــــ اور اُن کتابوں کو جھٹلا رہے ہو ـــــــ تو فرمایا ـــــــ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ـــــــ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے" ـــــــ قرآن کے شروع میں ـــــــ قرآن کے سرورق پر ـــــــ بلکہ یوں کہیے کہ قرآن کے دروازے پر لگا دیا ہے کہ ـــــــ اَے قرآن پڑھنے والو! ـــــــ اے قرآن سُننے والو! ـــــــ اِس قرآن کو پڑھنے اور سُننے سے پہلے ـــــــ یہ جان لو اور مان لو کہ ـــــــ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی بھی شک وشبہ نہیں ہے ـــــــ دیکھیے!

مکّے کے کافروں نے کہا کہ ـــــــ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے ـــــــ یہ حضرت محمد (ﷺ) کا اَپنا کلام ہے ـــــــ جس طرح شعراء اپنے گھر بیٹھ کر کچھ الفاظ کو ترتیب دے کر شعر بنا لیتے ہیں ـــــــ اِسی طرح حضرت محمد (ﷺ) بھی الفاظ

کو، کلمات کو جوڑتے رہتے ہیں ـــــ اور جوڑ جوڑ کر آیت بنا لیتے ہیں ـــــ
اور ہمارے سامنے کہتے ہیں کہ ـــــ یہ اللہ کا کلام ہے ـــــ تو یہ اللہ کا کلام
نہیں ـــــ یہ (حضرت) محمد (ﷺ) کا کلام ہے ـــــ کافروں نے قرآن
کو شعر کہا ـــــ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو شاعر کہا ـــــ حضور کو شاعر
قرار دیا اور قرآن کو شعر کہا ـــــ تو اللہ تعالیٰ نے آیت اُتاری۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا
عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ـــــ ''اے کافرو! اگر تم اِس کلام کے
بارے میں جس کو ہم نے اپنے عبد مقدس پر اُتارا ہے کسی شک وشُبہ میں ہو اور اس کو اللہ کا
کلام نہیں مانتے اور حضرت محمد ﷺ کا کلام قرار دیتے ہو تو پھر ایسا کرو'' ـــــ
فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ـــــ ''تو تم بھی اسی قرآن کی مثل ایک صورت بنا کر
لے آؤ'' ـــــ اگر وہ اپنے گھر بیٹھ کر آیات بنا سکتے ہیں ـــــ تو تم بھی بنا
سکتے ہو ـــــ ان کی زبان بھی عربی ہے ـــــ اور تمہاری زبان بھی عربی ہے۔

تمہیں ہم یہ بھی اجازت دیتے ہیں کہ ـــــ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ـــــ ''تم اللہ کو چھوڑ کر دُنیا بھر کے شاعروں
اور فصیحوں کو جمع کر لو اور اپنی مدد کے لئے دنیا بھر کے شعراء جمع کر لو اور سب کے سب مل کر
قرآن کی مثل ایک سُورت لے آؤ'' ـــــ ''اگر تم اپنے گمان اور خیال میں سچے ہو
تو لاؤ'' ـــــ آگے اللہ تعالیٰ نے پیشین گوئی فرمائی ـــــ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا
ـــــ ''پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو'' ـــــ وَلَنْ تَفْعَلُوْا ـــــ ''اور ہم
کہہ دیتے ہے کہ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے'' ـــــ اس قرآن کی مثل کوئی سُورۃ بنا کے
نہیں لا سکو گے تو ـــــ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ـــــ ''تو ڈرو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر
ہوں گے اور جو منکروں کے واسطے تیار کی گئی ہے''

میرے دوستو اور بزرگو! ــــــ اللہ کا یہ چیلنج قرآن کریم میں اُس وقت سے موجود ہے جس وقت قرآن پاک نازل ہوا ــــــ اور دُنیا کی ہر زبان میں قرآن کا تقریباً ترجمہ ہو چکا ہے ــــــ اور دُنیا کی تمام لائبریریوں، تمام ملکوں میں یہ قرآن کریم موجود ہے ــــــ مگر آج تک کسی کو اتنی جُرأت اور ہمت نہیں ہوئی کہ قرآن کی مثل کوئی سُورۃ بنا کر پیش کر سکے ــــــ ثابت ہوا یہ قرآن اپنے دعوے کی خود دلیل ہے ــــــ قرآن کلامِ الٰہی ہونے کی خود دلیل ہے ــــــ کیونکہ بے مثل کا کلام بھی بے مثل ہے ــــــ زندہ کا کلام بھی زندہ ہے ــــــ قدیم کا کلام بھی قدیم ہے ــــــ یہ قرآن جب بھی پڑھنے والا صحیح طور پر پڑھے تو سُننے والے پر آج بھی کیفیت اور رِقّت طاری ہوتی ہے ــــــ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی اُتر رہا ہے ــــــ کیونکہ زندہ کلام بھی ہر وقت زندہ ہے ــــــ تو قرآن کے شروع میں فرمایا ــــــ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔"

ایک بات اور بھی عرض کروں ــــــ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اور اللہ تعالےٰ نے ہی اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے ــــــ فرمایا ــــــ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ــــــ "اس ذکر مبارک کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی حفاظت فرمانے والے ہیں" ــــــ اور دوسری جگہ فرمایا ــــــ وَتَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ــــــ "اے حبیب! تیرے رَب کے کلمے پورے ہو گئے صِدق اور عدل کے ساتھ، اب اللہ کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

اِن آیات کو سامنے رکھیں اور ایک بات سُنیں ــــــ شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ــــــ صحابہ کرام نے قرآن پاک میں تبدیلیاں کر دی ہیں ــــــ قرآن میں چالیس پارے تھے ــــــ اور دَس پارے اُنہوں نے چھپا لئے ــــــ اُن دس پاروں میں اہل بیت اَطہار کی شان تھی، فضائل تھے ــــــ وہ اسی قسم کی باتیں

کرتے ہیں ـــــــ اور کہتے ہیں کہ ـــــــ تیس پارے جو ہیں اُن میں بھی اُنہوں نے معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! تبدیلیاں کردی ہیں۔

اِسی واسطے شیعہ حضرات صحیح طور پر قرآن پاک کو نہیں مانتے ـــــــ اگر وہ کہتے ہیں کہ جی! ہم مانتے ہیں ـــــــ تو تقیہ کرتے ہیں ـــــــ کیونکہ ان کے مذہب میں تقیہ سب سے بڑی عبادت ہے ـــــــ چنانچہ مَیں آپ کو بتاتا ہُوں ـــــــ ''اصول کافی'' جو ان کے مذہب کی سب سے مُعتبر کتاب ہے ـــــــ اس میں لکھا ہے ـــــــ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَہٗ ''جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دِین ہی نہیں، وہ بے دِین ہے'' ـــــــ تو اُنہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ـــــــ اسلام کے ارکان میں اگر اس کو درج کر دیا جائے تو ایک حصّہ ثواب تمام ارکان میں ہوگا ـــــــ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ یہ جتنی عبادتیں ہیں ان میں ایک حصّہ ثواب ہے ـــــــ اور نُو حصّے ثواب تقیّے میں ہے ـــــــ اور تقیہ کیا ہے؟ ـــــــ جھوٹ بولنا ـــــــ تقیہ کس کو کہتے ہیں؟ ـــــــ جھوٹ بولنے کو ـــــــ۔ اُن کے نزدیک جھوٹ بولنا اتنا ثواب ہے۔

جب وہ سُنّیوں کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں ـــــــ جی! ہم قرآن کو مانتے ہیں ـــــــ تو یہ بات تقیۃً کہتے ہیں ـــــــ حقیقتاً وہ قرآن کو نہیں مانتے ـــــــ کیونکہ جو قرآن کو ماننے والا ہو وہ صحابہ کرام کا مخالف ہو ہی نہیں سکتا ـــــــ کیونکہ قرآن میں تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے ہیں ـــــــ شان بیان کی ہے ـــــــ اور وہ معاذ اللہ! ـــــــ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں ـــــــ اور ان کو مسلمان بھی نہیں مانتے ـــــــ تو حقیقت میں ان کا قرآن پر ایمان نہیں ہے ـــــــ مجھے بات یہ کرنی ہے کہ وہ کہتے ہیں ـــــــ قرآن میں تبدیلیاں ہو گئیں ـــــــ قرآن میں کمی ہو گئی ـــــــ چالیس پارے تھے لیکن تیس رہ گئے ـــــــ دس پارے چُرا لئے گئے ـــــــ تو ان کی یہ بات سَراسَر غلط ہے

اور ان کا حملہ صرف صحابہ کرام پر نہیں ـــــــ بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہے ـــــــ
کیسے اللہ نے اعلان فرمایا کہ ہم اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں ـــــــ تو اگر
یہ کہا جائے کہ دس پارے چوری ہو گئے ـــــــ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے
حفاظت نہیں فرمائی ـــــــ اللہ نے جو اعلان کیا تھا کہ اللہ حفاظت کرے گا
ـــــــ تو اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ـــــــ معاذ اللہ!
ـــــــ میں ایک بات عرض کروں ـــــــ چوری اُس وقت ہوتی ہے جب
حفاظت کرنے والے میں چند باتیں پائی جائیں ـــــــ ایک تو یہ کہ حفاظت کرنے
والا سو جائے ـــــــ غافل ہو جائے ـــــــ تو چور اس کی غفلت سے فائدہ
اٹھا کر چوری کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ـــــــ دوسرا یہ کہ حفاظت کرنے والا کہیں
غیر حاضر ہو جائے، کہیں چلا جائے ـــــــ اور چور اس کی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا
کر چوری کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

تیسرا یہ کہ حفاظت کرنے والا کمزور ہو اور چوری کرنے والا طاقتور ـــــــ
اور وہ محافظ کو آ کر ڈانٹے کہ ـــــــ خبردار! اگر تُو بولا تو تیری جان نکال دُوں گا
ـــــــ تو وہ کمزور محافظ کہے کہ مَیں نہیں بولوں گا جو مرضی میں آئے کر لو ـــــــ تو
چور محافظ کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا ـــــــ اور
چوتھی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ محافظ چوری کرنے والے کے ساتھ مل جائے ـــــــ یہ
چار صُورتیں ہوں تو چوری ہو سکتی ہے ـــــــ ورنہ چوری کرنے والا ہرگز ہرگز کامیاب
نہیں ہو سکتا ـــــــ یہ سمجھنے سمجھانے کے لئے بات کرتا ہُوں ـــــــ ورنہ کہاں یہ
الفاظ ـــــــ اور کہاں اللہ تعالیٰ کی ذات! ـــــــ میرے دوستو اور بزرگو!
ـــــــ یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ کبھی غافل ہو سکتا ہے؟ ـــــــ کبھی سوتا ہے؟
ـــــــ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ـــــــ ''اس کو نیند اور اُونگھ نہیں پکڑتی''
ـــــــ وہ نیند اور اُونگھ سے پاک ہے ـــــــ اور وہ کبھی غیر حاضر بھی نہیں ہوتا

وہ ہر چیز پر ہر وقت موجود ـــــ وہ غیر حاضر ہونے سے بھی پاک ہے ـــــ
ہے، شہید ہے ـــــ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ـــــ ''وہ ہر شئے
پر ہر وقت موجود ہے، شہید ہے'' ـــــ کبھی وہ غیر حاضر نہیں ہوسکتا ـــــ
غیر حاضر ہونے سے پاک ہے ـــــ وہ سب سے بڑھ کر طاقت والا ہے ـــــ
اُس سے بڑھ کر طاقت والا کوئی نہیں۔

اور چوتھی بات کہ دشمنوں سے مل جائے ـــــ یہ تو ان لوگوں کے کام ہیں جو غدّار ہوتے ہیں ـــــ جو مفاد پرست ہوتے ہیں ـــــ تو خدا تعالیٰ کے متعلق کوئی مومن ایسا سوچ بھی نہیں سکتا ـــــ تو جب خدا نے اعلان فرمایا کہ ''مَیں اس کتاب قرآن پاک کی حفاظت کا ذمّہ لیتا ہُوں'' ـــــ تو پھر اگر کوئی کہتا ہے کہ اس میں چوری ووری ہوگئی ـــــ تو اس کا مطلب کہ وہ خدا پر الزام لگا رہا ہے کہ ـــــ خدا تعالیٰ حفاظت نہ کرسکا ـــــ اور جو اعلان فرمایا تھا اُس اعلان کے مطابق اللہ نے نہیں کیا۔

یہ حملہ صحابہ کرام پر نہیں ـــــ بلکہ دَرپردہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے ـــــ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ـــــ ''اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا'' ـــــ اور یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو تبدیل کردیا گیا ہے ـــــ اس میں کچھ تبدیلیاں ہوگئی ہیں ـــــ ان کا یہ کہنا اللہ کے فرمان کے خلاف ہے ـــــ اگر ان کی بات مانی جائے تو اللہ کی بات غلط ہے ـــــ اور اللہ غلط کہہ نہیں سکتا ـــــ لہٰذا ان کی بات غلط ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے ـــــ ایک قرآن پاک ـــــ دوسرا حضور نبی کریم کی ذات ـــــ تیسرا بیت اللہ شریف ـــــ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ـــــ
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجرات) ـــــ ''اس ذکر کو ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اللہ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ــــــ اور اس کی حفاظت کا ادنیٰ کرشمہ مَیں آپکو بتا دُوں ــــــ آپ ایک قرآن کراچی کا چھپا ہوا لے لیں ــــــ اور ایک ملتان، لاہور، افغانستان، راولپنڈی کے چھپے ہُوئے یا ایران کے چھپے ہوئے ــــــ عراق کے، شام کے، فلسطین کے، عرب کے، ساری دنیا کے چھپے ہوئے قرآن پاک کے مختلف نسخے ــــــ مختلف مُلکوں کے مختلف نسخے جمع کر کے ــــــ آپ دیکھیں ان تمام نسخوں میں ــــــ "اَلْحَمْدُ" کی "الف" سے لیکر "وَالنَّاس" کی "س" تک ایک لفظ کا فرق نہیں ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا اَدنیٰ کرشمہ ہے ــــــ دوسری بات یہ ہے کہ دَس دَس بارہ بارہ سال کے لڑکے قرآن کے حافظ ہیں ــــــ اور ہر سال اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا کرشمہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ــــــ اِس گئے گذرے دُور میں بھی لاکھوں قرآن کے حافظ ہیں ــــــ جو ہر سال قرآن کریم سُنا کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے جلوے دکھاتے ہیں۔

انگیزوں نے، دِین کے دُشمنوں نے جب یہ دیکھا کہ جگہ جگہ قُرآن کے حافظ منزل سُنا رہے ہیں ــــــ تو اُنہوں نے اعتراف کیا کہ ــــــ اِس کتاب کو، اِس قرآن کو کوئی دُنیا میں مٹا نہیں سکتا ــــــ کوئی ختم نہیں کر سکتا ــــــ اگر چھاپے خانوں پر پابندیاں لگا دی جائیں گی ــــــ کاغذ نہیں دیا جائے گا ــــــ چھاپنا بند کر دیا جائے گا ــــــ تو یہ چیزیں تو ہو سکتی ہیں مگر دِلوں سے قرآن پاک کو کون نکال سکتا ہے؟

یہاں تو لاکھوں حافظ موجود ہیں ــــــ یہ چیز سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے ــــــ اور چلی جائے گی ــــــ اِس کو کوئی ختم نہیں کر سکتا ــــــ اور یہ مَیں آپ کو بتا دُوں کہ ــــــ سِوائے قرآن پاک کے کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو اس طرح حفظ کیا جا سکے ــــــ اور اس طرح سُنایا جا سکے ــــــ اصل میں یہ

اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا کرشمہ ہے ـــــ اور یہ بھی دیکھئے جو لوگ اس قرآن کے دشمن ہیں ـــــ اور اس قرآن کے متعلق کہتے ہیں کہ ـــــ اِس میں گڑ بڑ ہو گئی ہے ـــــ ان میں کوئی حافظ بھی نہیں ہوتا ـــــ یہ الگ بات ہے کہ وہ بعض لوگوں کو حافظ کہتے ہیں ـــــ لیکن حقیقت میں کوئی ان میں حافظ نہیں ہوتا ـــــ یہ تجربہ بارہا کیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ سیالکوٹ میں یہ بات ہوئی ـــــ تو اُنہوں نے ایک سُنّی حافظ کو ہزاروں روپیہ دیکر تیار کرلیا ـــــ اور اس سے کہا تم کہہ دینا کہ ـــــ میں شیعہ ہوں ـــــ چنانچہ جب وہ حافظ آیا تو قطبِ وقت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سامنے بٹھا کر کہا کہ ـــــ تُو سُنّی ہے کہ شیعہ ہے؟ ـــــ اُس نے کہا ـــــ مَیں شیعہ ہوں ـــــ آپ نے فرمایا ـــــ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے ـــــ وہ صحابہ کرام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں ـــــ وہ قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں ـــــ کیا تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے؟ ـــــ اس نے کہا ـــــ جی ہاں! میرا بھی یہی عقیدہ ہے ـــــ یعنی پیسے کی خاطر معاذ اللہ! اس نے صحابہ کرام کو جس طرح وہ کہتے ہیں اسی طرح کہہ دیا ـــــ جب اُس نے کہہ دیا تو حضرت صاحب کو جلال آیا ـــــ آپ نے فرمایا ـــــ فلاں پارہ سُناؤ! ـــــ وہ حافظ قرآن پاک ہی بھول گیا ـــــ سُنا ہی نہیں سکا۔

اُن میں کوئی حافظ ہوتا ہی نہیں ـــــ اُن کے سینوں میں قرآن جاتا ہی نہیں ـــــ بھلا کیوں نہیں جاتا؟ ـــــ ذرا سوچو! ـــــ قرآن کو کیا ضرورت ہے کہ ہر تین مہینے بعد مار کھائے ـــــ قرآن کیا مار کھانے کے لئے آیا ہے؟ ـــــ وہاں تو ہر وقت مُکّے چلتے ہیں ـــــ اب تو چھریاں بھی چلنے لگ گئی ہیں ـــــ تو قرآن کو کیا ضرورت ہے مار کھائے ـــــ اس لئے قرآن ان

کے سینوں میں جاتا ہی نہیں ـــــــ کیونکہ قرآن دُنیا میں مار کھانے نہیں آیا ـــــــ اللہ اکبر! قرآن اُن کے سینوں میں نہیں جاتا اور دیکھو قدرت کا انتظام دیکھو۔

لوگ تو کہتے ہیں کہ ـــــــ یہ اہل بَیت کی محبت میں پیٹتے ہیں ـــــــ اہل بیت کی محبت کا یہ جلال نہیں ہے کہ ـــــــ سینے پر مکّے پڑیں ـــــــ جن سینوں میں اہل بَیت کی محبت ہے بھلا ان کو یہ سزا ملتی ہے؟ ـــــــ نہیں! نہیں! ـــــــ اصل میں یہ سزا ملتی ہے صحابہ کرام کی توہین کرنے کی وجہ سے ـــــــ کیونکہ ان کے سینوں میں صحابہ کرام کا بُغض بھرا ہوا ہے ـــــــ اس واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــــ اگر کوئی اور مارے گا تو اسے پولیس والے پکڑ کر لے جائیں گے ـــــــ اس لئے اپنے آپ کو خود ہی مارو تا کہ تمہیں سزا بھی ملتی رہے اور کوئی پکڑا بھی نہ جائے ـــــــ اور جتنا بُغض زیادہ ہوتا ہے اُتنی سزا بھی بڑھتی جاتی ہے ـــــــ اصل میں ان کو سزا ملتی ہے بُغض صحابہ کی وجہ سے۔

وہ لوگ کہتے ہیں کہ ـــــــ جو اصل قرآن ہے ناں ـــــــ اصل قرآن، صحیح قرآن ـــــــ اس کے چالیس پارے تھے ـــــــ اور وہ ستّر گز لمبا تھا ـــــــ مَیں کسی پر الزام نہیں لگا رہا ـــــــ ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اصل قرآن ستّر گز لمبا تھا ـــــــ اور امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ جو بارہویں امام ہیں ـــــــ وہ اس قُرآن کو لیکر ایک غار ہے ـــــــ جس کا نام ہے "سُرمِن" اُس میں چھپے ہوئے ہیں ـــــــ قیامت کے قریب وہ اصل قرآن لے کر آئیں گے ـــــــ اس کا مطلب ہے کہ یہ زمانہ اصل قرآن سے خالی ہے ـــــــ محروم ہے ـــــــ اصل قرآن تو امام صاحب لیکر چھپے ہوئے ہیں ـــــــ اور مَیں نے ایک شیعہ دوست سے سوال کیا کہ ـــــــ بتاؤ جب امام صاحب وہ قرآن لیکر آئیں گے جو ستّر گز لمبا ہے تو اُس کو رکھو گے کونسے کمرے میں؟ ـــــــ کیونکہ وہ ستّر فٹ نہیں ستّر گز لمبا ہے ـــــــ اور ستّر گز کے آپ بناؤ فٹ ـــــــ تو دوستو! اتنے فٹ تو وہ لمبا ہو گیا

ـــــــ تو اتنا قرآن اگر رکھو گے تو دوستو! ـــــــ اس کے سائیڈ میں سے دو تین فٹ خالی بھی ہونا چاہیے ـــــــ ورنہ آدمی گذرے گا کیسے؟ ـــــــ قرآن کے اُوپر سے گذرے گا تو قرآن کی توہین ہو جائے گی ـــــــ دو تین فٹ اُدھر راستہ ہونا چاہیے تو دو تین فٹ اِدھر ہونا چاہیے ـــــــ تو ایک سَو بیس فٹ کا کمرہ کدھر سے لاؤ گے؟ ـــــــ کراچی میں تو پہلے ہی مکان نہیں ملتے تو اس قرآن کو کہاں رکھو گے؟ ـــــــ جو سَتّر گز لمبا اور اُونٹ کی ران جتنا موٹا ہے ـــــــ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ـــــــ یہ سب مَن گھڑت باتیں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ـــــــ ایک یہُودی عبداللہ بن سَبا یہُودیوں کا سرغنہ تھا ـــــــ جب سَیّدنا عُمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مُلک شام اور بیت المقدس تک سارا علاقہ فتح کرلیا ـــــــ تو یہُودیوں کو بڑا دُکھ ہوا ـــــــ اور یہُودیوں کا ایک ٹولہ منافقانہ طور پر مُسلمان ہو گیا ـــــــ اس ٹولے کا سرغنہ تھا "عبداللہ بن سبا یہُودی" ـــــــ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ـــــــ ہم طاقت کے لحاظ سے تو مسلمانوں سے بدلہ نہیں لے سکتے ـــــــ اور مقابلہ بھی نہیں کرسکتے ـــــــ مسلمانوں کو بڑی قوت اور بڑی شان و شوکت حاصل ہے ـــــــ آؤ منافقانہ طور مسلمان ہو کر ان میں داخل ہو جائیں ـــــــ ان میں ایسی ایسی باتیں پیدا کردیں کہ یہ آپس میں ہمیشہ لڑتے ہی رہیں ـــــــ ان کا اتحاد ختم ہو جائے ـــــــ ان کی فتوحات کا سلسلہ ختم ہو جائے ـــــــ چنانچہ وہ ٹولہ جو ہزاروں کی تعداد میں تھا وہ منافقانہ طور پر مسلمان ہو گیا ـــــــ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ـــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ـــــــ کربلا کے واقعات ـــــــ اِن سب میں دَرپردہ اسی ٹولے کا ہاتھ ہے ـــــــ ساری شرارت اسی ٹولے کی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہُوئی تو مسلمانوں میں تلوار چلنا شروع ہو گئی ـــــــ اور اَیسی تلوار چلی کہ آج تک سلسلہ جاری ہے ـــــــ اور مسلمان ایک

پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہو سکے ـــــ ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ـــــ بھئی !توریت، انجیل، زبُور ـــــ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں ـــــ یہ بھی تو آسمانی کتابیں تھیں ـــــ ان کے اندر تبدیلیاں ہُوئیں یا نہیں ہوئیں؟ ـــــ وہ کہتے ہیں ـــــ اگر توریت، زبُور وانجیل میں تبدیلیاں ہوسکتی ہیں تو وہ بھی تو آسمانی کتابیں تھیں۔

وہ بھی اللہ کی کتابیں تھیں ـــــ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے ـــــ تو اس کا جواب مَیں عرض کرتاہُوں ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ ـــــ پہلی کتابو ں کی حفاظت کا ذمّہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تھا ـــــ ان کتابوں کی حفاظت کا ذمّہ ان کو سونپا تھا جو ان قوموں کے علماء تھے ـــــ مثلاً انجیل کی ذمّہ داری سَونپی تھی پادریوں کو ـــــ توریت کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی تھی یہودیوں کے راہبوں کو ـــــ یہ کہاں لکھا ہے؟ ـــــ قرآن میں ـــــ اللہ نے کتابوں کا محافظ ان کو بنایا تھا ـــــ یہ ان کا امتحان تھا ـــــ تو ہوا کیا؟ ـــــ جن کو اللہ تعالیٰ نے محافظ بنایا تھا وہی چور بن گئے ـــــ اُنہوں نے پیسے لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدلنا شروع کردیا ـــــ اللہ تعالیٰ نے آیت اُتاری ـــــ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ـــــ ”دنیا کے تھوڑے داموں کے عِوض قرآنی آیات کو نہ بدلو“ ـــــ تم پیسے لے کر اللہ کے حکم کو بیچ دیتے ہو ـــــ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنادیتے ہو ـــــ تو پہلی کتابوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے اُن لوگوں کو سَونپا تھا جو علماء تھے۔

جن قوموں کی طرف کتابیں اُتری تھیں اُن قوموں کے علماء کو اللہ نے محافظ بنایا ـــــ تو جن کو اللہ نے محافظ بنایا تھا وہی چور بن گئے ـــــ تو آپ حضرات سمجھ گئے کہ پہلی کتابوں میں جو تبدیلیاں ہوئیں وہ کیوں ہُوئیں؟ ـــــ اس لئے کہ ان کی حفاظت کا ذمّہ اللہ نے نہیں لیا ـــــ قرآن مجید میں تبدیلی اس لئے نہیں ہوسکتی کیونکہ

اسکی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ـــــ اور اس میں حکمت کیا ہے؟ ـــــ آؤ میں بتاؤں۔

پہلی کتابوں میں جو تبدیلیاں ہُوئیں قرآن نے آ کر ان کو کھول کھول کر بیان کر دیا ـــــ جو جو تبدیلیاں اُنہوں نے کیں قرآن نے آ کر ـــــ اور نبی کریم ﷺ نے آ کر وہ بیان کر دیں، بتا دیا ـــــ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ ''جو کچھ کتابوں میں تم چھپاتے تھے وہ میرے رسُول نے آ کر کھول کر بیان کر دیا'' ـــــ غور کرنا پہلی کتابوں میں جو تبدیلیاں ہوئی تھیں وہ قرآن نے اور صاحب قرآن نے آ کر بتا دیں ـــــ تو اگر قرآن میں بھی تبدیلی ہوتی تو ـــــ نہ دوسرے قرآن کو آنا تھا ـــــ نہ کسی رسُول کو آنا تھا ـــــ اس میں اگر تبدیلی ہوتی تو کون آ کر بتاتا؟ ـــــ فرمایا پیارے! ـــــ چونکہ قرآن کے بعد کسی کتاب کو اور کسی رسُول کو نازل نہیں ہونا ـــــ جس طرح تیری نبوّت کا فیض قیامت تک جاری رہے گا ـــــ تیرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ـــــ اسی طرح قرآن کی ہدایت بھی قیامت تک جاری رہے گی ـــــ اس لئے اس کی حفاظت کا ذمّہ خود لیتا ہُوں ـــــ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمّہ خود لیا ـــــ کیونکہ اس کے بعد کسی کتاب اور کسی رسُول کو نہیں آنا تھا جو آ کر ظاہر کرتا۔

آپ حضرات سمجھ گئے کہ پہلی کتابوں میں تبدیلیاں کیوں ہو گئی تھیں؟ ـــــ اور قرآن میں تبدیلی کیوں نہیں ہو سکتی؟ ـــــ بس موٹی بات یہ ہے کہ ـــــ پہلی کتابوں کی حفاظت کا ذمّہ اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لیا تھا ـــــ اِس کتاب کی حفاظت کا ذمّہ اللہ نے خود لیا ہے ـــــ اس لئے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ـــــ کمی بیشی نہیں ہو سکتی ـــــ فرمایا ـــــ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ـــــ ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں'' ـــــ اور دوسری ایک قرآن کی حفاظت کا ذمّہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیا

کون سی چیز ہے؟ ـــــ نبی کریم ﷺ کی ذات پاک ـــــ کافر حضور ﷺ کوقتل کرنے کے منصوبے بناتے تھے ـــــ اللہ نے آیت اُتاری ـــــ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

ـــــ ''کفار ارادہ کرتے رہتے ہیں کہ مُنہ سے اللہ کے نُور کو بجھا دیں۔ اللہ اَپنے نُور کو پُورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو بُرا لگے'' ـــــ دیکھو! کافر منصوبے بناتے تھے ـــــ قتل کرنے کے ارادے کرتے تھے ـــــ کئی مرتبہ اُنہوں نے منصوبے بنائے کئی طرح کے ـــــ شروع شروع میں جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام رات کو سوتے تھے ـــــ تو صحابہ کرام ننگی تلواریں لے کر مکان کے اِردگرد کھڑے رہتے تھے اور پہرہ دیتے تھے ـــــ آخر اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ لیا ـــــ اللہ نے فرمایا ـــــ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ـــــ ''اَے میرے حبیب! اَللہ لوگوں سے تمہاری جان کو بچائے گا'' ـــــ تیری جان کا محافظ مَیں ہُوں ـــــ یہ کافر تمہیں قتل نہیں کر سکتے ـــــ یہ کافر تمہیں مار نہیں سکتے ـــــ مَیں تمہاری جان کا محافظ ہُوں ـــــ اور لوگوں سے بچاؤں گا۔

جب یہ آیت اُتری تو حضور ﷺ نے اُن محافظ صحابہ کرام سے کہا ـــــ جاؤ! اپنے گھروں میں آرام کرو ـــــ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ـــــ حضور ﷺ نے اُنہیں ہٹا دیا ـــــ تو پھر دیکھو کافروں نے کتنے منصوبے بنائے؟ ـــــ مگر اُن کا کوئی بھی منصوبہ کامیاب نہیں ہوا ـــــ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔

تیسری چیز ہے بیت اللہ شریف ـــــ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو قیامت تک پیدا ہونے والے لوگوں کے واسطے ہدایت کا سرچشمہ بنایا ـــــ فرمایا ـــــ

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ

ـــــ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ ـــــ ''وہ پہلا گھر'' ـــــ وُضِعَ لِلنَّاسِ

''وہی ــــــ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ ــــــ ''بنایا گیا لوگوں کے واسطے'' ــــــ
جو مکے میں ہے'' ــــــ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ ــــــ ''وہ گھر بڑی
برکت والا ہے اور سارے جہان کے لوگوں کے واسطے ہدایت کا سرچشمہ ہے'' ــــــ
دیکھو قرآن کی شان ہے ذِکْرًا لِّلْعَالَمِیْنَ ــــــ اور نصیحت ہے سارے جہان
کے لوگوں کے واسطے ــــــ اور نبی کریم ﷺ ــــــ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَۃً
لِّلْعَالَمِیْنَ ــــــ حضور ﷺ سارے جہانوں کے واسطے، عالمین کے واسطے رحمت ہیں
ــــــ اور بیت اللہ شریف ــــــ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ ــــــ
برکت والا ہے اور جہان کے واسطے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

دیکھو! ــــــ اگر بیت اللہ شریف کو کوئی ڈھا دیتا ــــــ کوئی ختم کر دیتا
ــــــ تو پھر بعد میں آنے والے لوگوں کے واسطے وہ ہدایت کا سرچشمہ کیسے ہوتا؟ ــــــ
اس کو کوئی ختم کر دیتا تو بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے ہدایت کیسے ہوتا؟ ــــــ
اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ بنا دیا ــــــ سارے جہان کے لوگوں
کے واسطے ہدایت کا سرچشمہ بنایا ــــــ تو اب ضروری تھا کہ سارے جہان کے
لوگوں کے واسطے ہدایت کا سرچشمہ رہے ــــــ اور اُس کا وجود رہے ــــــ
تاکہ ہر دَور کے لوگ اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں ــــــ اور اُس کی ہدایت سے مالا مال
ہو سکیں ــــــ تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا۔

آپ جانتے ہیں کہ ــــــ جب اَبرہہ بیت اللہ شریف کو ڈھانے آیا تھا
ــــــ اُس کے ساتھ ساٹھ ہزار اور بعض نے لکھا ایک لاکھ فوج تھی ــــــ اور
بارہ ہاتھی تھے، مست ہاتھی ــــــ ایسے ہاتھی اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو وہ چنگھاڑتے
ہوئے سینکڑوں اِنسانوں کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے آگے بڑھ جائیں ــــــ
اور تیروں، تلواروں کا کوئی خیال ہی نہ کریں ــــــ بارہ جنگی ہاتھی، مست ہاتھی
ــــــ اور ساٹھ ہزار یا ایک لاکھ کا لشکر لے کر وہ بیت اللہ شریف کو ڈھانے کے لئے آیا

اُس وقت کیفیت یہ تھی کہ مکّے کے ـــــ آپ نے بارہا یہ ذکر سُنا ہوا ہے ـــــ سارے لوگ شہر سے باہر چلے گئے ـــــ کیونکہ اُس بادشاہ نے کہا تھا کہ ـــــ تم لوگ شہر خالی کردو یا پھر میرے مقابلے پر آ جاؤ ـــــ اگر شہر خالی کردو گے اور ہمارا راستہ نہیں روکو گے تو ہم صرف بیت اللہ شریف کو ڈھا کر چلے جائیں گے ـــــ معاذ اللہ! ـــــ اور اگر تم لوگوں نے کوئی مزاحمت کی تو ہم تمہیں بھی ماریں گے ـــــ اور تمہارے گھروں کو بھی ڈھادیں گے ـــــ مکّے والوں نے خیال کیا کہ ـــــ ہم اس بادشاہ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ـــــ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں اور یہ پُوری تیاری کر کے آیا ہے ـــــ ہم اِس کا مُقابلہ تو کر نہیں سکتے ـــــ اگر ہم مقابلہ کریں گے تو ہماری جانیں بھی جائیں گی ـــــ اور مقصد بھی حاصل نہیں ہوگا ـــــ اور ہمارے گھر بار بھی تباہ ہو جائیں گے ـــــ تو اُنہوں نے شہر خالی کر دیا ـــــ اور شہر چھوڑ کر سارے لوگ اِدھر اُدھر جا کر پہاڑوں میں عارضی طور پر آباد ہو گئے ـــــ اور شہر میں ایک آدمی بھی نہ رہا۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دادا جان چند قریشی سرداروں کو ساتھ لے کر بیت اللہ شریف گئے ـــــ اور بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑ کر دہاڑیں مار مار کر رونے لگے ـــــ اور روتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں دُعا کی ـــــ یا رَبّ العالمین! ہم کمزور ہیں ـــــ اِس ظالم بادشاہ کے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں کر سکتے ـــــ یہ پوری تیاری سے ہے ـــــ سامان اور لشکر کے ساتھ آیا ہے ـــــ ہم تو کمزور ہیں مگر تُو قادر و قدیر ہے ـــــ ہر گھر والا اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے ـــــ تو بھی اَپنے گھر یعنی بیت اللہ شریف کی حفاظت کر ـــــ اور اَپنے گھر کے دشمنوں کو آج ایسا سَبق دے کہ ـــــ آئندہ تیرے گھر کی طرف ٹیڑھی نظر سے نہ دیکھ سکیں ـــــ اِس طرح رو رو کے اِلتجا کی تو حضرت عبد المطلب کی پیشانی میں نُورِ محمد ﷺ چمکا اور اُس کی روشنی پڑی بیت اللہ کی دیواروں پر اور

غلاف پر ——— حضرت عبدالمطلب نے سرداروں سے کہا تمہیں مبارک ہو! ——— میرے ماتھے پر اس نُور کا چمکنا ——— اور چمک کر کعبے کی دیواروں کو روشن کرنا ——— یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ظالم بادشاہ کعبے کو ڈھا نہیں سکے گا۔

اللہ اکبر! حضرت عبدالمطلب اللہ کے گھر کو اللہ کے سپرد کر کے روتے ہُوئے وہاں سے چلے ——— اور ایک پہاڑی کے اُوپر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے کہ ——— اَب کیا ہوتا ہے؟ ——— اللہ کی قدرت کا جلوہ اور نظارہ دیکھو ——— اُدھر اُس ظالم بادشاہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا ——— آگے بڑھو ——— کوئی ہمارا راستہ روکنے والا نہیں ——— آگے بڑھو اور اپنے مقصد کو پورا کر کے کعبے کو گرا دو ——— اور واپس چلو ——— معاذ اللہ! اب تو کوئی مقابلہ کرنے والا نہیں ——— ایک آدمی بھی نہیں ——— اس کے لئے سارے راستے کھلے تھے مگر اللہ تعالیٰ کو اَپنے گھر کی حفاظت کرنی تھی۔

اِدھر بادشاہ کا لشکر آگے بڑھا ——— اُدھر سے اللہ نے اَپنا لشکر بھیج دیا ——— سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ اور لشکر آ گئے ——— ان پرندوں کو قرآن میں کہا تھا 'ابابیل' ——— چھوٹے پرندے تھے چڑیوں جیسے ——— ہر پرندے کے پاس تین تین کنکریاں تھیں ——— دو کنکریاں دونوں پنجوں میں اور ایک چونچ میں ——— وہ کنکریاں کیا تھیں وہ تو ایٹم بم کے ذرّے ثابت ہوئے ——— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ——— "اے میرے پیارے! کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

معلوم ہوا حضور ﷺ نے دیکھا ہے ——— عبدالمطلب تو پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے ہو کر آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ——— اور محبوب تو نورِ نبوت سے دیکھ رہا تھا ——— یہ واقعہ تو تھوڑا عرصہ پہلے ہوا ——— اور نبی کریم ﷺ تو جب سے

کائنات بنی ہے اُسی وقت سے سب کچھ دیکھتے چلے آرہے ہیں ـــــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام کتنا عرصہ پہلے ہوئے؟ ـــــ اور اُن کی لڑائی ہوئی نمرود کے ساتھ ـــــ اے میرے حبیب! کیا تُو نے اس کو نہیں دیکھا؟ ـــــــ جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ لڑتا تھا اُس کے رب کے بارے میں ـــــــ حالانکہ اللہ نے اُس کو مُلک دے رکھا تھا ـــــ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بڑا مناظرہ ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ میرے حبیب! کیا تم نے نہیں دیکھا؟ ـــــــ یعنی دیکھا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ "میرے حبیب! کیا تُو نے نہیں دیکھا؟ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟" ـــــ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ـــــــ "کیا اللہ تعالیٰ نے ان کا منصوبہ خاک میں نہیں ملایا؟ ـــــــ جو اُنہوں نے بنایا تھا بیت اللہ شریف کو ڈھانے اور گرانے کا ـــــ اللہ نے اس منصوبے کو خاک میں ملا دیا ـــــ کس طرح؟ ـــــ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ـــــــ "اللہ نے ان پر پرندے ابابیل بھیج دیئے" ـــــ تو وہ پرندے کیا کرتے؟ ـــــ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ـــــ "ان پرندوں نے کنکریاں برسا کر ابرہہ کے لشکر کو ایسا کر دیا جیسا کھایا ہوا بُھس ہوتا ہے"

اللہ اکبر! دیکھیے وہ پرندے آگئے لشکروں کے لشکر ـــــ ابرہہ کے لشکر پر چھا گئے ـــــ اُنہوں نے کنکریاں برسانی شروع کیں ـــــ جس بے ایمان کے کنکر لگتی تھی اُس کے تن بدن میں آگ لگ اٹھتی تھی ـــــ اور اس طرح رب نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی ـــــ نہ فرماتا تو سارے جہان کے لئے ہدایت کیسے رہتا؟ ـــــ آگے قرآن فرماتا ہے ـــــ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ـــــ "یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے" ـــــ اللہ سے ڈرنے والے جو ہیں ان کے واسطے قرآن ہدایت ہے۔

یہاں ایک بات عرض کرتا ہوں ـــــ ہمارے بعض مسلمان بھائی کہتے ہیں ـــــ بھئی کیا کریں؟ ـــــ کدھر جائیں؟ ـــــ کوئی پتہ نہیں چلتا ان مولویوں کا ـــــ سارے ہی قُرآن پڑھتے ہیں ـــــ وہ بھی قرآن پڑھیں ـــــ یہ بھی قرآن پڑھیں ـــــ وہ قرآن پڑھ کر کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں ـــــ یہ قرآن پڑھ کر کہتا ہے کہ علمِ غیب ہے ـــــ وہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ نُور نہیں، بشر ہیں ـــــ یہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ نُور ہیں ـــــ وہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ حاضر ناظر نہیں ـــــ یہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ حاضر ناظر ہیں ـــــ وہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ مدد نہیں کر سکتے ـــــ یہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ مدد کر سکتے ہیں ـــــ وہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ کوئی اختیار نہیں ـــــ یہ قرآن پڑھ کر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اختیارات تھے ـــــ فیصلہ کیسے ہو؟

پھر اَب کس کو سچّا جانیں؟ ـــــ پھر اب کس کو جھوٹا کہیں ـــــ پڑھتے سارے ہی قرآن ہیں ـــــ ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئی ـــــ اس قسم کی لوگ باتیں کرتے ہیں ـــــ آج مَیں آپ کو ایک بات بتا دیتا ہوں اس کو یاد رکھنا انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔

دیکھو! قرآن تو سب پڑھتے ہیں ـــــ مگر سارے قرآن پڑھنے والے ہدایت پر نہیں ہوتے ـــــ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ـــــ ”اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس قرآن کے ساتھ گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے“ ـــــ ماننا پڑے گا کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے گمراہ بھی ہوتے ہیں ـــــ سارے قرآن پڑھنے والے حق پر نہیں ہوتے ـــــ بہت سے گمراہ بھی ہوتے ہیں ـــــ یہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں ـــــ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ـــــ ”يُضِلُّ“ پہلے فرمایا ـــــ

یَهْــدِیْ' بعد میں فرمایا۔

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ــــــ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ــــــ "ہم جو قرآن اُتار رہے ہیں یہ مومنوں کے واسطے رحمت اور شفا ہے اور ظالموں کے واسطے ناکامی ہے" ــــــ تو پتہ چلا کہ قرآن ایک طرف شفاء ہے ــــــ تو دوسری طرف کافروں کیلئے خسارہ و ناکامی کا سبب ہے ــــــ یونہی قرآن ہدایت بھی ہے اور گمراہی کا ذریعہ بھی ہے ــــــ لہٰذا صرف قرآن پڑھنا نہ دیکھا جائے گا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ ــــــ کون قرآن کو رسول ﷺ کی محبت کی روشنی میں، اہلسنت و اولیاء کی عقیدت کے سائے میں پڑھتا ہے ــــــ اور کون اُن سے ہٹ کر ــــــ جو عشق رسول کی روشنی میں قرآن پڑھے گا قرآن اسکے لئے ہدایت ہے ــــــ اور جو قرآن کو اپنے خود ساختہ عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے پڑھے گا قرآن اُس کیلئے ہدایت نہیں ــــــ دوسرے لفظوں میں ــــــ قرآن اُن کے لئے ہدایت ہے جو متقی ہیں ــــــ اور جو اس گروہ سے الگ ہیں لاکھ قرآن پڑھیں ہدایت نہ پائیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

خاتونِ جنّت فاطمۃ الزّہرا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَلْفَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ

صَدَقَ النَّبِیُّ الْاَمِیْنُ الْکَرِیْم

نبی اور آلِ نبی پر درود وسلام کا نذرانہ نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ پیش کیجئے۔

بزرگو اور دوستو! آج میں آپ کے سامنے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت مبارکہ کے چند گوشے بیان کروں گا۔ آپ حضرات نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے آقا ومولیٰ کی لختِ جگر، حسنین کریمین کی والدہ اور مولیٰ علی کی زوجہ مکرمہ کا ذکر خیر سنیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کو سیدہ فاطمہ سے اتنی محبت تھی کہ جب حضور سفر پہ تشریف لے جاتے تو جاتے ہوئے سب کے بعد حضرت فاطمہ سے ملتے اور جب واپس تشریف لاتے تو واپس آکر سب سے پہلے آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے تھے ـــــ اور دیکھو! سیّدہ کا مقام ـــــ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ـــــ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡضِبُ بِغَضَبِ فَاطِمَۃَ وَیَرۡضٰی بِرَضَاھَا ـــــ " اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ناراض ہونے سے ناراض ہو جاتا ہے اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے راضی ہونے سے راضی ہو جاتا ہے" ـــــ حضرت فاطمۃ الزہرا کا غضبناک ہونا یہ اللہ کے غضبناک ہونے کا سبب ہے اور سیّدہ کا راضی ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ہے ـــــ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ـــــ فَاطِمَۃُ بِضۡعَۃٌ مِّنِّیۡ ـــــ "فاطمہ میرا ٹکڑا ہے" ـــــ اِن دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے ـــــ اور آپ کا راضی ہونا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے راضی ہونے کا سبب ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی محبت تھی اور وہ ان کا بڑا ادب اور احترام کرتے تھے ـــــ دیکھئے! مخالف تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کلام ہی نہ کیا ـــــ مگر بعض مُعتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کا جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ـــــ اگر دشمنی ہوتی تو کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی اُن کا کفن دفن کرتیں اور وہ ان کو اپنے گھر آنے دیتے ـــــ تو اصل میں دِین کے دشمنوں نے مَن گھڑت باتیں مشہور کر دی ہیں کہ ـــــ "اہلِ بیت کی صحابہ سے لڑائی تھی"

حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شانِ مُبارک سُنئے! ـــــ اِس روایت کی راوی ہیں اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ـــــ "ترمذی شریف" میں یہ حدیث موجود ہے ـــــ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ـــــ شکل وصورت میں ـــــ اُٹھنے بیٹھنے میں ـــــ چلنے میں، پھرنے میں ـــــ کھانے میں، پینے میں ـــــ گفتگو کرنے میں ـــــ گویا ہر انداز میں ـــــ آپ کی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ مشابہت تھی ـــــ

اور فرماتی ہیں ـــــ مَرَّ فَاطِمَةُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَكَانَتْ اِذَادَخَلَتْ عَلَيْهِ اَحَبَّ بِهَا وَقَامَ اِلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ ـــــ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے ـــــ اور سیّدہ کو چُومتے ـــــ پیار کرتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بڑی محبت اور پیار سے بٹھا دیتے ـــــ اور جب نبی کریم ﷺ حضرت سیّدہ کے پاس جاتے تو سیّدہ حضور کے لئے کھڑی ہو جاتیں ـــــ اور حضور کو چُومتیں ـــــ اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بڑی تعظیم کے ساتھ بٹھا دیتیں ـــــ اِس حدیث پاک سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔

ایک سیّدہ آتی تھیں تو حضور ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور حضور ﷺ تشریف لے جاتے تو سیّدہ کھڑی ہو جاتی تھیں ـــــ حضور ﷺ کا سیّدہ کے لئے کھڑا ہونا شفقتاً تھا ـــــ کیونکہ حضور ﷺ بڑے اور سیّدہ چھوٹی تھیں ـــــ اگر کوئی بڑا کسی چھوٹے کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس کو تعظیم نہیں بلکہ شفقت اور محبت کہا جائے گا ـــــ اور چھوٹے کا بڑے کے لئے کھڑے ہونے کو تعظیم کہا جاتا ہے ـــــ حضور ﷺ کا سیّدہ کے لئے کھڑے ہونا شفقتاً تھا ـــــ سیّدہ کا حضور ﷺ کے لئے کھڑا ہونا تعظیماً تھا ـــــ ثابت ہوا کہ شفقت کے لئے کھڑا ہونا یہ بھی 'سُنّت' ہے ـــــ اور تعظیماً کھڑا ہونا یہ بھی 'سُنّت' ہے ـــــ اگر کوئی چھوٹا آئے اور بڑا اُس کے لئے کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ـــــ اس کو کہیں گے 'شفقت' ـــــ اور اگر کوئی بڑا آئے اور چھوٹا اس کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس کو کہیں گے 'تعظیم'

یہ دونوں باتیں جائز ہیں اور اس حدیث سے ثابت ہیں۔ — کسی کے آنے پر کھڑے

لوگ کہتے ہیں کہ قیام تعظیم جائز نہیں ہے — تو اُن کی یہ بات غلط ہے —

ہونا ناجائز ہے — بدعت ہے —

دیکھو! یہ حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ خود سیّدہ کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور سیّدہ حضور ﷺ کے لئے کھڑی ہوتی تھیں — حضور ﷺ منع نہیں فرماتے تھے اور حضور ﷺ صرف سیّدہ کے لئے ہی کھڑے نہیں ہوتے بلکہ متعدد حدیثیں موجود ہیں کہ بہت سے لوگ حضور ﷺ کے پاس آتے تھے تو سرکار اُن کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ انصار کے سردار تھے — تو قبیلہ انصار کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے — جب اُس قبیلے کے سردار حضور ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ نے قبیلے سے فرمایا — ''اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ'' — اس کی شرح میں شارحین لکھتے ہیں کہ — اگر کسی بڑے کے لئے تعظیماً قیام کیا جائے تو یہ ناجائز نہیں ہے بلکہ جائز ہے — کیونکہ حضور ﷺ نے خود اس کا حکم دیا ہے — بہر صورت ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ حضور ﷺ کو سیدۃ النساء سے بڑی محبت تھی کہ جب وہ آتی تھیں حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے تھے — اُن کو چومتے تھے اور اَپنے بیٹھنے کی جگہ پر ان کو بٹھاتے تھے — اِس سے ایک تو 'محبت' ثابت ہوئی دوسرے 'شفقت' ثابت ہوئی — اور تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ کسی کیلئے 'قیام' کرنا کھڑا ہونا جائز ہے، ناجائز نہیں ہے۔

ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ — اَے رسُول اللہ کی بیٹی! تم افضل ہو کہ مَیں افضل ہُوں؟ — آپس میں بیٹھی ہُوئی تھیں — جیسے پیار کی باتیں ہوتی ہیں، اس طرح بات ہو رہی تھی — حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا — چونکہ مَیں رسُول اللہ کی بیٹی ہُوں، جگر کا ٹکڑا ہُوں اس لحاظ سے مَیں افضل ہُوں کیونکہ مَیں

سرکار کی لختِ جگر ہوں ـــــــ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ بات تو ٹھیک ہے کہ تم سرکار کی لختِ جگر ہو اور حضور ﷺ کا جُزوِ بدن ہو ـــــــ لیکن حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جنت میں ہر عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہوگی ـــــــ تو اَے سیّدۃ النساء! تم جنت میں ہوگی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور مَیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ـــــــ اور رسُول اللہ ﷺ کا مقام جنت میں سب سے زیادہ ہوگا اور مَیں اُسی مقام میں ہُوں گی ـــــــ اس لحاظ سے تو میرا درجہ سب سے بلند ہوا ـــــــ تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہوگئیں ـــــــ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آگے بڑھ کر سیّدۃ النساء کے سَرِ اقدس کو چُوما اور کہا ـــــــ ''سیّدۃ النساء! آپ کا وہ رُتبہ ہے کہ کاش میں آپ کے سَر کا بال ہوتی'' ـــــــ یہ ان کے درمیان محبت کی باتیں ہیں کہ ان کو آپس میں کتنا پیار تھا؟ اور کتنی محبت تھی؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر آیت اُتری ـــــــ ''وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا'' ـــــــ تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اُس کا گزر پُل صراط سے ہوگا ـــــــ اللہ نے آیت اُتاری کہ ہر ایک کو پُل صراط سے گذرنا ہوگا اور آپ جانتے ہیں کہ پُل صراط کی حقیقت کیا ہے؟ ـــــــ تلوار سے تیز ـــــــ بال سے باریک ـــــــ بلحاظ پیدل پانچ سَو سال کا راستہ ـــــــ اور نیچے ہے دوزخ ـــــــ دوزخ کے اُوپر پُل ہے ـــــــ اور اللہ فرماتا ہے ہر ایک کو اُس پُل سے گذرنا ہوگا ـــــــ جب یہ آیت اُتری تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام فکرِ اُمّت میں بہت روئے کہ میری اُمّت کے لوگ پُل صراط سے کیسے گذریں گے؟ ـــــــ حضور ﷺ تو پُل صراط کی حقیقتوں کو جانتے تھے ـــــــ ایک بال سے باریک ـــــــ تلوار سے تیز اور پانچسو سال کا راستہ اور ہے بھی دوزخ کے اُوپر ـــــــ تو سرکار فکرِ اُمت میں بہت روئے ـــــــ روتے روتے آپ کا دامن تر ہوگیا ـــــــ آنسو پوچھتے پوچھتے کپڑا تر ہوگیا ـــــــ آپ اُسی حالت میں اُٹھے ـــــــ مدینہ طیبہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس کا نام ہے 'جبلِ تلا'

اُس پہاڑ میں ایک غار تھی ـــــــ اس غار میں آپ تشریف لے گئے اور سجدے میں سر رکھ دیا زار و قطار رو رہے ہیں اور بخششِ اُمت کی دُعا فرما رہے ہیں ـــــــ اور اِدھر یہ کیفیت ہے کہ صحابہ بڑے پریشان ہیں کہ سرکار کہاں تشریف لے گئے؟ ـــــــ ایسا لگتا ہے جیسے کہ مدینہ مبارکہ میں اندھیرا چھا گیا ہو ـــــــ مدینے کا چاند چھپ گیا ہو ـــــــ وہ صحابہ کرام جن کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کئے بغیر چین نہیں آتا تھا ـــــــ جو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے تھے وہ بڑے بیقرار اور پریشان ہیں کہ سرکار کہاں تشریف لے گئے؟ ـــــــ ذرا اندازہ کیجئے۔

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کو "اصحابِ صُفّہ" کہا جاتا ہے ـــــــ اصحاب صُفّہ کوئی ستر کے قریب تھے ـــــــ ان کا نہ کوئی گھر اور نہ کوئی جائداد ـــــــ نہ کوئی زمین، نہ کوئی مکان ـــــــ نہ کوئی بیوی، نہ کوئی بچے ـــــــ فُقراء صحابہ تھے ـــــــ درویش صحابہ تھے ـــــــ حضور ﷺ کے آستانے پر بیٹھے رہتے تھے ـــــــ کسی کے پاس تین کپڑے نہیں تھے ـــــــ کسی کے پاس دو اور کسی کے پاس ایک کپڑا تھا ـــــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس صدقات وخیرات آتی تو حضور ﷺ ان کو عطا فرما دیتے ـــــــ لیکن اللہ اور اُس کے رسُول کی بارگاہ میں ان کا درجہ اور مرتبہ بہت بڑا تھا ـــــــ اُن کے حق میں آیات اُتریں ـــــــ رسُول اللہ ﷺ اُن کے پاس آ کر بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ـــــــ "اللہ کے ہاں جو تمہارا مرتبہ ومقام ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم اس سے بھی زیادہ زُہد وعبادت کرو"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں میں سے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روز نہ ملا کرو بلکہ ناغہ کر کے ملا کرو ـــــــ کیونکہ ناغہ کرنے سے محبت بڑھتی ہے ـــــــ آج تم نے مل لیا ہے اب پرسوں ملنا ـــــــ یہ بھی ادائیں ہوتی ہیں محبوبوں کی ـــــــ اپنے محبوں اور عاشقوں کو آزمانے کے لئے ـــــــ

جاؤ ابو ہریرہ! اَب تم کل نہ ملنا پرسوں ملنا ـــــــ بہت اچھا! ـــــــ حضور ﷺ کا حُکم تھا۔

تھوڑی دیر بعد قریب ہی ایک ستون تھا۔ اُس ستون کے پاس کھڑے ہو کر رونے لگے ـــــــ حضور ﷺ نے فرمایا ـــــــ اَے ابو ہریرہ! روتے کیوں ہو؟ ـــــــ اِدھر آؤ، کیوں رو رہے ہو؟ ـــــــ عرض کی حضور! ﷺ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ پرسوں مِلنا ـــــــ تو رو اس لئے رہا ہُوں کہ کل کا دن ملے بغیر اور دیکھے بغیر کیسے گذرے گا؟ ـــــــ اس لئے رو رہا ہوں ـــــــ مہربانی فرمایئے، یہ قید نہ لگایئے سرکار! دیدار کا شرف بخشیے ـــــــ حضور ﷺ نے فرمایا ـــــــ اچھا روز ہی مِل لینا ـــــــ تین دن گذر گئے صَحابہ کرام بڑے پریشان تھے ـــــــ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری حالت تو ایسی ہو گئی جیسے کوئی دیوانہ ہوتا ہے۔ مَیں ہر ایک سے حضور ﷺ کا پتہ پُوچھتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے مجھے یہ بتایا کہ تین روز ہو گئے مَیں نے آپ ﷺ کو پہاڑوں کی طرف جاتے دیکھا تھا ـــــــ اُس کے بعد مجھے معلوم نہیں ـــــــ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں پہاڑوں کی طرَف چل پڑا اور ہر شخص سے آپ کا پتہ پُوچھتا تھا اور سارے نفی میں جواب دیتے تھے ـــــــ فرماتے ہیں ایک چرواہا مجھے ملا جو مدینے شریف کا رہنے والا تھا ـــــــ میں نے اس سے پُوچھا ـــــــ اَے چرواہے! ہمارے نبی کریم علیہ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام جن کا نام نامی، اسمِ گرامی محمد (ﷺ) ہے تُم نے اُن کو کہیں دیکھا ہے؟ ـــــــ اُس چرواہے نے کہا ـــــــ مَیں نہیں جانتا کہ محمد (ﷺ) کون ہیں؟ اور کس کا نام ہے؟ ـــــــ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ـــــــ اَے چرواہے! اگر تُو اُن کا نام نہیں جانتا ـــــــ اُن کی ذات سے واقف نہیں ہے تو اِتنا بتا دے کہ کوئی نُورانی چہرے والا ـــــــ کالی کالی زُلفوں والا ـــــــ نہایت حسین وجمیل اور اِنسانِ کامل

ـــــ اس قسم کی شکل وصورت ـــــ اس قسم کی شباہت ـــــ اور اس قسم کے حُلیہ والا اِنسان تم نے کہیں بیٹھا، کہیں چلتا، کہیں لیٹا ہوا دیکھا ہو؟ ـــــ اُس چرواہے نے کہا ـــــ ہاں! ایک بات جانتاہُوں ـــــ ایک پہاڑ میں ایک اندھیری غار ہے ـــــ اُسمیں ایک شخص شب و روز رو رہا ہے ـــــ دن کو بھی روتا ہے ـــــ رات کو بھی روتا ہے ـــــ اور اس درد و سوز کے ساتھ روتا ہے کہ اُس کی دَرد بھری آواز سُن کر میرے جانوروں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے ـــــ میری یہ بھیڑ بکریاں نہ کچھ کھاتی ہیں نہ پیتی ہیں ـــــ انتہائی پریشانی کی حالت میں سروں کو جھکائے ہوئے غاروں کی طرف جاتی ہیں ـــــ مَیں ان کو ڈنڈے مار مار کر اپنی منزل کی طرف لے جانے کی کوشش کرتاہُوں مگر یہ بھاگ بھاگ کر غار کی طرف جاتی ہیں ـــــ میری سمجھ میں بات نہیں آرہی کہ معاملہ کیا ہے؟

حضرت اَبُو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــ فرمایا ـــــ او چرواہے! مَیں تیری بکریوں پہ نثار ہو جاؤں ـــــ جو بکریاں میرے آقا ﷺ کے غم میں شریک ہیں اور میرے آقا ﷺ کے غم کی وجہ سے پریشان ہیں ـــــ انہوں نے کھانا، پینا چھوڑ دیا ہے اور وہ نہایت شیفتگی کی حالت میں غار کی طرف جارہی ہیں ـــــ مگر کیا تُو وہ آواز نہیں سُنتا ـــــ اُس چرواہے نے کہا ـــــ مَیں دو تین مرتبہ گیا ہوں کہ اس کو کیا صدمہ ہے؟ ـــــ جب مَیں قریب جاتاہُوں کہ مجھ پر اَیسا رُعب طاری ہو جاتا ہے کہ مَیں آگے نہیں بڑھتا۔ میرے قدم آگے نہیں جاتے ـــــ لیکن جب مَیں قریب جاتاہُوں تو ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور کوئی نہیں ـــــ تمہیں جو سمجھ میں آتی ہے وہ کیا ہے؟

وہ روتے ہوئے 'اُمتی' 'اُمتی' پکارتا ہے ـــــ حضرت اَبُو ہریرہ رضی اللہ عنہ دَوڑ کر پہاڑی کے اُوپر چڑھے ـــــ غار میں گئے تو دیکھا کہ جس کے پاؤں کے تلوؤں کو عرشِ علیٰ ترستا تھا ـــــ جس کے پاؤں کے تلوے عرش معلیٰ کے سَر کا تاج

بنے تھے ــــــ وہ ہم گنہگاروں کے لئے دُعا فرمارہے تھے ــــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسُول اللہ! سب لوگ پریشان ہیں کہ آپ کہاں تشریف لے گئے؟
حضور ﷺ آپ فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کو بخش دے گا ــــــ آپ سجدے سے سَر اُٹھایئے اور مدینہ پاک تشریف لے چلئے ــــــ سب لوگ آپ کے فراق میں بہت پریشان ہیں۔

حضور نے فرمایا ــــــ لو ہریرہ! تُو نہیں جانتا میں جانتا ہُوں ــــــ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت اُتاری ہے اور پُل صراط کی حقیقتوں کو میں جانتا ہُوں ــــــ میں سجدہ ریز ہُوں ــــــ سجدے سے سَر اُس وقت اُٹھاؤں گا جب اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادے گا ــــــ حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ پھر دوڑے مدینہ شریف آئے اور آکر صحابہ کرام کو خبر دی کہ حضور ﷺ غار میں ہیں ــــــ صحابہ کرام اِکا دُکا وہاں جانے لگے ــــــ غار پر پہنچ گئے، ہجوم ہو گیا ــــــ سارے عرض کرتے ہیں ــــــ حضور! ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کو بخش دے گا۔ آپ سجدے سے سر اُٹھایئے ــــــ تین روز سے نہ کچھ کھایا نہ پیا مگر سرکارِ دو عالم سجدے سے سَر نہیں اُٹھاتے ــــــ صحابہ کرام حیران ہیں کہ اَب کیا کیا جائے؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی بیٹی سیّدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتے ہیں تو خُوش ہو جاتے ہیں ــــــ حضور ﷺ کے سارے رَنج و غم دُور ہو جاتے ہیں ــــــ تو کسی طرح سیّدۃ النساء کو خبر کرو کہ سیّدۃ النساء یہاں آئیں ــــــ حضور ﷺ ان کو دیکھ کر خوش ہو جائیں گے ــــــ سارا رنج دُور ہو جائے گا ــــــ صحابہ نے کہا سلمان! پھر تُو ہی جا کیونکہ تیرے متعلق سَرکار نے فرمایا ہے کہ ــــــ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے تو ــــــ تو جا اور سیّدۃ النساء کو جا کر خبر کر۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں آئے ــــــ دروازے پر دستک

دی ـــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے سارا ماجرا اُن سے بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ تشریف لے جائیں سرکار خوش ہو جائیں گے ـــــ سارا رنج و غم دُور ہو جائے گا ـــــ تین دن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ پیا ـــــ غار میں سجدہ ریز ہیں ـــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں نکلے ـــــ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں مَیں نے دیکھا کہ سیّدۃ النساء نے جو کمبل اوڑھا ہوا تھا اُس پر بارہ سے زیادہ پیوند لگے ہوئے تھے ـــــ میرے دل میں ایک دَرد سا اُٹھا کہ کافروں کی بیٹیاں اتنا قیمتی لباس، اتنا اچھا لباس پہنتی ہیں ـــــ اور سیّد الانبیاء کی بیٹی کا کمبل وہ ہے جس میں اتنے پیوند لگے ہوئے ہیں۔

فرماتے ہیں مَیں نے اَپنے دل میں یہ خیال کیا لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافروں کے لباس پسند نہیں ہیں اور سیّدۃ النساء کا پیوند لگا ہوا کمبل بہت زیادہ پسند ہے اور اس کی بڑی عزّت و قدر ہے ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آ رہے ہیں ـــــ صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تشریف لا رہی ہے تو وہ ایک طرف ہو گئے ـــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہاڑی کے اوپر چڑھے ـــــ سیّدۃ النساء غار میں تشریف لے گئیں ـــــ اَپنے ابا جان کو دیکھا ـــــ عرض کیا! ابّا جان آپ یہاں تشریف فرما ہیں ـــــ تین روز سے ہم آپ کی جُدائی اور فراق میں پریشان ہیں کہ آپ کِدھر چلے گئے؟ ـــــ تین دن سے آپ نے نہ کچھ کھایا، پیا اور نہ ہی پل بھر کے لئے آرام کیا ـــــ کیا بات ہُوئی؟ ـــــ فرمایا ـــــ بیٹی! مجھ پر یہ آیت اُتری ہے ـــــ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھ کر اس کا مفہوم بتایا اور اس کی حقیقت بیان فرمائی ـــــ فرمایا بیٹی! میری اُمّت کے لوگ پُل صراط سے کیسے گذریں گے؟ ـــــ مَیں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دُعا کر رہا ہوں ـــــ اَے اللہ! مہربانی فرما ـــــ کرم فرما

اور میری اُمت کے لئے آسانی فرما۔

حضرت سیّدۃ النّساء نے جب یہ آیت سُنی اور پُل صراط کی حقیقت کو جانا اُن پر ایسا خوف طاری ہوا اور اُمت کی فکر ہوئی کہ ــــــ اُنہوں نے بھی سجدے میں سر رکھ دیا ــــــ عرض کی ابا جان! اگر یہ بات ہے تو پھر مَیں بھی سجدے میں سر رکھتی ہوں اور سجدے سے سر اُس وقت اُٹھاؤں گی جب اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت کو بخش دے گا۔

پھر حضرت سیّدۃ النّساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ــــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُلایا ــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُلایا ــــــ حضرت سیّدنا امام حَسن رضی اللہ عنہ کو بلایا ــــــ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بُلایا ــــــ اور فرمایا اَے ابوبکر صدیق! (رضی اللہ عنہ) کیا آپ اپنی جان حضور ﷺ کی اُمت کے بُوڑھوں پر قربان کرتے ہیں؟ ــــــ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ــــــ ہاں! مَیں کرتا ہُوں ــــــ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے سب بُوڑھوں پر مَیں اپنی جان قربان کرتا ہُوں ــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا! مَیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمّت کے جوانوں پر اپنی جان قُربان کرتا ہُوں ــــــ سَیدۃ النساء نے فرمایا حضور ﷺ کی اُمّت کی عورتوں پر مَیں جان قربان کرتی ہُوں ــــــ اور حضور ﷺ کی اُمّت کے بچوں پر مَیں اپنے فرزند حَسن و حسین کو قربان کرتی ہُوں ــــــ "یا اللہ! وہ سارا عذاب ہمیں دے دے اور ابا جان کی اُمّت کو بخش دے۔"

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا یا اللہ! نبی کریم کی اُمّت کے بُوڑھوں کو تجھے جتنا عذاب دینا ہے وہ مجھے دے دے ــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جوانوں کا مجھے دے دے اور اُن کو بخش دے ــــــ سَیدۃ النساء نے کہا عورتوں کو جتنا عذاب ہونا ہے یا اللہ! وہ مجھے دے دے مگر میرے ابا جان کی اُمّت کو بخش دے ــــــ جب سب نے سجدے میں سُر رکھ کر گڑ گڑا کر اور رو رو کر دُعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا ــــــ فَنَزَلَ

جبریل نے آکر کہا یا جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامُ ـــــ جبریل نے آکر کہا یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر سلام فرماتا ہے ـــــ وَیَامُحَمَّدُ قُلْ لِفَاطِمَۃَ لَا تَحْزَنِیْ فَاِنِّیْ اَفْعَلُ بِاُمَّتِکَ وَمَاتُحِبُّ فَاطِمَۃُ ـــــ میرے حبیب! اپنی بیٹی فاطمہ سے کہو کہ وہ غم نہ کھائے، فکر نہ کرے ـــــ اے میرے حبیب! میں تیری امّت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا جیسا فاطمہ چاہے گی ـــــ اندازہ کرو حضرت فاطمۃ الزہرا کے مقام و مرتبہ کا۔

وہ نُور العین وہ لختِ دلِ محبوبِ ربّانی
وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ وہ مریمِ ثانی

☆

وہ جن کا ایک سجدہ بن گیا ضامن خطا کاراں
وہ جن کی جنبشِ لب شافعِ جرمِ گنہگاراں

اللہ نے فرمایا ـــــ میرے حبیب! ہم تمہیں امّت کے بارے میں خوش کر دیں گے ـــــ سرکار تشریف لائے ـــــ اندازہ کرو حضرت فاطمۃ الزہرا کی عظمت و شان کا ـــــ دیکھو! باوجود اس کے کہ اتنا درجہ اور مرتبہ تھا کہ جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں ـــــ اللہ فرماتا ہے ـــــ میرے حبیب! میں تیری اُمت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا جیسا فاطمۃ الزہرا چاہے گی ـــــ کس قدر درجہ اور مرتبہ ہے؟ ـــــ اَب آپ دیکھئے کہ وہ زندگی کیسے گذارتی ہیں؟ ـــــ گھر کے سارے کام خود کیا کرتی تھیں ـــــ مثلاً: کپڑے دھونا، برتن صاف کرنا، جھاڑو دینا، کھانا پکانا، بچوں کی تربیت ـــــ سارے کام خود فرماتی تھیں ـــــ اُس زمانے میں اِتنی سہولتیں اور آسانیاں نہیں تھیں کہ پائپ لگا کر ٹونٹی چلائی اور گھروں میں پانی آگیا ـــــ گیس کے چولھے میں دیا سلائی آپ نے ایک سیکنڈ میں جلائی اور آگ ایک دَم میں تیار ـــــ لکڑیوں کو جلانا پڑتا تھا ـــــ اور بعض مرتبہ گیلی

لکڑیاں ہوں تو بڑی دیر لگ جاتی ہے جلتے ہُوئے ــــــ اور اس طرح کے پوڈر شوڈر بھی نہیں تھے جیسے آجکل چلے ہُوئے ہیں ــــــ کسی کا نام سَرف تو کسی کا نام بَرق ہے اور واشنگ مشینیں گھر گھر ہیں ــــــ دھوبی بھی نہیں تھے ــــــ عورتیں کپڑے خود گھروں میں دھوتی تھیں اور کپڑے کس چیز سے دھوتی تھیں؟ ــــــ وہ ایک پتھر ہی سمجھ لیجئے ــــــ نمکین کھاری قسم کا پتھر ہوتا تھا جس کو پیس کر پانی میں ڈبو دیتے تھے تو اس کی تلخی سے کپڑوں سے مَیل نکلتی تھی یعنی بڑی مشکل سے کپڑے دُھلتے تھے ــــــ سارے کام گھر کے وہ خود کرتی تھیں اور اس کے باوجود سیّدۃ النساء کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑتی تھیں ــــــ کبھی قرآن کی تلاوت نہیں چھوڑتی تھیں ــــــ کبھی ذکر واذکار اور وظائف نہیں چھوڑتی تھیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ــــــ مَیں نے بارہا دیکھا کہ میری والدہ ماجدہ عشاء کی نماز پڑھ کے مصلّے پر بیٹھتیں ــــــ بیٹھی تسبیح پڑھتی رہتی تھیں ــــــ اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ مصلّے پر بیٹھے ہی فجر کی اذان ہو جاتی تھی ــــــ ساری رات ہی عبادت میں گذر جاتی ــــــ اور آج ہماری ماؤں بہنوں کو اتنی آسانیاں میسر ہیں ــــــ اور پھر بھی وہ کہتی ہیں نماز پڑھنے کی فرصت نہیں ملتی ــــــ وَیسے آپس میں مِل بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہتی ہیں لیکن نماز کے لئے فرصت نہیں ــــــ افسوس! ــــــ ماؤں بہنوں کو سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیاتِ مقدسہ کا مطالعہ کرنا چاہیے ــــــ اَپنے نبی کی لاڈلی بیٹی کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اُن کی مقدس سیرت سے سَبق حاصل کرنا چاہیے۔

ایک جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ــــــ بہت سامالِ غنیمت آیا ــــــ اُس مالِ غنیمت میں غلام تھے اور لونڈیاں بھی ــــــ سارا مالِ غنیمت صحابہ میں تقسیم ہوتا تھا ــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سے کہا کہ آپ کے ابّا جان کے پاس بہت سامالِ غنیمت آیا ہے ــــــ اُس مالِ غنیمت میں لونڈیاں

آپ ایک لونڈی مانگ لائیں ــــــ تقسیم ہوں گی
بھی ہیں، غلام بھی ہیں اور وہ سب
جو گھر کے کام کاج کے لئے رہے چونکہ مجھے دُور سے پانی بھر کے لانا پڑتا ہے
ــــــ کنواں دُور ہے ــــــ مَیں وہاں سے پانی بھر کے اُٹھا کے لاتا ہوں تو پانی بھر
کے لاتے لاتے میرے سینے میں درد ہو گیا ــــــ سیّدۃ النساء نے کہا ــــــ یا
علی! رضی اللہ عنہ آپ جانتے ہیں کہ مَیں بھی چکّی چلاتی ہُوں ــــــ چکّی چلاتے چلاتے
میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ــــــ اُس زمانے میں پِسا ہوا آٹا تو نہیں ملتا
تھا تو پکی پکائی روٹی کہاں سے؟ ــــــ گھروں میں چکیاں ہوتی تھیں اور چکیاں پیسی
جاتی تھیں ــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اس لئے تو مَیں کہتا ہُوں کہ گھر کے سارے
کام آپ کو خود کرنے پڑتے ہیں اس لئے ایک لونڈی مانگ لائیں ــــــ وہ چکّی پیس
لیا کرے گی، پانی لے آیا کرے گی، کچھ گھر کے کام کر دیا کرے گی ــــــ کچھ تمہارا
بوجھ ہلکا ہو جائے گا، کچھ میرا ہلکا ہو جائے گا ــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر سیّدہ
فاطمۃ الزہرا لونڈی لینے کے لئے اپنے ابا جان کے پاس گئیں ــــــ حضور علیہ
الصّلوٰۃ والسلام کے مکان پر گئیں ــــــ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُس وقت اپنے
مکان پر تشریف نہیں رکھتے تھے کہیں باہر تشریف لے گئے تھے ــــــ حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنے کا سبب پُوچھا
ــــــ تو اُنہوں نے اپنا مقصود بیان کیا کہ مَیں اس مقصد سے آئی ہُوں ــــــ اُمّ
المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ــــــ آپ کو لونڈی ضرور ملنی چاہئے ــــــ
اتنے کام کرنے پڑتے ہیں۔

حضور جب تشریف لائیں گے تو مَیں آپ کے آنے کا سبب بھی بیان کروں گی
اور آپ کی سفارش بھی کروں گی ــــــ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس آ گئیں
ــــــ تھوڑی دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ــــــ ابھی بیٹھے بھی نہیں تھے
کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت فاطمہ الزہرا کے آنے کا ذکر کیا اور

سفارش بھی کی کہ سیّدۃ النساء کو لونڈی ضرور ملنی چاہئے ـــــــ سیّدۃ النساء کو اِتنا بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے ـــــــ بچوں کے کام، گھر کے کام کاج کی وجہ سے بہت محنت کرنا پڑتی ہے ـــــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے ـــــــ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی گھر ہی میں تھے ـــــــ حضور ﷺ نے تشریف لے جا کر فرمایا کہ سیّدۃ عائشہ نے تمہارے آنے کے بارے میں بیان کیا ہے کہ تم نے لَونڈی مانگی ہے ـــــــ جو کچھ تم نے مانگا ہے مَیں تمہیں اس سے بہتر عطا نہ کروں؟ ـــــــ ابّا جان! ضرور کیجئے ـــــــ فرمایا بیٹی! ـــــــ ہر نماز کے بعد ۳۳ ربار پڑھا کرو ''سبحان اللہ'' ـــــــ اور ۳۳ رمرتبہ ''الحمد للہ'' ـــــــ اور ۳۴ رمرتبہ ''اللہ اکبر'' ـــــــ یہ تسبیح ہر نماز کے بعد پڑھا کرو ـــــــ اور رات کو سوتے وقت ـــــــ جو کچھ آپ نے مانگا ہے اُس سے بہت بہتر ہے جو میں نے آپ کو بتایا ہے ـــــــ سیّدہ فاطمۃ الزہرا لونڈی لینے کے لئے گئی ہیں کہ کوئی لَونڈی ملے گی جو میرے گھر کا کام کاج کرے گی ـــــــ حضور ﷺ نے لَونڈی تو عنایت فرمائی ہی نہیں ـــــــ کتنے ہی کام پہلے تھے ایک اور کی ڈیوٹی لگا دی ـــــــ ایک اور کام بتا دیا کہ یہ بھی کیا کرو ـــــــ کیا سَیّدہ فاطمۃ الزہرا نے سُن کر تنگی محسوس کی؟ ـــــــ جیسے کہ آج کل کی بچیاں رُوٹھ کر اور مُنہ سُجا کر بیٹھ جاتی ہیں ـــــــ وہ بھی رُوٹھ کر بیٹھ جاتیں کہ ابّا جان! ایک طرف تو آپ مجھ سے اتنی محبت جتاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے ساری اہلِ بَیت سے عزیز سمجھتے ہیں اور دوسری طرف آپ کو میرا کوئی خیال نہیں کہ چکّی چلاتے چلاتے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ـــــــ مجھے اتنے کام کرنے پڑتے ہیں اور میرا آپ کو کوئی خیال نہیں ـــــــ مَیں نے ایک لَونڈی مانگی آپ نے وہ لَونڈی ہی مجھے نہیں دی ـــــــ ناراض ہو کے اور رُوٹھ کر بیٹھ جاتیں ـــــــ آپ نے وظیفہ اور تسبیح جو ہمیں دی ہے وہ کب پڑھیں گے؟ ـــــــ سارے گھر کے کام وہ خود کیا کرتی تھیں ـــــــ مانگنے پر حضور ﷺ نے لونڈی کیوں نہیں دی؟

اس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ اگر لونڈی دے دیتے تو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ یہ نبی اپنے گھر میں بھی چیزیں پہنچا رہا ہے ـــــ ارے جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے باغِ فدک اپنی بیٹی کو دے دیا تھا ـــــ وہ ذرا سوچیں کہ جب حضور ﷺ نے مانگنے پر بیٹی کو لونڈی نہیں دی تو باغ فدک جس پر مسلمانوں کا حق تھا وہ حضور ﷺ کیسے اپنی بیٹی کو دے سکتے تھے؟ ـــــ یہ باغِ فدک مالِ فی تھا ـــــ مالِ فی کسے کہتے ہیں؟ ـــــ دشمنوں سے لڑ کر فتح حاصل کر کے لڑائی کے بعد جو مال ہاتھ آتا ہے اس کو مالِ غنیمت کہتے ہیں ـــــ اور جو علاقہ بغیر لڑائی کے صُلح کے ساتھ ہاتھ آجائے یعنی وہ لوگ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے بلکہ شکست کا اعتراف کرتے ہیں اپنی ہار مان لیتے ہیں، یہ علاقہ تمہارا اور جو کچھ ہم سے مانگتے ہو وہ دے دیتے ہیں ـــــ تو جو بغیر لڑائی کے مال ہاتھ میں آجائے تو اُس کو کہتے ہیں مالِ فی ـــــ نبی کریم اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کر سکتے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بغیر جنگ کے حاصل ہونے والا مال فلاں فلاں کا حصّہ ہے ـــــ تو یہ باغِ فدک بھی بغیر جنگ کے حاصل ہونے والا مال تھا ـــــ بھلا کس طرح نبی کریم سارے کا سارا گاؤں اپنی بیٹی کو دے سکتے تھے ـــــ حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو مانگنے پر لونڈی بھی نہیں دی ـــــ اس لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ نبی مالِ غنیمت اور مالِ فتوحات کو اپنی اولاد کو دے رہے ہیں ـــــ حضور ﷺ نے تو یہی فرمایا کہ میں جو کچھ کر رہا ہُوں اللہ کے لئے کر رہا ہُوں ـــــ اُس کا عوضانہ مَیں تجھ سے نہیں مانگتا ـــــ اُس کا عوضانہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے ـــــ حضور نے تو فرمایا کہ میری محنت و تبلیغ اور کوشش و کام کا اُجر تو اللہ تعالیٰ پر ہے ـــــ حضور ﷺ نے لونڈی دی کیوں نہیں؟ ـــــ ایک حکمت تو عرض کی دی اب دوسری سُنئے۔

حضور ﷺ نے اس لئے لونڈی نہیں دی کہ یتیموں، بیواؤں، ضعیفوں کا ماویٰ اور ملجا ہُوں ـــــ جس طرح میری ذات ٹوٹے ہُوئے دِلوں کا سہارا ہے اسی طرح تُو

بھی ٹوٹے ہوئے دِلوں کا سہارا بن ـــــ اَے میری لختِ جگر! میری اُمّت کی بہت سی ایسی عورتیں ہوں گی جن کو لونڈیاں میسّر نہیں ہوں گی ـــــ نوکرانیاں میسّر نہیں ہوں گی ـــــ جو گھر کے سارے کام خود کیا کریں گی اور جب وہ سارا دن کام کر کے رات کو تھک کے چُور چُور ہو کے لیٹا کریں گی تو پھر کس کی یاد اُن کے زخموں کا مرہم ہوگی؟ ـــــ کس کی یاد اُن کی تھکاوٹ کے دُور ہونے کا باعث ہوگی؟ ـــــ تو میری بیٹی تو اُن عورتوں کا سہارا بن ـــــ میری اُمّت کی وہ غریب عورتیں جو گھر کے سارے کام خود کیا کریں گی اُن کو تیری یاد آئے گی کہ ہمارے نبی کی لاڈلی بیٹی بھی گھر کے کام خود کیا کرتی تھیں ـــــ وہ تو جنت کی سردار تھیں ـــــ جب آپ کی یاد آئے گی تو اُن کے دُکھ کا مُداوا ہو جائے گا ـــــ اس لئے ہم لونڈی نہیں دے رہے تاکہ آپ کی سیرت اور زندگی ہماری اُمّت کی عورتوں کے لئے نمونہ بن جائے ـــــ مائیں بہنیں سبق حاصل کریں ـــــ اللہ تعالیٰ نے اتنی آسانیاں اور سہولتیں دی ہیں وہ شکر کریں اور کم از کم نماز تو پڑھ لیا کریں ـــــ نماز مردوں پر ہی فرض نہیں بلکہ عورتوں پر بھی فرض ہے ـــــ عورتوں سے پُوچھا جائے گا ـــــ اس لئے عورتوں کو چاہئے کہ نماز باقاعدہ پڑھا کریں ـــــ میرے بزرگو اور دوستو! ـــــ ہزاروں کی تعداد میں عورتیں اہلِ بیت کا ذکر سُننے کے لئے مجلسوں میں شریک ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے نام پر قربان جائیں ـــــ صرف قربان جانے سے کام نہیں چلے گا ـــــ قربان کیا جائیں؟ ـــــ ذرا سی کوئی ایسی بات ہو جائے سب اُٹھا کے بھاگ جائیں گی۔

ایک مرتبہ کھارادر میں چوہا نکل آیا تو وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگا ـــــ پھر کیا تھا لوگ اس طرح بھاگے کہ اُنہوں نے اپنی جُوتیاں بھی نہیں اُٹھائیں ـــــ ہم اعلان کرتے رہے کہ بھئی اپنی جُوتیاں تو لے جاؤ ـــــ اَب چوہا چلا گیا ہے ـــــ آپ حضرات سُن کر ہنس رہے ہیں ـــــ عورتوں کی ہی بات نہیں، مرد بھی بھاگ

اُٹھے تھے بلکہ مرد بھاگ کر عورتوں کی طرف چلے گئے تھے ــــــ استغفر اللہ! میری بات ذرا غور کے ساتھ سُنو ــــــ مَیں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم لوگ کیا مرد اور کیا عورتیں ــــــ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اہلِ بَیت پر قربان ہیں ــــــ عورتیں کہتی ہیں کہ ہم حضرت فاطمۃ الزہرا کے نام پر قربان جائیں ــــــ صرف زبانی کلامی قربان نہ جاؤ۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کی سیرت، ان کی زندگی پاک کے مقدس حالات پر عمل کرو ــــــ حضرت فاطمۃ الزہرا گھر کے سارے کام خود کیا کرتی تھیں ــــــ مانگنے پر بھی لونڈی نہیں مِلی مگر کوئی تنگی محسُوس نہیں کی ــــــ اب ان کی شان کی بھی ایک بات سُنو ــــــ ایک بات عرض کرتا ہُوں کہ حضور ﷺ نے لونڈی کیوں نہیں دی؟

حضور نے لونڈی اس لئے نہیں دی کہ بیٹی تو جنّت کی عورتوں کی سردار ہے ــــــ تیری شایانِ شان یہ لونڈیاں نہیں ــــــ تیرے کام کرنے کے لئے جنّت کی حُوریں اور اللہ تعالیٰ کے معصُوم فرشتے ہونے چاہئیں ــــــ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت اُمِ ایمن سے جن کا نام تھا 'برکت' مگر اُن کو اُمِ ایمن کہتے تھے ــــــ رمضان شریف کا مہینہ تھا ــــــ گرمیوں کے دن تھے ــــــ دوپہر کے وقت حضور ﷺ نے اُس مائی اُمِ ایمن سے کہا کہ ــــــ مائی! جاؤ میری بیٹی فاطمہ الزہرا کے پاس جاؤ ــــــ رمضان کے دن ہیں ــــــ سخت گرمیوں کے دن ہیں ــــــ تو گھر کا کوئی کام وغیرہ ہوگا ــــــ جو تھوڑا بہت کام ہو کر دینا۔

اُمِ ایمن آئیں ــــــ دوپہر کا وقت تھا اور دروازہ بند ہے ــــــ اُنھوں نے دروازے کے چھوٹے سے سوراخ سے جھانکا تو کیا دیکھا؟ ــــــ کہ سیّدۃ النساء سو رہی ہیں ــــــ دوپہر کے وقت آرام کر رہی ہیں اور چکّی خود بخود چل رہی ہے اور آٹا پس رہا ہے ــــــ اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا جھولا بھی خود بخود ہل رہا ہے ــــــ نہ چکّی چلانے والا نظر آتا ہے، نہ جھولا جھلانے والا نظر آتا ہے ــــــ سیّدۃ النساء نے روزہ رکھا ہوا ہے اور لیٹی ہوئی ہیں ــــــ حضرت اُمِ

ایمن نے دروازے کی دراز سے یہ منظر دیکھا تو واپس آ گئیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ باتیں آ کر عرض کر دیں ——— آپ نے فرمایا ——— میری بیٹی اللہ کی بندی ہے ——— وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شکر گذار بندی ہے ——— روزہ رکھا ہوا ہے ——— گرمی کے دن ہیں ——— اللہ نے میری بیٹی پر نیند غالب کر دی تا کہ وہ دو گھڑی آرام کر لے اور اُس کے کام کرنے کے واسطے اللہ نے فرشتوں کو بھیج دیا ہے ——— فرمایا اُمِ اَیمن جو چکّی تُو نے چلتی ہوئی دیکھی ہے وہ فرشتہ چلا رہا ہے ——— فرشتہ آٹا پیس رہا ہے ——— فرشتے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا جھولا جھلا رہے ہیں ——— تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی اس لئے نہیں دی کہ میری بیٹی یہ لونڈیاں تمہارے شایانِ شان نہیں ——— تیرے کام کرنے کیلئے نوری فرشتے موجود ہیں ———

وہ خاتون جنت معصوم حوریں باندیاں جن کی
مگر نوری فرشتے آ کر پیتے تھے چکّیاں جن کی

اس طرح زندگی گذاری کہ کئی کئی دن گھر میں فقر و فاقہ ہوتا تھا مگر کبھی زبان پر شکوہ نہیں لائیں ——— صبر و رضا کا یہ عالم ہے کہ ابھی امام حسین دُودھ پیتے بچے تھے کہ نبی کریم نے اعلان فرما دیا تھا کہ ——— میرا یہ بیٹا شہید کر دیا جائے گا ——— میری اُمت کے لوگ اس کو شہید کر دیں گے ——— اور جس زمین پر یہ شہید ہوگا اُس کا نام کربلا ہوگا۔

ابھی آپ بچے ہی تھے کہ نبی کریم نے اعلان فرما دیا مگر سیدہ بھی جانتی تھیں ——— سارے اہل بیت جانتے تھے مگر اُنہوں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا اور کبھی دُعا نہیں کی کہ ——— یا اللہ! وہ وقت نہ آئے ——— میرے بیٹے پر وہ تکلیف نہ آئے ——— جانتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِمتحان ہوگا ——— آزمائش ہوگی اور میرا بیٹا امتحان دے کر اعلیٰ درجہ حاصِل کرے گا ——— دُنیا میں اس کی شان کے ڈنکے

بجتے رہیں گے ـــــــ یہ بڑے صبر کی بات ہے اور شرم وحیا کا یہ عالم تھا ـــــــ مائیں بہنیں ذرا غور سے سُنیں ـــــــ جب سیّدہ کا آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیر سے یہ فرمایا ـــــــ کہ لوگ جس طرح آجکل جنازہ اُٹھاتے ہیں مجھے یہ پسند نہیں ـــــــ اُس وقت رواج یہ تھا کہ میت کو غُسل دینے کے بعد کفن پہنا دیتے تھے اور کفن پہنانے کے بعد اسی طرح میت لے جاتے تھے یا زیادہ سے زیادہ اس طرح ہوتا تھا کہ میت پر چادر ڈال دیتے تھے ـــــــ مگر میت کی جسامت نظر آتی تھی ـــــــ جسامت کا مطلب یہ ہے کہ وہ وجود موٹا ہے یا پتلا یعنی میت کا نشیب وفراز نظر آتا تھا ـــــــ سیدہ نے فرمایا میرا جنازہ رات میں اٹھایا جائے اور مجھے قبر میں پردے کے اہتمام کے ساتھ اتارا جائے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

شانِ اولیاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم

صدرِ محترم، اکابر علمائے کرام و برادرانِ ملت! ——— درود شریف پڑھئے ——— میں نے آپ حضرات کے سامنے تین آیات تلاوت کی ہیں ——— ان تین آیات کا ترجمہ اور ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیری اور تشریحی فوائد آپ کے سامنے پیش

کروں گا ـــــ اگرچہ اپنی کم علمی کا مجھے پورا پورا احساس ہے ـــــ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ اور آپ سب کو حق سُن کر قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ ارشاد ہوتا ہے ـــــ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ ـــــ ''خبردار! بیشک جو اللہ کے ولی ہیں'' ـــــ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ـــــ ''ان پر کوئی خوف نہیں'' ـــــ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ـــــ ''اور نہ وہ غمگین ہوں گے''

اللہ کے وَلی کون ہیں؟ ـــــ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ـــــ ''وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں'' ـــــ مومن بھی ہیں اور متقی بھی ـــــ لَهُمُ الْبُشْرىٰ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ـــــ ''بشارت ہے خوشخبری ہے واسطے ان کے زندگی میں اور آخرت میں'' ـــــ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ـــــ ''اللہ کی باتیں بدلتی نہیں'' ـــــ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ـــــ ''اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' ـــــ تین آیات کا ترجمہ میں نے آپ حضرات کے سامنے پیش کیا ہے ـــــ غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اَپنے وَلیوں کی عظمت وشان، ان کی پہچان اور ان کا انجام تک بیان فرما دیا ہے ـــــ ان کی عظمت وشان یہ ہے ـــــ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ـــــ ان کی پہچان یہ ہے ـــــ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ـــــ ان کا انجام یہ ہے ـــــ لَهُمُ الْبُشْرىٰ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ۔

اللہ تعالیٰ نے اِن تین آیات میں اَپنے وَلیوں کی عظمت وشان، ان کی پہچان اور ان کے انجام کو بیان فرما دیا ہے ـــــ ایک بات بڑی قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کا ذکر کیا تو حرف 'تنبیہ' سے شروع فرمایا ـــــ 'اَلَا' حرفِ تنبیہ ہے جس کا معنیٰ ہے 'خبردار' ـــــ تو اللہ نے اولیاء کا ذکر کرنے سے پہلے خبردار کیا ـــــ 'اَلَا' خبردار! ـــــ حالانکہ آپ حضرات قرآن پڑھتے ہیں ـــــ

جہاں اللہ نے نماز کا ذکر کیا ـــــ جہاں اللہ نے روزہ کا ذکر کیا ـــــ جہاں اللہ نے حج کا ذکر کیا ہے ـــــ جہاں اللہ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے ـــــ وہاں حرفِ تنبیہ نہیں فرمایا ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ وَاَقِيْمُو الصَّلٰوةَ وَآتُوالزَّكٰوةَ ـــــ ''نماز قائم کرواور زکوٰۃ ادا کرو'' ـــــ فرمایا يٰٓاَ يُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ـــــ ''تم پر روزے رکھنے فرض کر دیئے گئے'' ـــــ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ـــــ ''جیسا کہ فرض کر دیئے گئے تھے اُن لوگوں پر جو تم سے پہلے ہوئے ـــــ کیوں فرض کئے ہیں؟ ـــــ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ـــــ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ـــــ روزے کا حکم دیا حرف 'تنبیہ' نہیں ہے ـــــ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ـــــ ''اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو حج کرنے کی، مکّہ جانے کی استطاعت رکھتا ہو'' ـــــ حرفِ 'تنبیہ' نہیں ہے ـــــ نماز کا، زکوٰۃ کا، روزے کا، حج کا حکم دیا حرف تنبیہ نہیں فرمایا ـــــ اولیاءاللہ کا ذکر کیا تو پہلے حرف تنبیہ فرمایا ـــــ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ـــــ وہ جانتا تھا، وہ جانتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو نماز، روزے، حج وزکوٰۃ کا تو انکار نہیں کریں گے ـــــ ان کی اہمیّت کا انکار نہیں کریں گے ـــــ مگر اولیاءاللہ کا انکار کریں گے ـــــ اُن کے کمالات کا انکار کریں گے ـــــ اُن کی کرامات کا انکار کریں گے۔

اِسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اولیاء کا ذکر کرنے سے پہلے خبردار کر دیا ـــــ خبردار! ـــــ ان کی عظمت وشان کا انکار نہ کرنا ـــــ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی عظمت وشان کا ڈنکا میں خود بجا رہا ہُوں ـــــ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ ''الا'' خبردار! ـــــ آپ جانتے ہیں کہ خبردار کا استعمال کس مقام پر ہوتا ہے؟ ـــــ 'خبردار' اُس مقام پر کہتے ہیں جو بڑا نازک ہو

مثلاً آپ بجلی گھر میں چلے جائیں ـــــــ جہاں بہت بڑا خطرہ ہو ـــــــ جونہی آپ بجلی گھر میں داخل ہوں گے داخل ہوتے ہی آپ کو جگہ جگہ خبرداری کے بورڈ لگے ہوئے نظر آئیں گے ـــــــ سُرخ روشنائی سے لکھا ہوگا ـــــــ خبردار! خبردار! ڈینجر ـــــــ یہ پڑھے لکھے لوگوں نے جگہ جگہ خبردار کیوں لکھا ہے؟ ـــــــ یہ جانتے ہیں کہ بجلی گھر میں طرح طرح کے آدمی آتے ہیں ـــــــ پڑھے لکھے بھی آتے ہیں اور اَن پڑھ بھی آتے ہیں ـــــــ دانا بھی آتے ہیں، نادان بھی آتے ہیں ـــــــ ماہر بھی آتے ہیں، غیر ماہر بھی آتے ہیں ـــــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی اَن پڑھ، کوئی غیر ماہر، کوئی نادان جگہ جگہ ہاتھ لگا کر دیکھتا پھرے کہ ـــــــ یہ کیا ہے؟ یہاں کیا ہو رہا ہے؟

معاملہ بڑا نازک ہے ـــــــ معاملہ بڑا خطرناک ہے ـــــــ کہیں کرنٹ پڑ جائے تو جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے ـــــــ اسی لئے جہاں جان کا خطرہ تھا وہاں پڑھے لکھے لوگوں نے خبرداری کا بورڈ لگا دیا ـــــــ جہاں ایمان کا خطرہ تھا وہاں رب تعالیٰ نے خبرداری کا بورڈ لگا دیا ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ وَلیوں کی صحبت میں آنے والو! ـــــــ وَلیوں کا ذکر سُننے اور سُنانے والو! ـــــــ ذرا خبردار ہو کے رہنا ـــــــ ذرا ہوشیار ہو کے رہنا ـــــــ یہ معاملہ بڑا نازک ہے ـــــــ ان کو عام بندوں جیسا بندہ سمجھ کر گستاخی نہ کر بیٹھنا ـــــــ کوئی ہلکا کلمہ مُنہ سے نہ کہہ بیٹھنا ـــــــ یاد رکھو! جس طرح بجلی کے تار کو ہاتھ لگانے سے جان کا خطرہ ہے ـــــــ اسی طرح وَلی کی شان میں گستاخی کرنے سے ایمان کا خطرہ ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ ''الا'' خبردار!

مارکیٹوں میں، محلوں میں، بازاروں میں ـــــــ رات کو پہریدار کہتا ہے، آواز لگاتا ہے ـــــــ خبردار! خبردار! ـــــــ مجھے بتاؤ کہ یہ پہریدار کس کو خبردار کرتا ہے؟ ـــــــ دوکانوں کو، مکانوں کو یا مکان والوں کو؟ ـــــــ ارے

وہ دوکانوں مکانوں کو خبردار نہیں کرتے ـــــ شاید آپ کہہ دیں گے مکان والوں کو خبردار کرتے ہیں ـــــ اگر مکان والوں کو خبردار کریں گے تو مکان والے کہیں گے ـــــ اگر ہم کو ہی خبردار ہو کے رہنا ہے تو تمہاری ڈیوٹی کس لئے لگائی گئی ہے؟ ـــــ ارے تمہیں تو اسی لئے مقرر کیا ہے کہ ہم ذرا تھکے ہُوئے ہیں چین کی نیند سوئیں ـــــ اور تم ذرا 'خبردار'، 'خبردار' کہو، پہرہ دو ـــــ بلا تشبیہ و تمثیل بات سمجھنے سمجھانے کے لئے ہوتی ہے ـــــ مثال، مثال ہی ہوتی ہے ـــــ مثال تفہیم کے واسطے ہوتی ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پہریدار خبردار کرتا ہے چور کو ـــــ وہ چور کو خبردار کرتا ہے کہ اَے چور خبردار! ـــــ اس کوچے، اِس محلّے کی طرف نہ آنا ـــــ کیونکہ یہ وہ کوچہ، وہ محلّہ ہے جس کا پہریدار مَیں کھڑا ہُوں ـــــ بلا تشبیہ و تمثیل اللہ تعالیٰ وَلیوں کے دشمنوں کو، وَلیوں کی عظمت و شان کے منکروں سے فرماتا ہے ـــــ اَے منکرو! ـــــ اَے میرے وَلیوں کے دُشمنو! ـــــ خبردار ہو کے رہنا ـــــ یہ وہ طبقہ ہے جس کا مَیں محافظ و مددگار ہُوں ـــــ اللہ ارشاد فرماتا ہے ـــــ اَلَا ''خبردار'' ـــــ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ ـــــ ''بیشک جو اللہ کے وَلی ہیں'' لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ـــــ ''اُن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ایک ہیں اولیاء اللہ ـــــ اور ایک ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ـــــ یہ بڑی سمجھنے کی چیز ہے ـــــ قرآن کریم کے اندر 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ' کی بہت سی آیات ہیں ـــــ اکثر و بیشتر آیات میں 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ' سے مراد بُت ہیں۔

آپ حضرات جانتے ہیں ـــــ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام مبعوث ہوئے تھے تو اہلِ عرب ہی نہیں بلکہ ساری دُنیا کے لوگ شِرک و کُفر میں مُبتلا تھے ـــــ بُتوں کو معبود مانتے تھے ـــــ بُتوں کی پُوجا کرتے تھے

بُتوں کو الٰہ مانتے تھے ـــــــ بُتوں کو معبود مان کر اُن کی پرستش کرتے تھے ـــــــ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بُتوں کے حق میں آیات اُتاریں ـــــــ اور بُتوں کے لئے 'مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ' کا لفظ اِرشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ اَے مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کو پُوجنے والو ـــــــ اَے مُشرکو اور کافرو! ـــــــ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ جن کو تم پکارتے ہو ـــــــ جن کی تم عبادت کرتے ہو ـــــــ یہ تو کسی چیز کی بھی قدرت نہیں رکھتے ـــــــ یہ تو ہرگز نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے ـــــــ یہ تمہاری فریاد کو نہیں سُنتے ـــــــ یہ تمہاری مشکل آسان نہیں کر سکتے ـــــــ اِن کی بے کسی اور بے بسی کا یہ حال ہے کہ ـــــــ اگر اِن کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو یہ مکھی کو بھی نہیں اُڑا سکتے ـــــــ اللہ تعالیٰ نے بُتوں کے حق میں آیتیں اتاریں ـــــــ اور آجکل یہ ظلم ہو رہا ہے کہ ـــــــ وہی آیات جو اللہ نے بُتوں کے حق میں اُتاری ہیں مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ والی ـــــــ وہی آیتیں نبیوں اور وَلیوں پہ چسپاں کر کے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ـــــــ معاذ اللہ! نبی وَ ولی کچھ نہیں کر سکتے ـــــــ کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے ـــــــ کسی قسم کی قدرت اور اختیار نہیں رکھتے ـــــــ کسی کی پکار نہیں سُنتے ـــــــ کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

مَیں آپ سے پُوچھتا ہُوں کہ ـــــــ اللہ تعالیٰ آیات تو بُتوں کے حق میں اُتارے اور اُن کو لگا دیا جائے نبیوں اور وَلیوں پر ـــــــ یہ عدل وانصاف ہے یا ظلم ـــــــ یہ تو بہت بڑا ظلم ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ قرآن میں پہلے ہی فرما چکا ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے ـــــــ وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ـــــــ "ہم جو قرآن اُتارتے ہیں یہ مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے، رحمت ہی رحمت ہے ـــــــ وَلَا يَزِيۡدُ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا خَسَارًا ـــــــ "اور قرآن اِن کے لئے سوائے خسارے کے کچھ زیادہ نہیں

اُن کے خسارے اور اُن کے نقصان میں قرآن اضافہ ہی کرتا چلا جاتا کرتا" ــــــ یہ نہیں فرمایا وَلَا یَزِیْدُ الْکَافِرِیْنَ ــــــ بلکہ یہ فرمایا وَلَا یَزِیْدُ الظَّالِمِیْنَ ــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو قرآن پڑھتے تو ہیں مگر عدل سے کام نہیں لیتے ــــــ ظلم کرتے ہیں ــــــ اُن ظالموں کے واسطے یہ قرآن رحمت وشفا نہیں بلکہ نقصان کا موجب ہے۔

دیکھئے! اگر جُوں والی ایک آیت اولیاء پر لگائی تو نقصان ہوا ــــــ دو لگائیں تو اور نقصان ہوا ــــــ تین لگائیں حتّٰی کہ جتنی مرتبہ لگاتے گئے اُتنا ہی نقصان اور خسارہ بھی بڑھتا ہی چلا گیا ــــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ــــــ وَلَا یَزِیْدُ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ــــــ اس لئے سمجھ لیجئے ایک ہیں "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" ــــــ اور ایک ہیں "اَوْلِیَاءَ اللّٰہ" ــــــ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کچھ نہیں کر سکتے ــــــ اولیاء اللہ اللہ کی عطا سے بہت کچھ کر سکتے ہیں ــــــ چنانچہ دو تین آیات پیش کرتا ہوں ــــــ آپ حضرات کو "اَوْلِیَاءَ اللّٰہ" اور "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" کا اندازہ ہو جائے گا ــــــ ارشاد ہے ــــــ وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ــــــ وَمَا لَکُمْ "اور نہیں ہے تمہارے لئے" ــــــ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ ــــــ ہم لوگ کہتے ہیں کہ ان آیتوں میں "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" سے مراد بُت ہیں ــــــ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ "اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں" ــــــ وَمَا لَکُمْ "اور نہیں تمہارے واسطے" ــــــ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ "اللہ کے سوا" ــــــ مِنْ وَّلِیٍّ "کوئی ولی" ــــــ وَلَا نَصِیْرٍ "اور کوئی مددگار"

اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں ــــــ اچھا اب دوسری آیت دیکھو ــــــ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ــــــ "تمہارا ولی اللہ بھی ہے اور اس کا رسول بھی اور کامل ایمان والے بھی ہیں" ــــــ پہلی آیت میں

اللہ ـــــــ دوسری آیت میں بتایا ـــــــ بتایا اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں
بھی تمہارا ولی ہے، اس کا رسول بھی تمہارا ولی ہے اور کامل ایمان والے بھی تمہارے ولی ہیں
ـــــــ یہ تو تضاد ہو گیا اور قرآن میں تضاد نہیں ہے ـــــــ یہ تو اختلاف ہو گیا
اور قرآن میں اختلاف نہیں ہے ـــــــ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ـــــــ ''اگر یہ قرآن کسی اور کی طرف سے نازل ہوا ہوتا تو تم اس میں بڑا اختلاف کرتے''

چونکہ نازل کرنے والا اللہ ہے ـــــــ جسے اوّلین و آخرین کا علم ہے
ـــــــ جس کا علم قدیم ہے ـــــــ اس کے کلام میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں
ہے ـــــــ قرآن کہہ رہا ہے اختلاف نہیں ـــــــ اور پہلی آیت میں ہے
تمہارا کوئی وَلی نہیں ـــــــ اور دُوسری آیت میں ہے ـــــــ اللہ بھی، اس کا
رسُول بھی اور ایمان والے بھی تمہارے وَلی ہیں ـــــــ اَب بتایئے اِس تضاد اور
اِس اختلاف کو کیسے رفع کیا جائے گا؟ ـــــــ اِس لئے وہی بات یاد رکھیں
ـــــــ پہلی آیت میں ایک لفظ ہے 'مِنْ دُوْنِ اللّٰه' کا ـــــــ وَمَا لَکُمْ
مِنْ دُوْنِ اللّٰه ـــــــ 'مِنْ دُوْنِ اللّٰه' لفظ آیا یا نہیں؟ ـــــــ اور مِنْ
دُوْنِ اللّٰه سے مراد بُت ہیں ـــــــ اب کوئی اختلاف نہیں رہے گا ـــــــ
اَللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ
ـــــــ ''تمہارے لئے بُتوں میں کوئی وَلی نہیں'' ـــــــ کیونکہ 'مِنْ دُوْنِ
اللّٰه' سے مراد بُت ہیں ـــــــ اچھا یا اللہ! بُتوں میں تو ہمارا کوئی وَلی نہیں
ـــــــ وَیسے کوئی ہمارا وَلی ہے؟

اَللہ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ـــــــ
''تمہارا وَلی اللہ ہے، اس کا رسُول ہے اور ایمان والے ہیں ـــــــ قرآن میں تو
اختلاف نہیں ہے ـــــــ اختلاف پیدا کر دیا جاتا ہے ـــــــ اَور سُنو!

اگر 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' سے مُراد نبیوں اور ولیوں کو بھی لیا جائے تو ـــــ اللہ تعالیٰ کافروں سے ارشاد فرماتا ہے ـــــ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ "بیشک اے کافرو! تم 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ جہنم کا ایندھن ہیں ـــــ اب اگر اولیاء اللہ کو اور نبیوں کو 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' میں داخل کیا جائے ـــــ تو پھر نتیجہ کیا نکلے گا؟ ـــــ کیونکہ اللہ فرماتا ہے ـــــ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ "جہنم کا ایندھن ہیں"

اور لوگ کہتے ہیں کہ ـــــ وَلی بھی 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' میں داخل ہیں ـــــ تو جو لوگ نبیوں اور ولیوں کو 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' میں داخل کرتے ہیں ـــــ تو گویا وہ لوگ دَر پردہ انبیاء و اولیاء کو جہنمی بناتے ہیں ـــــ اب تم جواب دو! ـــــ کیا وہ جہنمی ہیں؟ ـــــ اُن کے متعلق جو جہنمی ہونے کا تصور بھی کرے وہ خود ہی جہنمی نہ ہو جائے ـــــ اُن کے لئے تو بشارت آگئی ـــــ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ـــــ اِس لئے نبی اور وَلی مِنْ دُوْنِ اللّٰہ میں داخل نہیں ہیں ـــــ وہ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں ـــــ اس لئے مِنْ دُوْنِ اللّٰہ والی آیات کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کر دینا غلط ہے ـــــ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عدل و انصاف کی توفیق عطا فرمائے ـــــ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ـــــ اولیاء اللہ کی یہ شان ہے کہ ـــــ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ـــــ "اُن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے" ـــــ

اور سُنئے ـــــ 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' کی کیا حالت ہے؟ ـــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام بُت خانے میں گئے اور سارے بُتوں کو چورا چورا کر دیا ـــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ فَجَعَلَھُمْ جُذٰذًا ـــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُتوں کو چورا چورا کر دیا اور واپس آگئے ـــــ مشرکین آئے،

اُنہوں نے اپنے بتوں کی اور دیوتاؤں کی حالت دیکھی ـــــ کیفیت یہ تھی کہ بندوں کو خداؤں پر رحم آرہا تھا ـــــ کہنے لگے ـــــ مَنْ فَعَلَ هٰذَا ''وہ کون ہوسکتا ہے جس نے ہمارے معبودوں کا یہ حال کیا؟'' ـــــ کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کیا؟ ـــــ کہنے لگے، ہم نے سُنا ہے کہ ایک نوجوان ہے ـــــ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ـــــ جس کو ''ابراہیم'' کہتے ہیں ـــــ وہ اِن بتوں کا تذکرہ ذرا دُوسرے رنگ میں کیا کرتا ہے ـــــ باقی تو ساری قوم نیاز مند ہے ـــــ اِن بتوں کی پجاری ہے لیکن وہ ان کا بڑا دشمن ہے ـــــ وہ ان کا دوسرے لفظوں میں ذکر کیا کرتا ہے ـــــ اُس کے سِوا یہ کسی اور کا کام نہیں ہوسکتا۔

اِس سے سَبق حاصل کرو کہ ـــــ نوجوانوں کے کیسے کام ہوا کرتے تھے ـــــ ایک نوجوان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کام کیا؟ ـــــ عِید کا دن تھا، قوم عید منا رہی تھی اور قوم کی عید کیا تھی؟ ـــــ وہ شہر سے باہر جا کر شرابیں پی رہے تھے ـــــ رنگ رَلیاں منا رہے تھے ـــــ عَیش وعشرت میں مشغول تھے ـــــ لیکن اللہ کے ایک بندے نے آکر تمام معبودانِ باطلہ کا صفایا کردیا ـــــ چُورا چُورا کردیا ـــــ ایسا کام کیا جس کام سے اللہ خوش ہو ـــــ معلوم ہوا عید کے دن شرابیں پینا ـــــ عید کے دن عَیش وعشرت کرنا ـــــ یہ اللہ کے بندوں کا طریقہ نہیں ہے ـــــ یہ کفّار کا طریقہ ہے ـــــ یہ اَیسا کام ہے جس سے اللہ خوش نہیں ہوتا ـــــ نوجوان بُت پرست نہیں ہوتے، بُت شکن ہوتے ہیں ـــــ آجکل ہمیں بھی بُت شکن بننا چاہئے ـــــ نوجوانو! ـــــ فیشن پرستی چھوڑ دو، صنم شکن ہوجاؤ ـــــ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ دیا ـــــ اللہ اکبر! جس وقت وہ مُشرک آئے تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کس کی جُراَت ہے؟ ـــــ جس نے بتوں کو توڑا

پکڑ کے لاؤ اُس کو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ــــــــ تاکہ لوگ اُس کو دیکھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا کہ ــــــــ چلئے صاحب ذرا! ــــــ فرمایا چلئے! ــــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے ــــــ کوئی فوج ساتھ نہیں ہے ــــــ کوئی اسلحہ ساتھ نہیں ہے ــــــ تنہا پوری قوم کے سامنے چلے آئے ــــــ وہ قوم جو سب کی سب بتوں کی پوجا کرنے والی تھی ــــــ اور آپ نے اُن کے بتوں کو چورا چورا کر دیا تھا ــــــ آپ بلا خوف وخطر تشریف لے گئے ــــــ کیونکہ بظاہر اکیلے تھے مگر خدا اُن کے ساتھ تھا ــــــ اللہ جو اُن کے ساتھ تھا تو پھر وہ اکیلے کیسے ہوئے؟ ــــــ ارے میاں! جن کے ساتھ اللہ ہو، کوئی ان کو مغلوب کر سکتا ہے؟ ــــــ کوئی اُن کو مرعوب کر سکتا ہے؟ ــــــ نہیں نہیں، ہرگز نہیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے آئے ــــــ جس وقت آئے تو قوم نے کہا ــــــ اَے ابراہیم! ــــــ کیا تو نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ ــــــ آپ نے فرمایا ــــــ ''یہ بڑا بت ہے، اِسی نے کیا ہوگا'' ــــــ ''کیونکہ کلہاڑا تو اِسی کے کندھے پر رکھا ہوا ہے'' ــــــ ''اِس سے پوچھ لو!'' ــــــ اِس لئے کہ بڑوں کو چھوٹوں پر غصہ آ ہی جاتا ہے ــــــ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بڑے کو غصہ آ گیا ہو اور اس نے چھوٹوں کا صفایا کر دیا ہو ــــــ نہیں! تو پھر ایسا کرو کہ ان چھوٹوں سے پوچھ لو کہ تمہیں کس نے مارا ہے؟ ــــــ اَے چھوٹو! چورا چورا ہونے والو! تم ہی بتا دو کہ تمہیں کس نے چورا چورا کیا ہے؟ ــــــ بات بڑی لاجواب تھی ــــــ جس وقت آپ نے یہ فرمایا ــــــ اُنہوں نے بڑی خجالت کے ساتھ، بڑی ندامت کے ساتھ گردنیں جھکا لیں ــــــ اور بڑے شرمسار ہو کے کہنے لگے ــــــ ''اَے ابراہیم! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بول

بس اُن کا یہ کہنا تھا کہ آپ کو موقع مل گیا ــــــ کیونکہ نہیں سکتے" ــــــ آپ نے ارشاد فرمایا ــــــ اُفٍ لَّكُمْ وَلِمَا حجت قائم ہو گئی تھی ــــــ "ارے کچھ تو عقل سے کام لو! افسوس ہے تم پر تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ــــــ ارے کچھ تو خیال اور تُف ہے تمہارے اِن بُتوں پر جو مِنْ دُوْنِ اللّٰه ہیں" ــــــ اِن کو چُورا چُورا کر دیا جائے تو یہ کرو! کہ اِن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے ــــــ اگر یہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تو تمہیں کیا نفع و اَپنے آپ کو نہیں بچا سکتے ــــــ اِن کی بے کسی اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ یہ اپنے چُورا نقصان پہنچائیں گے؟ ــــــ تو تمہیں کیا بچائیں گے اور تمہیں چُورا کرنے والے کا نام تک نہیں لے سکتے ــــــ اُفٍ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کیا نفع و نقصان پہنچائیں گے؟ ــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد ــــــ اس لئے 'مِنْ دُوْنِ اللّٰه' سے مراد بُت ہیں ــــــ فرماتا ہے ــــــ افسوس ہے تم پر اور تمہارے یہ جو 'مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ' بُت ہیں ان پر ــــــ آپ نے سُنا کہ 'مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ' کچھ نہیں کر سکتے ــــــ اُن کو چُورا چُورا کر دیا جائے ــــــ اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے ــــــ پھر بھی کچھ نہیں کر سکتے ــــــ اُن پر مکھی بیٹھ جائے تو اُسے اُڑا نہیں سکتے۔

اب سُنو! اولیاء اللہ کیا کر سکتے ہیں؟ ــــــ اولیاء اللہ اگر اشارہ کر دیں تو بُت بھی پھر کچھ کرنے لگ جاتے ہیں ــــــ حضرت مولانا غلام رسُول جنہوں نے حضرت یُوسف علیہ السلام کے حالات پر کتاب لکھی ہے ــــــ اُن کے پڑوس میں ایک مندر تھا ــــــ ہندوؤں کے شادی ہوئی ــــــ وہ دُلہن کو لے کر مندر میں گئے ــــــ لڑکی کے ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں لڈو تھے ــــــ وہ پلیٹ آگے کر کے بُت سے کہنے لگی ــــــ اِسے کھاؤ! اِسے کھاؤ! ــــــ وہ تو بُت تھا کیسے کھاتا؟ ــــــ مولانا ساتھ تھے فرمانے لگے بھئی کھاتا کیوں نہیں؟ ــــــ یہ تجھے کہہ جو رہی ہے کھا، تو کھالے ــــــ بُت لڈو کھانے لگ گیا

کیونکہ اللہ والے نے فرمایا، کھالے ـــــ وہ ساری پلیٹ ہی صاف کر گیا ـــــ وہ لڑکی جب واپس آئی تو پلیٹ خالی پائی ـــــ اُس نے پوچھا لڈو کہاں گئے؟ ـــــ سہیلی کہنے لگی لڈو بُت کھا گیا ہے ـــــ سب گھر والے کہنے لگے کہ لڑکی تو کوئی بھُو کے گھر کی ہے ـــــ لڈو کھا خود گئی ہے اور نام بُت کا لیتی ہے ـــــ یہ بھو کی کہیں کی ہمارے گھر آ گئی ہے ـــــ لڈو خود کھائے اور نام بُت کا لے رہی ہے ـــــ اِن بُتوں نے تو آج تک لڈو تو کیا مکھی بھی نہیں اُڑائی ـــــ لڑکی کہنے لگی مجھے بُت کی قسم وہی کھا گیا ـــــ سب کہنے لگے کہ اِس نے تو کبھی کچھ کھایا ہی نہیں ـــــ لڑکی کہنے لگی ایسا کرو تم ایک پلیٹ لڈو اور لا دو مَیں پھر اس کے پاس لے جاتی ہُوں ـــــ وہ پلیٹ اور لے آئے اور ساتھ تماشائی بھی آ گئے ـــــ وہ لڑکی بُت کے پاس لڈو لے گئی ـــــ پلیٹ آگے رکھ دی اور کہا کھا بھی ـــــ اس نے نہ کھائے، اب وہ رونے لگی اور اصرار کر رہی ہے کہ کھاؤ بھی ورنہ یہ سب کہیں گے کہ ـــــ ''بھُو کے گھر کی لڑکی ہے'' ـــــ نہیں کھائے تو میری عزت نہیں رہے گی ـــــ لڑکی نے دائیں طرف دیکھا جدھر سے پہلے آواز آئی تھی ـــــ اُدھر مُنہ کر کے کہنے لگی ـــــ اَے آواز دینے والے! ایک مرتبہ پھر آ جا ورنہ میری عزت خاک میں مل رہی ہے ـــــ اس نے جب پکارا تو حضرت صاحب پھر آ گئے اور کہنے لگے ـــــ بھئی! جب تجھ سے یہ کہہ جو رہی ہے تو تُو کھاتا کیوں نہیں؟ ـــــ وہ بُت پھر کھانے لگ گیا ـــــ اَرے جب اللہ والوں کی نظر ہو جائے تو پھر بے جان بُت بھی کچھ کرنے لگ جاتے ہیں۔

میرے دوستو! ـــــ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ان حکمتوں کو جانتا ہے ـــــ جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے ـــــ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے ـــــ یہ الگ بات ہے کہ ہماری

سمجھ اُس حکمت تک پہنچے یا نہ پہنچے ـــــــ لیکن ایک بات اور بھی ہے جو مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہُوں ـــــــ اور یہ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہتا اللہ تعالیٰ کا فرمان پیش کرتا ہوں ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ اور یہ بات یاد رکھنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ نے سب کو ڈھیل دے رکھی ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ـــــــ جب بندے بُرائیاں کرتے ہیں ـــــــ نافرمانیاں کرتے ہیں ـــــــ ظلم وستم کرتے ہیں ـــــــ اُن کے اندر بھی جان پڑ جائے ـــــــ یہ اُس کی عظمت ہے ـــــــ جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا ـــــــ علم کی برکت دیکھو!۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی کا واقعہ سنو! ـــــــ بلقیس کے تخت لانے کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے ـــــــ ارشاد ہوا وہ بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا ـــــــ کیا تھا اس کے پاس؟ ـــــــ علم! ـــــــ یہ نہیں فرمایا ـــــــ وہ بولا جس کے پاس بڑی دولت تھی ـــــــ وہ بولا جس کے پاس جُبّہ تھا ـــــــ نہیں! وہ بولا جس کے پاس علم تھا ـــــــ جو آپ کا صحابی تھا ـــــــ اس کا نام تھا ''آصف بن برخیا'' ـــــــ وہ بولا ـــــــ کیا کہنے لگا؟ ـــــــ یا نبی اللہ! مَیں اُس تخت کو آپ کے پاس لاتا ہُوں ـــــــ اَنَا اٰتِیۡكَ بِهٖ ـــــــ ''میں لاتا ہُوں'' ـــــــ یہ کہتے ہیں کچھ کر ہی نہیں سکتے ـــــــ اُس نے کہا اَنَا 'میں' اٰتِیۡكَ 'لاتا ہوں' ـــــــ وہ اِتنی دور پڑا ہوا ہے ـــــــ اِتنا وزنی ہے ـــــــ اس کو مَیں لاتا ہُوں ـــــــ اور کتنی جلدی لاؤں گا؟ ـــــــ کتنی دیر میں لاؤں گا؟ ـــــــ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡكَ طَرۡفُكَ ـــــــ ''آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لادُوں گا'' ـــــــ یہ اللہ کا کلام ہے ـــــــ اللہ کے کلام میں مبالغہ نہیں ہوتا ـــــــ اللہ تعالیٰ کا کلام افراط و تفریط سے پاک ومنزّہ ہوتا ہے ـــــــ شاعر کے کلام میں مبالغہ ہوسکتا ہے

لیکن یہ تو قرآن ہے جو مبنی بر حقیقت ہے ـــــــ جس کا ایک ایک حرف ایسا ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے ـــــــ اللہ فرما رہا ہے ـــــــ اس نے کیا کہا؟ ـــــــ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں ـــــــ آنکھ جھپکنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ ـــــــ مگر وہ اللہ کا بندہ تھا ـــــــ کہا اس سے بھی پہلے لاتا ہوں ـــــــ حضرت سلیمان نے فرمایا ـــــــ لاؤ! ـــــــ اُس نے کہا ـــــــ "یہ لیجئے! یہ پڑا ہے"

فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ ـــــــ "جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا" تخت ان کے پاس پڑا ہوا تھا ـــــــ دیکھ کر فرمانے لگے ـــــــ

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ـــــــ "یہ میرے رب کا فضل ہے" ـــــــ آپ بتا رہے ہیں ـــــــ دیکھنے والے میرے رب کا ذرا فضل تو دیکھو! ـــــــ ذرا دیکھو تو سہی جس دربار کے غلاموں کی یہ شان ہے تو اُن کے آقا کی کیا شان ہوگی؟ ـــــــ ذرا میرے رب کا فضل دیکھو! ـــــــ مجھے کیسے کیسے غلام اور اُمتی عطا فرمائے ـــــــ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ـــــــ "یہ میرے رب کا فضل ہے" ـــــــ اللہ کا وَلی آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لے آیا ـــــــ معلوم ہوا 'مِنْ دُوْنِ اللّٰہ' کچھ نہیں کر سکتے ـــــــ اولیاء اللہ، اللہ کی عطا سے بہت کچھ کر سکتے ہیں ـــــــ یہ بھی سُن لو! ـــــــ اَولیاء اللہ کیسے کر لیتے ہیں؟ ـــــــ اِن کو یہ درجہ، یہ مرتبہ، یہ قدرت کیسے عطا ہوتی ہے؟ ـــــــ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ ـــــــ "وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اُٹھتے ہوئے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ـــــــ کھڑے ہوں تو اللہ کا ذکر ـــــــ بیٹھے ہوں تو اللہ کا ذکر ـــــــ کروٹ اور لیٹے ہوں تو اللہ کا ذکر۔

کسی حالت میں اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے ـــــــ کیونکہ ان کو سبق کیا دیا جاتا ہے؟ ـــــــ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ

تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں ــــــ کھڑے، بیٹھے، لیٹے کسی حالت میں بھی اللہ کی یاد سے
غافل نہیں ہوتے ــــــ راتیں ان کی کیسی گذرتی ہیں؟ ــــــ جن کی
راتیں ــــــ سو کر گذرتی ہیں ــــــ تاش کھیل کر گذرتی ہیں ــــــ
سنیماؤں میں گذرتی ہیں ــــــ غفلت میں گذرتی ہیں ــــــ معاذ اللہ!
اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے ــــــ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ
ــــــ "وہ رات گذار دیتے ہیں رب کے واسطے" ــــــ سُجَّدًا وَّقِیَامًا
ــــــ "سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے" ــــــ ساری دنیا محوِ
خواب ہوتی ہے ــــــ کوئی کسی شغل میں، کوئی کسی شغل میں ــــــ اللہ والے
جو ہیں وہ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں
ــــــ وہ کس طرح رات گذارتے ہیں؟ ــــــ سُجَّدًا وَّقِیَامًا
ــــــ "سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے"

مسلمانو! حنفیو! ــــــ اپنے مقدر پر ناز کرو ــــــ ہمارے امامِ
اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز چالیس سال تک پڑھی ہے
ــــــ آپ رمضان المبارک میں ۶۱ قرآن ختم کیا کرتے تھے ــــــ ایک
دن کو اور ایک رات کو اور ایک نماز تراویح میں ــــــ جس مقام پر آپ کی وفات
ہوئی ہے ــــــ بغدادی نے "تاریخِ بغداد" میں لکھا ہے ــــــ جس مقام پر
آپ کی وفات ہوئی ہے اس مقام پر آپ نے بہتر ہزار (۷۲۰۰۰) مرتبہ قرآن شریف ختم
کیا ــــــ اللہ اکبر! ــــــ ہمارے امام اعظم نے چالیس سال تک عشاء
کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ــــــ یہ تو ہیں ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ۔

ایک ہیں ہمارے غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ــــــ شیخ محقق سیدنا عبدالحق
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اخبار الاخیار شریف" میں فرماتے ہیں کہ
ــــــ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے

اور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ـــــــ مَیں نے پندرہ سال مسلسل اس طرح گذارے ہیں کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر عشاء اور فجر کے درمیان میں ہر روز پورا قرآن ختم کیا کرتا تھا ـــــــ پندرہ سال مَیں نے اس طرح گذارے اور چالیس سال نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ـــــــ ایک جگہ ایک آدمی نے رقعہ لکھ کر بھیجا کہ ان کا وضو نہیں ٹُوٹتا تھا ـــــــ ان کی ہوا نہیں خارج ہوتی تھی ـــــــ مَیں نے کہا نہیں ہوتی تھی ـــــــ کیونکہ وہ تیری طرح چھ چھ روٹیاں کھا کر اور چھ چھ پیالے دال پی کر نہیں سوتے تھے ـــــــ وہ تیری طرح آلو کا پیالہ اور گوشت کا پیالہ کھا کے نہیں سوتے تھے ـــــــ اس طرح سے ان کا وضو نہیں ٹُوٹتا تھا ـــــــ کیونکہ ان کا جسم بھی سراپا رُوح بن چکا تھا ـــــــ کتابیں پڑھ کے دیکھو!

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ـــــــ مَیں نے پچیس سال تک جنگلوں میں اس طرح عبادت کی کہ میرا جسم بھی سراپا رُوح بن گیا ـــــــ میری غذا اللہ کا ذکر بن گئی ـــــــ میری غذا اللہ کی عبادت ہی بن گئی ـــــــ مَیں سال سال تک کچھ نہیں کھاتا تھا ـــــــ مجھے بھُوک نہیں لگتی تھی ـــــــ موٹی بات آپ کو سمجھ میں آجائے گی۔

بولو! ـــــــ فرشتے کھاتے ہیں، پیتے ہیں ـــــــ کیوں؟ ـــــــ اس لئے کہ وہ رُوح ہیں، نُور ہیں ـــــــ اِس طرح اللہ کے بندے جب عبادت کرتے ہیں کثرت سے تو یاد رکھو! ـــــــ اُن کے اجسام مبارکہ رُوحوں سے بھی زیادہ لطیف ہو جاتے ہیں ـــــــ کیونکہ جسموں سے رُوحوں کا کام لیتے ہیں اور رُوحوں سے جسموں کا ـــــــ پھر ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ نہ بھی کھائیں تو ان کو پرواہ نہیں ہوتی ـــــــ کیونکہ ان کی غذا اللہ کی عبادت اور اللہ کا ذکر بن جاتی ہے ـــــــ اور مصیبت یہ ہے کہ ہم لوگ ان کو قیاس کرتے ہیں اپنے اُوپر ـــــــ کہ ہم چُونکہ

ساری رات کمرے کو مہکا چھوڑتے ہیں ـــــــ کمرہ گندہ کر چھوڑتے ہیں ـــــــ تو ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی حالت بھی یہی ہوگی ـــــــ اسی لئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سبق دیا ـــــــ فرماتے ہیں۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

مولانا روم فرماتے ہیں ـــــــ پاک لوگوں کو اپنے اُوپر قیاس مت کرو ـــــــ اپنے جیسا مت سمجھو ـــــــ دیکھنے میں تو وہ ہمارے جیسے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں بے مثل و بے مثال ہوتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں ـــــــ کیا تم دیکھتے نہیں؟ ـــــــ کہ 'شیر' اور 'شِیر' لکھنے میں یکساں ہیں ـــــــ اُدھر بھی تین حرف ہیں اور اِدھر بھی تین حرف ہیں ـــــــ جو حرف اُدھر ہیں، وہی حرف اِدھر ہیں ـــــــ مگر جب ان کے حالات پر غور کرو گے تو تمہیں کیا نظر آئے گا؟ ـــــــ فرماتے ہیں۔

شِیر آں باشد کہ مردم می خورد
شیر آں باشد کہ مردم را خورد

یاد رکھو! ـــــــ جن لوگوں نے ان کو اپنے اُوپر قیاس کیا، وہ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے ـــــــ گمراہی کی سب سے پہلی سیڑھی یہ ہے کہ ـــــــ اللہ والوں کو اپنے جیسا سمجھ لیا جائے ـــــــ یہ گمراہی کی بنیاد ہے، بنیاد۔

یاد رکھو! اولیاء اللہ ساری ساری رات اللہ کا ذکر کرتے ہیں ـــــــ نفل پڑھتے ہیں ـــــــ اس میں ایک بات اَور ہے ـــــــ یَبِیْتُوْنَ ''رات گذار دیتے ہیں'' ـــــــ کس کے لئے؟ ـــــــ لِرَبِّهِمْ ''اپنے رب کے لئے'' ـــــــ وہ شہرت کے واسطے عبادت نہیں کرتے ـــــــ نمائش کے واسطے عبادت نہیں کرتے ـــــــ دکھاوے کے واسطے عبادت نہیں کرتے ـــــــ عبادت گذار کہلانے

کے واسطے عبادت نہیں کرتے ——— اُن کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہوتا ہے۔

اور یاد رکھو! ——— ہمیں بھی یہی رَوش اختیار کرنی چاہئے ——— ہم جو بھی کام کریں اللہ کی رضا کے وَاسطے کریں ——— جو کام لوگوں کو دکھاوے کے وَاسطے کیا جائے تو وہ قبُولیت کا درجہ نہیں پاتا ——— اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی جزا نہیں مِلتی ——— اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کونسا عمل قبولیت کا درجہ حاصل کرتا ہے؟ ——— جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جائے ——— اس کی بڑی ضرورت ہے ——— آجکل ہم لوگ اکثر اَیسے عمل کرتے ہیں کہ مقصد ہوتا ہے لوگوں کو دکھانا۔

چنانچہ مَیں ایک بات عرض کرتا ہُوں ——— بعض دفعہ ہم نماز صرف اِس لئے پڑھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چند شخص ہوتے ہیں ——— اُن کی وجہ سے پڑھنی پڑتی ہے کہ ——— اگر نہ پڑھی تو یہ لوگ کیا کہیں گے؟ ——— یہ بے نمازی کہیں گے ——— اس لئے پڑھ لو ——— اُن کی وجہ سے پڑھتے ہیں ——— اگر وہ نہ ہوں تو پھر ——— واضح ہوا کہ ہم نے جو نماز پڑھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں پڑھی بلکہ اُن کو دکھانے کے لئے پڑھی ہے ——— اور یہ منافقوں کی نشانی ہے ——— اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ——— منافق نماز پڑھتا ہے مگر لوگوں کو دکھانے کے واسطے ——— ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وَاسطے عمل کریں ——— اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے ——— یہ اللہ والے ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے ہیں۔

یہاں مَیں ایک بات عرض کرتا ہوں ——— خدا کی قسم! انہیں کی وجہ سے جہان قائم ہے ——— اِنہیں کی وجہ سے ہم گناہ اور بُرائیاں کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچے ہُوئے ہیں ——— اگر یہ اللہ اللہ کرنے والے نہ ہوں

تو جیسے ہمارے اعمال ہیں ہم تباہ و برباد ہو جائیں ــــــ تو یہ راتوں کو ــــــ اُٹھ کر عبادت کرنے والے ــــــ اللہ اللہ کرنے والے یہ جب کثرتِ عبادت کرتے ہیں ــــــ فرائض اَدا کرتے ہیں ــــــ سُنن اَدا کرتے ہیں ــــــ نوافل اَدا کرتے ہیں ــــــ تو پھر کس درجے پر پہنچتے ہیں؟

حدیث قُدسی ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ مَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ ــــــ ''میرا بندہ نفلوں کے ساتھ میرا قُرب حاصل کرتا رہتا ہے'' ــــــ یہ بہت بڑی بات ہے ــــــ اور آجکل ہم نفل پڑھتے ہی نہیں ــــــ کہتے ہیں جی ہاں پڑھیں تو ثواب ہے نہ پڑھیں تو گناہ نہیں ــــــ فرض پڑھتے ہیں اور سُنّتیں بھی کوئی کوئی پڑھتا ہے ــــــ لیکن اللہ والوں کی شان ہے کہ وہ نفل پڑھتے ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ ''وہ نوافل اَدا کر کے میرا قُرب حاصل کرتے ہیں'' ــــــ قُرب حاصل کر کے کیا مقام حاصل کرتے ہیں؟ ــــــ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ''یہاں تک کہ مَیں اُن کو اَپنا محبوب بنالیتا ہوں'' ــــــ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ ''جب مَیں اُن کو اَپنا محبوب بنالیتا ہوں'' ــــــ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُن کے کان میں ہو جاتا ہوں جن کانوں سے وہ سُنتے ہیں'' ــــــ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ ''اور اُن کی آنکھیں مَیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتے ہیں'' ــــــ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِہٖ ''اُن کی زبان مَیں ہو جاتا ہوں جس زبان سے وہ بولتے ہیں'' ــــــ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا ''اُن کے ہاتھ مَیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتے ہیں'' ــــــ وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا ''اُن کے پاؤں مَیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتے ہیں۔

اگر وہ مجھ سے کچھ مانگیں تو مَیں ضرور ضرور اُن کو عطا کرتا ہوں ــــــ معلوم ہوا کہ یہ اللہ والے عبادت کر کے، فرمانبرداری اور اتباع کر کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں

کہ ـــــ اللہ کے پیارے بن جاتے ہیں ـــــ اولیاء اللہ بن جاتے ہیں ـــــ اللہ کے محبوبوں میں شامل ہو جاتے ہیں ـــــ پھر ان کی شان یہ ہو جاتی ہے کہ ـــــ اُن کا سُننا، خدا کا سُننا ـــــ اُن کا دیکھنا، خدا کا دیکھنا ـــــ اُن کا بولنا، خدا کا بولنا ـــــ اُن کا پکڑنا، خدا کا پکڑنا ـــــ اُن کا چلنا، خدا چلنا۔

اولیاء اللہ خدا نہیں ہوتے ـــــ اُس کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں ـــــ اللہ اکبر! اِس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ نہ سمجھنا کہ ـــــ یہ خدا ہو جاتے ہیں ـــــ یہ خدا نہیں ہوتے ـــــ سب کہیں کہ یہ خدا نہیں ہوتے ـــــ خدا نہیں بن جاتے ـــــ کوئی بندہ خدا نہیں بن سکتا ـــــ شاید آپ کہیں یہ خُدا نہیں بنتے ـــــ خدا اُن کے کانوں میں، آنکھوں میں، ہاتھوں میں گھس جاتا ہوگا ـــــ تو ایسا بھی نہیں ہوتا ـــــ خدا تعالیٰ کی ذات اِس سے پاک اور بلند ہے ـــــ پھر کیا ہوتا ہے؟ ـــــ ہوتا کیا ہے؟ ـــــ مَیں عرض کر چکا یہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں کے مظہر بن جاتے ہیں، خدا نہیں بنتے ـــــ نہ بندہ خدا بنتا ہے ـــــ نہ خدا آدمی بن سکتا ہے ـــــ نہ بندے میں خدا حلول کر سکتا ہے ـــــ یہ تینوں چیزیں نہیں ہوتیں۔

یہ خدا تعالیٰ کی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں ـــــ یہاں ایک بات اور بھی قابلِ غور ہے ـــــ ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ ـــــ وَلی کا تصرف اللہ کا تصرف ہے ـــــ وَلی کا عِلم اللہ کا عِلم ہے ـــــ وَلی کا کمال اللہ کا کمال ہے ـــــ جو مظہر مانتے ہیں وہ پکے موحد ہیں اور اہلِ توحید ہیں ـــــ اور جو کہتے ہیں کہ جی! الگ ہیں، غیر ہیں، انہیں پتہ نہیں ـــــ غیر تو وہ ہوتا ہے جو اپنے غیر کے مقابلے میں مستقل وجود رکھتا ہو ـــــ اُس کا عِلم بھی مستقل ہو غیر کے مقابلے میں ـــــ اُس کا تصرف بھی مستقل ہو غیر کے مقابلے میں ـــــ

اَرے غیر سمجھنا شرک ہے ـــــ مظہر سمجھنا توحید ہے ـــــ یہ عجیب بات ہے جو مظہر سمجھتے ہیں اُن کو تم مُشرک کہنے لگے ـــــ اور خود غیر سمجھ کر شرک کرتے ہیں اور اَپنے آپ کو موحد کہتے ہیں ـــــ یاد رکھو! نبیوں کے کمالات اللہ کے کمالات ہیں۔ نبیوں کے تصرفات اللہ تعالیٰ کے تصرفات ہیں ـــــ کیونکہ نبیوں کے کمالات دلیل ہیں اللہ کے کمالات کی ـــــ ہم تو اُن کو مظہر مانتے ہیں اور اُن کے کمالات کو اللہ کے کمالات سمجھتے ہیں ـــــ چنانچہ آیئے! مَیں اِس کے متعلق چند آیات بھی آپ کے سامنے پیش کروں۔

یہ خدا نہیں بن جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں ـــــ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مثنوی شریف'' کے اندر اِس حدیث کو اپنے انداز میں سمجھایا ہے ـــــ اور دوسرے لوگوں نے اَپنے اَپنے اَنداز میں ـــــ مولانا فرماتے ہیں مثنوی کے اندر ـــــ دیکھو! بعض لوگوں پر جن کا اثر ہو جاتا ہے ـــــ قرآن سے ثابت ہے جن کا اثر ہونا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ اَلَّذِیْنَ یَاکُلُوْنَ الرِّبٰو ''جو لوگ سُود کھاتے ہیں'' ـــــ اللہ فرماتا ہے ـــــ وہ لوگ میرے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے ـــــ وہ ایسے کھڑے ہوں گے جس طرح 'جن' نے انہیں مخبوط الحواس بنادیا ہو ـــــ وہ آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا گر پڑتا ہے ـــــ اِسی طرح سُود کھانے والے قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑے نہیں ہو سکیں گے، گر پڑیں گے ـــــ تو ہمیں سُود نہیں کھانا چاہئے ـــــ آجکل یہ زمانہ آگیا ہے بعض لوگ اخبارات میں مضامین دے رہے ہیں کہ ـــــ اگر سو کے اُوپر دو سو یا چار سو سُود لیا جائے تو حرام ہے ـــــ اور اگر سو کے اُوپر پچاس، ساٹھ، سَتّر یا اَسّی تک لے لئے جائیں حلال ہے۔

آجکل اس قسم کے مسئلے ہیں ـــــ توبہ! توبہ! ـــــ سارے کہو!

سُود حرام ہے ــــــ چاہے تھوڑا ہو، چاہے زیادہ ــــــ سُود حرام ہے، سُود حرام ــــــ اللہ تعالیٰ نے سُود کو حرام کر دیا ہے چاہے تھوڑا یا زیادہ حرام جو ہوا ــــــ خنزیر حرام ہے اگر کوئی آدھے سے زیادہ کھا لے تو صحیح نہیں ــــــ اور اگر دو چار بوٹیاں کھا لے تو صحیح ہے ــــــ نہیں! سُور حرام ہے چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ ــــــ سُود بھی حرام ہے اور سُور بھی ــــــ ذرا غور کرو! ــــــ جس طرح سُود کھانے والا قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا نہیں ہو سکے گا ــــــ اللہ فرماتا ہے اسی طرح کھڑا نہیں ہو سکے گا جس طرح دُنیا میں جو مخبوط الحواس ہے نہیں کھڑا ہو سکتا ــــــ جس کو جن نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو ــــــ تو معلوم ہوا جن چھو کر انسان کو مخبوط الحواس بنا دیتا ہے ــــــ یہ قرآن سے ثابت ہے۔

مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــــ اِنسان پر جب جن کا اثر ہوتا ہے پھر اس پر دورہ پڑتا ہے، دَورہ ــــــ جب دَورہ پڑتا ہے ناں تو وہ بندہ بولتا ہے اور لوگ کہتے ہیں جن بول رہا ہے ــــــ بولتا بندہ ہے، آواز بندے کی ہوتی ہے، لہجہ بندے کا ہوتا ہے، زبان بندے کی ہوتی ہے ــــــ اور بولتا کون ہے؟ ــــــ جن! ــــــ آنکھ بندے کی ہوتی ہے دیکھتا جن ہے ــــــ کان بندے کے ہوتے ہیں سُنتا جن ہے ــــــ ہاتھ بندے کے ہوتے ہیں قوت جن کی ہوتی ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ــــــ جن اللہ کی مخلوق ہے ــــــ اور جب مخلوق کا یہ حال ہے تو خالقِ کائنات کے ہاتھوں کا کیا حال ہوگا؟ ــــــ دیکھئے ناں! جن اللہ کی مخلوق ہے ــــــ جب مخلوق نے اثر کیا تو بندے کے اوصاف کو مجروح کر کے اپنے اوصاف کو غالب کر دیا ــــــ تو جب مخلوق کے ہاتھوں کا یہ حال ہے تو خالق کے دستِ قدرت کا کیا حال ہوگا؟ ــــــ ارے جن پر خالق کا اثر ہو جاتا ہے تو پھر خالق اُن کے بدنی اوصاف کو مجروح کر کے اَپنے اصاف کو غالب کر دیتا ہے ــــــ پھر آنکھ اس بندے کی ہوتی ہے، دیکھنا خدا کا ہوتا ہے

زبان بندے کی ہوتی ہے، بولنا خدا کا ہوتا ہے ـــــ کان بندے کے ہوتے ہیں، سُننا خُدا کا ہوتا ہے ـــــ ہاتھ اس بندے کے ہوتے ہیں، قوت خدا کی ہوتی ہے۔

آج بڑا نازک زمانہ آگیا ہے ـــــ اِس سے مُراد بُت ہیں ـــــ بُتوں والی آیات پڑھ پڑھ کر نبیوں ولیوں پہ لگا دیتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ "بے شک یہ جن کو تم پُوجتے ہو اللہ کے مقابلے میں" ـــــ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ "وہ بندے ہیں مثل تمہاری، تم انہیں پکارو! پھر وہ تمہیں جواب دیں" اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ "اگر تم سچے ہو" ـــــ اور آگے نہیں پڑھتے کیونکہ آگے پڑھیں تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ ـــــ کیا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ ـــــ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ ـــــ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سُنتے ہیں؟ ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ جب تم بُت بناتے ہو ـــــ اُن کے ہاتھ بھی بناتے ہو ـــــ اُن کے پاؤں بھی بناتے ہو ـــــ اُن کے کان بھی بناتے ہو ـــــ اُن کی آنکھیں بھی بناتے ہو ـــــ مگر یہ بتاؤ! کہ جن بتوں کو تم انسان کی شکل وصُورت میں بناتے ہو ـــــ اُن کے ہاتھ بھی ہوتے ہیں مگر کیا وہ اُن ہاتھوں سے پکڑتے ہیں؟ ـــــ اُن کی آنکھیں ہوتی ہیں مگر کیا وہ دیکھتے ہیں؟ ـــــ تو کیا وہ سُنتے ہیں؟ ـــــ اُن کے پاؤں ہوتے ہیں تو کیا وہ چلتے ہیں؟ ـــــ نہیں! ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں کی محبت عطا فرمائے ـــــ اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم

درود شریف پڑھیے ـــــــ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ـــــــ آپ کے سامنے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پیش کرتا ہوں ـــــــ آپ حضرات! بڑے سکون

حضرت خواجہ غریب نواز کا نام ــــــ واطمینان کے ساتھ تشریف رکھتے ہوئے سُنیں ــــــ نامی اِسم گرامی حسن ہے ــــــ آپ ۵۳۵ ہجری میں علاقہ خراسان کے شہر سنجر میں پیدا ہوئے تھے ــــــ یعنی آج سے آٹھ سَو ساٹھ برس پہلے آپ کی ولادت ہوئی ــــــ آپ حسینی، حسنی سیّد ہیں ــــــ والد کی طرف سے حسینی سیّد ہیں ــــــ اور والدہ کی طرف سے حَسنی ہیں ــــــ آپ نے چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا۔

ابھی آپ کی عُمر شریف چودہ برس کی ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد جن کا نام سیّد غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا انتقال فرما گئے ــــــ آپ والدہ ماجدہ کے پاس رہتے تھے ــــــ آپ کے والد ایک باغ اور کچھ نقدی چھوڑ گئے تھے ــــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے ازلی واَبدی طور پر سعادتیں آپ کا مقدر کر دی تھیں اور آپ کو بہت بڑے کام کیلئے پیدا کیا تھا ــــــ تو جب کوئی کام ہونا ہوتا ہے تو اُس کے اسباب بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے کہا امّاں جان! ابّا جان جو باغ چھوڑ گئے ہیں میرا دل اس باغ کی رکھوالی اور اس گلشن کی رکھوالی کو نہیں چاہتا ــــــ بلکہ مَیں یہ چاہتا ہُوں کہ اُس باغ کی حفاظت کروں اور اُس گلشن کو تازہ اور شگفتہ رکھُوں جس کو میرے جدِّ اَمجد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے لگایا ہے ــــــ اماں جان! آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیجئے ــــــ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں دِین کا عِلم حاصل کرُوں اور پھر اَپنے جدِّ اَمجد کے دِین کی خدمت کروں۔

آپ کی والدہ محترمہ نے اجازت دے دی ــــــ آپ علوم دین کے حصُول کے وَاسطے سنجر سے چل کر نیشا پور پہنچے ــــــ نیشا پور ایک ایسا شہر تھا جہاں بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے بزرگ صوفیاء ہوئے ــــــ جب آپ نیشا پور گئے تو وہاں سیّد حسام الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے ــــــ جو اپنے وقت کے بہت بڑے محدِّث، مفسر اور فقیہ تھے ــــــ اُن کے دار العلوم میں آپ نے داخلہ لے لیا اور عِلم دین کے حصول میں لگ گئے ــــــ چند سالوں میں آپ نے اپنے عِلم کی تکمیل کرلی

۔۔۔۔۔ فارغ التحصیل ہو گئے ۔۔۔۔۔ سند حاصل کی ۔۔۔۔۔ اس کے بعد آپ کو کسی کامل پیر کی تلاش ہوئی۔

یاد رکھو! چاہے کوئی کتنا علم پڑھ لے ۔۔۔۔۔ چاہے کوئی کتنا بڑا علامہ اور فہامہ ہو جائے لیکن بات نہیں بنتی جب تک کسی کامل کے ساتھ نسبت نہ ہو ۔۔۔۔۔ علمِ باطن اور طریقت و معرفت حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ اہلِ عرفان کے ساتھ تعلق نہ ہو ۔۔۔۔۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا کون عالم تھا؟ ۔۔۔۔۔ مگر آپ اُس وقت تک مولانا رُوم نہیں بنے جب تک حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ نہیں ہوئی ۔۔۔۔۔ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے رُوم   تا غلامِ شمس تبریزے نہ شُد

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت تک مولوی نہیں بنے جب تک کہ حضرت شمس تبریز کے غلام نہیں بنے۔

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر کے سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ دین حاصل کرنے کے بعد کامل پیر کی تلاش شروع کی ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔۔۔۔۔ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔۔۔۔۔ " اَے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو (فرمانبرداری کرو، نافرمانی سے بچو، حلال کو اختیار کرو، حرام سے اجتناب کرو) اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو"

علمائے کرام فرماتے ہیں وسیلے سے مراد مُرشد کا وسیلہ ہے ۔۔۔۔۔ اور پھر کسی کامل مُرشد کے ساتھ نسبت اور تعلق پیدا کر کے وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ "اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرو" ۔۔۔۔۔ رسمی طور پر مرید نہ بن جاؤ ۔۔۔۔۔ بلکہ عبادت، ریاضت اور مجاہدہ کرو ۔۔۔۔۔ پھر کیا ہوگا؟ ۔۔۔۔۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "تا کہ تم فلاح پاؤ"۔

آپ کامل پیر کی جستجو اور تلاش میں نکلے ۔۔۔۔۔ آپ کو معلوم ہوا کہ نیشاپور کے قریب

ایک گاؤں ہے جس کا نام ہے ''ہارون'' ـــــــ اُس گاؤں میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں ـــــــ جو اپنے وقت کے بڑے قطب الاقطاب اور وَلی تھے۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے ـــــــ جب حاضر ہوئے تو پہلی ملاقات تھی ـــــــ نہ شیخ نے اپنے مُرید کو دیکھا تھا اور نہ مرید نے اس سے پہلے اپنے شیخ کو دیکھا تھا ـــــــ لیکن جونہی آپ نے شیخ کو دیکھا تو کامل شیخ نے فرمایا ـــــــ حَسن! مَیں تمہارا ہی اِنتظار کر رہا ہوں ـــــــ وقت بہت تھوڑا ہے جلدی آؤ میرے پاس ـــــــ ''جو حصہ اللہ اور رسُول اللہ ﷺ کی طرف سے تمہارے لئے ہے وہ لے لو''

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مُرید ہوئے ـــــــ شیخ کامل نے ایک حُجرہ آپ کو رہنے کے لئے دیا ـــــــ آپ اُس حُجرے میں رہتے تھے اور شیخ کامل کے بتائے اَوراد اور وظائف پڑھتے تھے ـــــــ محنت اور مشقت کرتے تھے ـــــــ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ـــــــ " جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں (یا ہماری معرفت کو حاصل کرنے کے واسطے مجاہدہ کرتے ہیں) تو ہم اُن کے واسطے اپنی معرفت کی راہیں روشن کر دیتے ہیں''

ـــــــ یاد رکھو! کہ بغیر ریاضت اور مجاہدے کے بات نہیں بنتی ـــــــ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم باعثِ ایجادِ دو عالم تھے ـــــــ آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا ـــــــ آپ سیّد الانبیاء والمرسلین ہیں ـــــــ اس کے باوجود آپ کتنا مجاہدہ کرتے تھے؟ ـــــــ کتنی ریاضت اور عبادت کرتے تھے؟ ـــــــ آپ ﷺ ساری ساری رات اللہ کے حضور کھڑے رہتے تھے ـــــــ یہاں تک کہ کھڑے کھڑے پاؤں سُوج جاتے تھے ـــــــ اُن پر وَرم ہو جاتا تھا ـــــــ اور بعض اوقات تو پاؤں سے خون جاری ہو جاتا تھا ـــــــ یہاں تک کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ـــــــ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَہٗ "اے کملی اوڑھنے والے! قیام کیا کرو" ـــــــ "مگر ساری ساری رات نہیں" ـــــــ "آدھی رات سے بھی تھوڑا" ـــــــ محبوب! ساری ساری رات عبادت نہ کیا کرو ـــــــ پاؤں سُوج جاتے ہیں ـــــــ ہمیں پیار آتا ہے ـــــــ کچھ آرام بھی کرلیا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کی مشقت دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا ـــــــ "اَے چودھویں کے چاند! یہ قرآن ہم نے آپ پر اس لئے نہیں اُتارا کہ تم اَپنے آپ کو مشقت میں ڈالو" ـــــــ "محبوب! اتنی محنت اور اتنی مشقت نہ اُٹھایا کرو" ـــــــ "آپ تو ہمارے حبیب ہیں" ـــــــ "آپ حق بات کہہ دیجئے جس کا جی چاہے مانے جس کا نہ جی چاہے نہ مانے" ـــــــ آپ اپنے رب کی طرف سے حق کہہ دیجئے ـــــــ جس کا جی چاہے اِیمان لے آئے جس کا دل چاہے کافر ہو جائے ـــــــ بس آپکا کام صرف یہ ہے کہ آپ ہمارے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیں اِتنی محنت اور مشقت نہ اُٹھائیں ـــــــ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام باعثِ ایجادِ دو عالم تھے ـــــــ سیّد الانبیاء تھے ـــــــ حبیب کبریا تھے ـــــــ اس کے باوجود آپ کتنی عبادت و ریاضت، کتنی مشقت اُٹھاتے تھے؟ ـــــــ بات اصل میں یہ ہے کہ بغیر ریاضت و مجاہدے کے بات نہیں بنتی۔

ایک مثال پیش کرتا ہُوں ـــــــ "سونا، سونا ہی ہوتا ہے مگر جب تک وہ زیور نہ بنے اُس وقت تک وہ گلے میں ڈالنے کے قابل نہیں ہوتا" ـــــــ بازار سے کوئی دس تولے سونے کی ڈلی لے آئے اور اُس میں سُوراخ کر کے دھاگہ ڈال کر اَپنی بیوی یا بیٹی کے گلے میں ڈال دے تو بتاؤ جس عورت کے گلے میں سونے کی ڈلی پڑی ہوگی اُس کو دیکھ کر عورتیں ہنسیں گی یا نہیں؟ ـــــــ مذاق کریں گی یا نہیں؟ ـــــــ کہ دیکھو کیسی عورت ہے؟ ـــــــ سونے کی ڈلی میں سُوراخ کر کے دھاگہ ڈال کر گلے میں ڈالا ہوا

ہے حالانکہ اُس بیچاری نے تو سونا ہی گلے میں ڈالا ہوا ہے ـــــــ مگر سب اس کا مذاق اڑائیں گی ـــــــ معلوم ہوا کہ سونا بھی گلے میں ڈالنے کے قابل اُس وقت بنتا ہے جب وہ زیور بنے ـــــــ اور زیور بننے کیلئے سونے کو اپنے وجود کے اوپر تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے ـــــــ اس کو آگ میں رکھا جاتا ہے۔

سونا اپنے وجود پر آگ کی تپش کو برداشت کرتا ہے ـــــــ آگ اس کو پگھلا دیتی ہے، نرم کر دیتی ہے ـــــــ جب وہ پانی کی طرح نرم ہو جاتا ہے تو اس کو سانچے میں ڈال دیتے ہیں ـــــــ وہ زیور بن جاتا ہے تب بھی اُس کی جان نہیں چھوٹتی ـــــــ کاریگر قلم ہاتھ میں لے کر اُس کو چھیلتا جاتا ہے، اس کے وجود کے پڑ چھے اتارتا ہے ـــــــ اس کو قلم سے جوں جوں چھیلتا جاتا ہے اسکی چمک بڑھتی جاتی ہے ـــــــ تھا پہلے بھی سونا اور اَب بھی سونا ہی ہے مگر پہلے گلے میں ڈالنے کے قابل نہیں تھا ـــــــ جب اُس نے اَپنے وجود پر یہ تکلیف اور محنت برداشت کی اور قلم سے اَپنے آپ کو کترو ایا اور قلم کے ساتھ اس کے وجود کو جگہ جگہ سے چھیلا گیا تو اَب اُس کی قدر و قیمت میں اور حُسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ـــــــ اب وہ کسی محبوب کے گلے کی زینت بن گیا ـــــــ اَب سَب اُس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اِسی طرح یہ اللہ والے پہلے بھی سونا ہوتے ہیں اور بعد میں بھی سونا ہی ہوتے ہیں ـــــــ لیکن جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں محنت اور مشقت نہ اُٹھائیں عبادت اور ریاضت نہ کریں اُس وقت تک ان کے حُسن و جمال اور قدر و قیمت میں اضافہ نہیں ہوتا ـــــــ اُس وقت تک یہ کسی محبوب کے گلے کی زینت بننے کے قابل نہیں ہوتے ـــــــ یہ اولیاء اللہ محنت کرتے ہیں، مشقت کرتے ہیں ـــــــ بغیر محنت اور مشقت کے بات نہیں بنتی۔

آجکل ہمارا یہ حال ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا پیر مل جائے جو ایک نگاہ سے ہمیں قطب بنادے ـــــــ نہ تو نماز پڑھنی پڑے، نہ روزہ رکھنا پڑے، نہ حج

کرنا پڑے، نہ داڑھی رکھنی پڑے، نہ تہجد پڑھنی پڑے، نہ کوئی ذکر اذکار کرنا پڑے، نہ خواہشاتِ نفسانی کو کچلنا پڑے بغیر محنت ومشقت کے ہمیں قطب بنادے تو ہمارا یہ حال ہے نہ ہمیں کوئی ایسا ملے اور نہ ہم قطب بنیں ـــــــ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اولیاء اللہ ایک نگاہ سے قطب نہیں بنا سکتے ـــــــ یقیناً بنا سکتے ہیں مگر یہ قانون نہیں ہے کہ سب کو ایک نگاہ سے قطب ہی بناتے رہیں ـــــــ وہ کسی ایک کو ایک نگاہ سے قطب بنا کے یہ دکھا دیتے ہیں کہ ہم ایسا بھی کر سکتے ہیں مگر یہ قانون نہیں ہے ـــــــ قانون یہی ہے کہ محنت ومشقت سے یہ مرتبہ حاصل کرو۔

کیونکہ جو محنت ومشقت سے حاصل ہونے والی چیز کی قدر وقیمت ہوتی ہے وہ بغیر محنت کے حاصل ہونے والی کی نہیں ہوتی ـــــــ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کہ میں بغیر باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہوں مگر میرا یہ قانون نہیں ہے کہ سب کو بغیر باپ کے پیدا کروں ـــــــ اسی طرح اولیاء اللہ کسی ایک کو ایک نظر سے قطب بنا کر دکھا دیتے ہیں کہ ہم ایسا بھی کر سکتے ہیں مگر قانون یہ نہیں ہے ـــــــ آدمی بتدریج اپنی منزلوں کو پار کرے پھر مرتبہ اور مقام حاصل ہوگا ـــــــ اس کی اس کو قدر بھی ہوگی کہ میں نے بڑی محنت سے اس مقام کو پایا ہے ـــــــ اس کی وہ حفاظت بھی کرے گا ـــــــ میرا کہنا یہ تھا کہ بغیر محنت اور مشقت کے بات نہیں بنتی۔

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے ـــــــ پیدائشی ولی تھے مگر پھر بھی آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ـــــــ گیارہ سال آپ نے مسلسل روزے رکھے ـــــــ اور پندرہ سال آپ نے اس طرح گذارے ہیں کہ عشاء اور فجر کے درمیان ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر پورا قرآن ختم کرتے تھے ـــــــ حالانکہ آپ پیدائشی ولی تھے ـــــــ آپ نے بڑی مشقتیں اٹھائیں اور ہم سے پانچ وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی جاتی ـــــــ

وہ بھی ہم پر بڑی بھاری ہو رہی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ـــــ ان اولیاء کے حالات سُننے اور سُنانے، ان کی یادگاریں منانے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم ان کے حالات سُن کر سَبق اور عبرت حاصل کریں ـــــ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں ـــــ جس طرح اُنہوں نے اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دے کر عبادت اور ریاضت کر کے درجے حاصل کیئے ہم بھی درجے اور مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کریں ـــــ تو شیخِ کامل نے خواجہ غریب نواز کو حُجرہ دیا ـــــ آپ اُس میں عبادت و ریاضت کرتے تھے ـــــ کچھ عرصہ کے بعد شیخ کامل نے بُلا کر پُوچھا کہ حَسن! بیٹا تم کہاں تک دیکھتے ہو؟ ـــــ آپ نے عرض کیا! ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی حقیقتوں کو بے حجاب دیکھتا ہوں ـــــ جو کچھ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں ہے وہ سب کچھ دیکھتا ہوں ـــــ شیخ کامل نے فرمایا بیٹا! ابھی بڑی کمی ہے ـــــ تجھے جس منزل پر ہم پہنچانا چاہتے ہیں وہ ابھی بڑی دُور ہے اور محنت و مشقّت کرو ـــــ اور ریاضت کرو ـــــ خواجہ غریب نواز نے محنت و مشقّت کرنا شروع کر دی ـــــ اُدھر شیخ کامل کی توجّہ تھی ـــــ کچھ دن کے بعد پھر بُلا کر پُوچھا اب تم کہاں تک دیکھتے ہو؟ ـــــ عرض کیا ''تحت الثریٰ'' سے ''عرش معلّیٰ'' تک سب کچھ دیکھتا ہوں ـــــ فرمایا ابھی بھی کمی ہے ـــــ ابھی اور محنت و مشقّت کرو ـــــ حضرت نے اور محنت و مشقّت شروع کر دی ـــــ شیخ کی توجّہ کامل ساتھ تھی ـــــ تیسری مرتبہ بُلا کر پُوچھا اب کہاں تک دیکھتے ہو؟ ـــــ عرض کی یا حضرت! عرشِ علیٰ سے آگے تک اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو دیکھتا ہوں ـــــ اور ان حجابات کی عظمت کے انوار و تجلّیات کو دیکھتا ہوں ـــــ فرمایا اب تمہارا کام ہو گیا۔

شیخ نے خلافت اور اجازت دی اور فرمایا یہاں سے اب مدینہ جاؤ ـــــ وہاں سے تمہاری ڈیوٹی لگے گی ـــــ یہاں ایک بات کرنی ہے ـــــ میرے

بزرگو اور دوستو! ــــــ ذرا غور سے سُنو! ــــــ خواجہ غریب نواز نے اپنے مرید ہونے کا اور خرقۂ خلافت حاصل ہونے کا واقعہ خود لکھا ہے ــــــ اور لکھا ہے کہ شیخ نے مجھے اُس وقت خلافت اور اجازت دی جب مَیں زمین کے نیچے تحت الثریٰ سے لے کر عرشِ معلّٰی تک سب کچھ دیکھتا تھا ــــــ خدا کے لئے ذرا سوچو! جب حضور ﷺ کے خدّام کی یہ شان ہے ــــــ حضور ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کی یہ شان ہے ــــــ حضور ﷺ کے فرزندوں کی یہ شان ہے ــــــ حضور ﷺ کی اُمّت کے وَلیوں کا یہ مقام ہے، کہ وہ تحت الثریٰ سے لیکر عرش معلّٰی تک سب کچھ دیکھتے ہیں ــــــ تو سیّد الانبیاء، حبیبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان کیا ہوگی؟ ــــــ اور اب اندازہ کریں اُن لوگوں کا جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ــــــ ''نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں'' ــــــ ''دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''

یہ اُن لوگوں نے لکھا ہے جو اہلسنّت کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں ــــــ اور خود توحید کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں ــــــ اُنہوں نے سیّد الانبیاء کے متعلق یہ لکھا ــــــ اور اُدھر خواجہ اجمیری فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجھے اُس وقت اجازت اور خلافت دی جب مَیں تحت الثریٰ سے لیکر عرشِ معلّٰی تک سب کچھ دیکھتا تھا ــــــ یہ تو ہیں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جو چشت اہلِ بہشت کے بادشاہ ہیں ــــــ اب نقشبندیوں کی بھی سُنو! ــــــ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــــ ''ہمارے نزدیک کامل وَلی وہ ہے جو رُوئے زمین کو اس طرح دیکھے جیسے اَپنے انگوٹھے کے ناخن کو دیکھتا ہے''

اَب قادریو تم بھی سُنو! ــــــ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــــ میری آنکھیں لَوحِ محفوظ پر لگی رہتی ہیں ــــــ فرماتے ہیں جتنے لوگ پھرتے ہیں اِنہیں مَیں جانتا ہُوں کہ کون جنّتی ہے؟ ــــــ اور کون دوزخی ہے؟ ــــــ مَیں اللہ کے علم کے سمندر میں غوطے مارتا رہتا ہُوں

اگر میرے مُنہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتو قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے میں سب کُچھ بتاؤں ـــــــ یہ حضور ﷺ کے فرزندوں کے فرزندوں کی شانیں ہیں تو پھر حضور ﷺ کی شان کیا ہوگی؟ ـــــــ بہر صورت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اجمیری سرکار نے اپنے پیر ومُرشد سے خرقۂ خلافت حاصل کرلیا اور مدینے شریف گئے ـــــــ چھ ماہ تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں رہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اُس وقت پاسپورٹ اور ویزوں وغیرہ کا چکر نہیں تھا ـــــــ سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی زیارت کا شرف بخشا ـــــــ حضوری کا شرف بخشا اور فرمایا ـــــــ تم معین الدین ہو! ـــــــ "معین الدین" کا لقب حضور سرورِ کائنات نے خود خواجہ غریب نواز کو عطا فرمایا ـــــــ معین الدین کے معنیٰ کیا ہیں؟ ـــــــ "دین کے مددگار" ـــــــ حضور ﷺ نے فرمایا ـــــــ "تم قطب المشائخ ہو" ـــــــ "تم مشائخ کے قطب ہو" ـــــــ یہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو القاب عطا فرمائے ہیں ـــــــ ورنہ آپ کا اصل نام نامی اسمِ گرامی "حسن" ہے ـــــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حکم فرمایا ـــــــ جاؤ بیٹا! ہندوستان کی سرزمین کو کُفر سے پاک کرو ـــــــ اللہ تعالیٰ کی مَدد تمہارے ساتھ ہے ـــــــ ہماری نظر تم پر ہے ـــــــ لو ڈیوٹی لگ گئی ـــــــ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے یہ القاب حاصل کر کے اپنی ڈیوٹی لگوا کے چلے ـــــــ مُلکِ شام کے راستہ آپ عراق آئے ـــــــ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی ـــــــ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت تھا ـــــــ بڑے بڑے اولیاء اللہ ملے ـــــــ بغداد شریف میں ہی آپ کے سب سے پہلے مرید ہُوئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ آپ "مسجد ابواللیث ثمر قندی" میں بیعت ہوئے ـــــــ اور ایسے مرید ہُوئے کہ آخری وقت تک شیخ کی صحبت اور حضوری میں رہے ـــــــ آپ عراق سے ایران اور ایران سے افغانستان اور افغانستان سے

پشاور کے راستے لاہور آئے ـــــ راستے میں بڑے بڑے واقعات ظہور میں آئے ـــــ بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوئیں ـــــ اگر میں بیان کروں تو بہت زیادہ وقت لگ جائے گا ـــــ لاہور میں ایک بہت بڑے کامل و اکمل وَلی اللہ حضرت سیّد علی رحمۃ اللہ علیہ ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں ـــــ ان کا مزار شریف لاہور میں ہے ـــــ داتا صاحب خواجہ غریب نواز اور حضرت غوث اعظم سے بہت پہلے ہوئے۔

ایک مرتبہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ان کا ذکر آیا تو غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ـــــ ''اگر ہم اس زمانے میں ہوتے تو ہم اُن کے مرید ہوتے'' ـــــ اندازہ کرو داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنی بڑی ہستی ہیں؟ ـــــ اور اس سے بھی اندازہ کرو کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جن کی بصیرت اور بزرگی کا یہ عالم ہے کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش معلّٰی تک سب کچھ دیکھتے ہیں ـــــ جن کو نبی کریم ﷺ نے معین الدین اور قطب المشائخ کا لقب عطا فرمایا ـــــ جن کی ڈیوٹی حضور ﷺ نے لگائی کہ ہندوستان کی سر زمین کو کفر سے پاک کرو ـــــ وہ داتا صاحب کے مزار کی طرف آتے ہیں تو چالیس روز پیروں کی طرف گذارتے ہیں۔

اللہ والے بزرگوں کی قدر جانتے ہیں ـــــ یہ ان کے درجے اور مرتبے کو پہچانتے ہیں حضرت خواجہ جانتے ہیں کہ پیروں کی طرف اَدب ہے ـــــ آپ نے چالیس روز تک قدموں کی طرف اعتکاف کیا اور چلّہ کیا ـــــ اور جب داتا صاحب کے فیوض و برکات کو دیکھا تو وہ کہہ اُٹھے

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نُورِ خُدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

یہ شعر کسی جاہل صُوفی اور مولوی کا نہیں ہے ـــــ یہ کسی بھی مولوی کا نہیں ہے بلکہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی کا یہ شعر ہے ـــــ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

متعلق فرماتے ہیں ــــــ یہ وہ سخی داتا ہے جو خزانوں کے خزانے تقسیم فرما دیتا ہے ــــــ مظہرِ نُورِ خدا (یہ اللہ کے نُور کا مظہر ہیں) ــــــ آپ ناقصوں کے لئے ہی کامل پیر نہیں بلکہ کاملوں کے لئے بھی رہنما ہیں ــــــ آپ کاملوں کے رہبر اور پیر ہیں ــــــ اَب ذرا میں ایک بات آپ سے پُوچھتا ہُوں کہ ایک طرف خواجہ غریب نواز جیسی ہستی ہے اور دُوسری طرف یہ چَودھویں صدی کے مُلّا ہیں ــــــ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــــ کہ یہ کامل اولیاء اللہ جو اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہیں ــــــ یہ خزانوں کے خزانے بخش دیتے ہیں ان کا فَیض جہان کو پہنچتا ہے ــــــ یہ اللہ کے نُور کا مظہر ہیں۔

اَور چَودھوں صدی کے مُلّا کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے ــــــ یہ مر گئے، یہ مٹی میں مِل گئے ــــــ ان کے مزاروں پر نہیں جانا چاہئے ــــــ ان کے مزاروں سے کیا ملتا ہے؟ ــــــ اَب تم اِن چودھویں صدی کے مُلّاؤں کی بات مانو گے کہ خواجہ غریب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی کی بات مانو گے؟ ــــــ اور پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اگر یہ مُلّا سچے ہیں تو پھر یہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا غلط کہا ــــــ اور اگر اُنہوں نے حق کہا تو پھر یہ غلط ہیں ــــــ اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اُنہوں نے حق کہا اور یہ بالکل غلط ہیں۔

اور تم بھی اگر اپنی بہتری اور سلامتی چاہتے ہو تو ان اللہ والوں کی تصدیق و تائید کرو ــــــ یہ آج کل کے جو مُلّا ہیں انہوں نے لوگوں کو مُشرک اور بدعتی بنانے کا ہی ٹھیکہ لیا ہوا ہے ــــــ یہ کافروں کو مسلمان نہیں کر سکتے ــــــ لیکن مسلمانوں کو مُشرک اور بدعتی بنانا چاہتے ہیں اور ان کو کچھ نہیں آتا۔

مَیں تو کہتا ہُوں کہ داتا صاحب کی بزرگی آج بھی ظاہر ہو رہی ہے ــــــ داتا صاحب کی کرامتیں تو آج بھی ظاہر ہو رہی ہیں ــــــ اور وہ مُفتی جن کے فتوے یہ ہیں کہ ــــــ بزرگوں کے مزاروں پر جانا گُناہ ــــــ بزرگوں کے مزارات پر

جاکر پھول چڑھانا ناجائز ــــــ وہاں حلوے کھانا اور تقسیم کرنا جائز
ــــــ قربان جائیں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کے کہ انہوں نے بھی
پاکستان کے مشہور مفتی کو اپنے دربار میں بلایا اور مفتی صاحب نے پھول چڑھائے
ــــــ فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی اور پھر حلوا تقسیم کیا ــــــ بتاؤ کیا ہے کہ نہیں کیا؟
ــــــ مفتی محمود داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ گئے یا نہیں ــــــ چاہے ووٹوں کے لئے
ہی گئے ــــــ چاہے اقتدار کے لئے ہی گئے ــــــ ان کو ووٹ ملیں نہ ملیں
ــــــ ان کو اقتدار ملے نہ ملے مگر میرے داتا کی کرامت تو ظاہر ہوگئی کہ داتا اپنے
مخالفین کو بھی اپنے دربار میں بلا کے جھکوا لیتا ہے ــــــ مگر انشاء اللہ ان کا بنے گا کچھ
نہیں ــــــ کیونکہ یہ عقیدت سے نہیں گئے ــــــ یہ صرف اس لئے گئے کہ
سنیوں کو چکر دے کر اُن سے بھی فائدہ حاصل کریں۔

میاں یاد رکھو! ــــــ مرادیں اُس کو ملتی ہیں ــــــ کام اُن کے بنتے
ہیں ــــــ جو دل سے جاتے ہیں، جو اخلاص سے جاتے ہیں، جو عقیدت سے جاتے
ہیں ــــــ جو دکھاوے کے لئے جاتے ہیں یا کسی اور غرض کے لئے جاتے ہیں اُن کا
مقصد حاصل نہیں ہوتا ــــــ بہر صورت یاد رکھو! کہ اولیاء اللہ کے مزاروں سے فیض
حاصل ہوتا ہے ــــــ مگر اُن کو ہوتا ہے جنہیں فیض حاصل کرنے کا سلیقہ ہو، طریقہ ہو
ــــــ جو فیض حاصل کرنے کے لئے جائیں اُن کو فیض ملتا ہے ــــــ جو تنقید کے
لئے یا دکھانے کے لئے جائیں ــــــ جن کا عقیدہ ہی نہ ہو کہ فیض ملتا ہے اُن کو فیض
نہیں ملتا ــــــ فیض ملتا ہے غلاموں کو ــــــ وفاداروں کو
ــــــ معتقدین کو ــــــ مخالفوں کو، دشمنوں کو، طرح طرح کی تنقید اور
نکتہ چینی کرنے والوں کو فیض نہیں ملتا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ چالیس روز داتا صاحب کے مزار پر رہ کر
آگے چلے ــــــ دہلی، پانی پت، کرنال سے ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے

جب آپ اجمیر شریف پہنچے تو آپ کی عُمر سینتالیس برس کی تھی ـــــ ابھی آپ نے نکاح نہیں کیا ـــــ آپ کے ساتھ چند مرید تھے ـــــ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور چند مرید جو راستے میں مُرید ہوئے تھے وہ آپ کے ساتھ تھے ـــــ کوئی جماعت نہیں، کوئی لشکر نہیں، کوئی اسلحہ نہیں، بندوقیں نہیں، رائفلیں نہیں، تلواریں نہیں، تیر و کمان نہیں ـــــ یہ اللہ والے جو ہوتے ہیں ان کو کیا ضرورت ہے تیر و کمان کی؟ ـــــ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ صاحب نے بڑا اچھا شعر کہا۔

اُنہیں کیا ضرورت ہے تیر و کماں کی
نظر سے اُڑائیں جو دِل کا نشانہ

ان کی نگاہ ہی تلوار ہوتی ہے ـــــ اسی واسطے ڈاکٹر اقبالؔ صاحب نے ایک شعر فارسی زبان میں کہا ہے کہ وَلی اللہ کے پاس کیا ہوتا ہے؟

خسروی شمشیر و درویشی نگاہ
عید و گوہر از محیط لاالٰہ

فرماتے ہیں یہ اللہ والے جو ہوتے ہیں ان کے پاس دو چیزیں ہوتی ہیں ـــــ ایک درویشی نگاہ ہوتی ہے اور ایک خسروی شمشیر ہوتی ہے ـــــ یعنی وہ شمشیر لوہے کی نہیں بلکہ نگاہ سے ہی جو کرنا ہوتا ہے وہ کر دیتی ہے ـــــ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اجمیر میں پہنچے جو کچھ آپ نے اجمیر میں پہنچ کر کیا ـــــ اُس وقت کے مَیں حالات بتاؤں کہ اُس وقت حالات کیا تھے؟

دہلی کا راجہ جو تھا وہ ہندو تھا ـــــ اور اُس کے ہاں نرینہ اولاد نہیں تھی ـــــ لڑکیاں تھیں ـــــ اُس کی بیٹی کا بیٹا یعنی اُس کا نواسہ تھا ـــــ اُس کا نام پرتھوی راج تھا ـــــ اِس کو اُس نے اپنا مُنہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا ـــــ نواسہ تھا مگر اُسے مُنہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا کیونکہ اُس کے نرینہ اولاد نہیں تھی۔

اجمیر کی ریاست اور اجمیر کے علاقے کی حکومت اُس نے اپنے نواسے اور مُنہ

بولے بیٹے کودی ہوئی تھی ــــــ دہلی میں تلواڑہ خاندان قوم عروج پر تھی ــــــ
قنوج میں راٹھور ــــــ اجمیر میں چوہان ــــــ گجرات میں بھگیلہ ــــــ
یہ سب ہندو قومیں ہیں ــــــ یہ جو علاقہ راجپوتانہ ہے جے پور کا سارا علاقہ ــــــ
اس علاقے میں اتنی ریاستیں تھیں کہ ڈیڑھ سَو راجے مہاراجے تھے ــــــ ڈیڑھ سَو
چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اسی واسطے اس علاقے کا نام آج تک راجستھان ہے
ــــــ جہاں عرب رہتے ہیں عربستان ــــــ جہاں افغان رہتے ہیں افغانستان
ــــــ جہاں انگریز رہتے ہیں انگلستان ــــــ جہاں پاک لوگ رہتے ہیں
پاکستان ــــــ اور جہاں راجے لوگ رہتے ہیں وہ راجستھان ــــــ تو یہ سارا
علاقہ راجستھان کہلاتا تھا ــــــ سب ہندو اور بُت پرست رہتے تھے ــــــ
ہندو بڑے متعصب ہوتے ہیں اور اُن کی کوشش یہی تھی کہ ہمارے اِن علاقوں میں کوئی
مسلمان نہ آئے اور کوئی اسلام کی تبلیغ نہ کرے ــــــ گویا یہ علاقہ سارے ہندوستان
بھر سے زیادہ تاریک علاقہ تھا ــــــ گویا کفر گڑھ تھا ــــــ جہاں ڈیڑھ
سَو راجے ہندو تھے ــــــ سینکڑوں کی تعداد میں مندر تھے اور اُن کے اندر چھوٹی بڑی
مُورتیاں تھیں جن کی پُوجا ہوتی تھی۔

آؤ اجمیر کی حالت سُنو! ــــــ وہاں ایک تالاب تھا جس کا نام تھا ''انا
ساگر'' ــــــ ہندو اس تالاب کے پانی کو اتنا مُقدس سمجھتے تھے کہ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ
جو اس تالاب میں نہالے اُس کے سارے گُناہ جھڑ جاتے ہیں ــــــ چُنانچہ دُور دُور
سے لوگ اپنے گناہ دُور کرنے کے لئے آتے ــــــ ایک غوطہ لگاتے اور پاک ہو کر
نکل آتے ــــــ تبرکاً اس تالاب کا پانی لوگ اپنے گھروں میں لے جاتے اور بچوں
کو پلاتے ــــــ اُس تالاب کے کنارے پر ایک مندر تھا ــــــ اس مندر میں
پُوجا پاٹ کیلئے غریب لوگ نہیں جاسکتے تھے کیونکہ اس مندر میں جو خدا تھے وہ امیروں کے
خدا تھے ــــــ راجہ، رانیاں اور راجکماریاں، وزراء اور دوسرے راجے جو دیگر ریا

غریب لوگوں کے خُدا چھوٹے چھوٹے ستوں سے آتے وہ جا سکتے تھے ــــــ غریب لوگوں کے خُدا چھوٹے چھوٹے مندروں میں ہوتے تھے ــــــ یہ مندر بڑا تھا۔

اجمیر کے راجہ نے چند گاؤں اس مندر کے نام لگا رکھے تھے ــــــ اُن دیہاتوں کی ساری آمدنی اِس مندر پر خرچ ہوتی تھی ــــــ اندازہ کرو رات کو اِتنے چراغ جلتے تھے کہ ساڑھے تین من تیل روزانہ اُن چراغوں میں جلتا تھا یعنی ایک سَو چالیس سیر تیل روزانہ چراغوں میں جلتا تھا ــــــ بہت سے نوکر تھے جن کی ڈیوٹی تھی کہ وہ وقت پر تیل ڈال کر چراغ جلائیں پھر وقت پر اُن کو بُجھائیں، صفائی کریں، مُورتیوں کو صاف ستھرا رکھیں اور جو مُورتیوں کو دیکھنے اور پُوجا پاٹ کے لئے آوے اُن کو تعارف کروائیں کہ یہ خدا لڑکا دینے والا ہے ــــــ اور یہ خدا لڑکی دینے والا ہے ــــــ یہ زندہ کرنے والا ہے ــــــ یہ مارنے والا ہے ــــــ یہ تندرست کرنے والا ہے ــــــ یہ بیمار کرنے والا ہے ــــــ تو وہ ملازم تھے جن کی مختلف ڈیوٹیاں تھیں ــــــ خواجہ غریب نواز اجمیری سرکار ''اَنا ساگر'' کے کنارے کچھ فاصلے پر جگہ خالی تھی وہاں چٹائی بچھا کر بیٹھ گئے ــــــ نماز کا وقت ہو گیا تو فرمایا قطب الدین! اَذان کہو ــــــ اَنا ساگر تالاب کی سیڑھی پر بیٹھ کر اُنہوں نے وضُو کیا اور اَذان دی۔

کفر گڑھ میں ہندوستان کے سب سے زیادہ تاریک علاقے میں یہ سب سے پہلے تو حیدورسالت کی آواز تھی جو گُونج رہی تھی ــــــ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ــــــ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ــــــ ہندو گھروں سے باہر نکلے کہ آج یہ نئی آواز کدھر سے آ رہی ہے؟ ــــــ پہلے تو ہم نے اَیسی آواز کبھی نہیں سُنی ــــــ لوگ حیران ہو کر اَذان کو سُنتے رہے ــــــ پھر یہ لوگ نماز پڑھنے لگ گئے اور وہ ہندو حیران تھے کہ یہ کس کو سجدہ کر رہے ہیں؟ ــــــ خدا تو ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں ــــــ یہ کس کو سجدہ کرتے ہیں؟ ــــــ یہ کس کی عبادت کرتے ہیں؟ ــــــ شام ہو گئی راجے کے اُونٹ جو چرنے کے لئے گئے ہوئے تھے چرواہے اُن کو لیکر آئے تو جہاں حضرت خواجہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے وہاں اُونٹ بیٹھا کرتے تھے ـــــــ چرواہوں نے کہا فقیر بابا! اُٹھو یہاں سے یہ اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے ـــــــ آپ نے فرمایا اِتنا میدان پڑا ہے اُونٹ کہیں بھی بیٹھ جائیں گے ـــــــ ہم نے یہ چار گز جگہ جو لے لی ہے تو اس سے اُونٹوں کے بیٹھنے کے لئے کیا رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے؟ ـــــــ اِتنی جگہ پڑی ہے اُونٹ بھی اُدھر بیٹھ جائیں گے۔

اُنہوں نے کہا نہیں بابا! اُٹھو ـــــــ جہاں تم بیٹھے ہو وہاں اُونٹ ہی بیٹھیں گے ـــــــ تم کسی اور جگہ جا کر ڈیرا لگاؤ ـــــــ آپ نے دو تین مرتبہ کہا مگر وہ چرواہے جاہل تھے ـــــــ اُونٹوں کے چرانے والے کو ادب و تمیز کیا تھی؟ ـــــــ اُنہوں نے ذرا بدتمیزی کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں یہاں سے اُٹھنا ہی پڑے گا ـــــــ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ راجہ کے اُونٹ ہیں اور راجہ کے اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر راجہ کے اُونٹ ہی بیٹھیں گے اس لئے اُٹھو یہاں سے ـــــــ آپ نے فرمایا قطب الدین! اپنی چٹائی یہاں سے اُٹھا کر وہاں بچھا لو ـــــــ اور یہ جو کہہ رہے ہیں کہ اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے تو چلو اُونٹ ہی بیٹھے رہیں ـــــــ آپ یہ کہہ کر وہاں سے اُٹھ گئے اور اُونٹ بیٹھ گئے۔

صبح ہوئی چرواہے نے اُونٹوں کو اُٹھانا چاہا مگر اُونٹ اُٹھے ہی نہیں ـــــــ اُس نے ڈنڈے مارے، بڑی کوشش کی مگر وہ بیٹھے ہی رہے ـــــــ چرواہے کہنے لگے انہیں کیا ہو گیا ہے؟ ـــــــ کہاں یہ ہمارے اشارے سے اُٹھ بیٹھتے تھے ـــــــ دوسرا چرواہا کہنے لگا کہ تُو نے سُنا نہیں کہ اُس فقیر نے کہا تھا کہ ـــــــ چلو اگر ہمیں نہیں بیٹھنے دیتے تو نہ سہی یہی بیٹھے رہیں ـــــــ جبھی تو بیٹھے ہُوئے ہیں ـــــــ اُنہوں نے سوچا کہ چلو دیکھیں وہ فقیر کون ہے؟ ـــــــ لوگ دیکھنے کے لئے آرہے تھے ـــــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ فقیر بڑا کامل ہے ـــــــ کوئی کہہ رہا تھا کہ فقیر بڑا جادُوگر ہے ـــــــ اس نے اُونٹوں پر جادُو کر دیا ہے ـــــــ یہ بات راجہ تک بھی پہنچ گئی۔

راجہ نے کہا جاؤ فقیر سے کہو کہ فقیر بابا یہ بے زبان مخلوق ہے ـــــ تم نے جادُو کردیا ـــــ اگر انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں تو یہ بے چارے بھُوک سے مَر جائیں گے ـــــ فقیر تو مخلوق پر مہربان ہوتے ہیں اور آپ نے بے زبانوں پر جادُو کردیا ـــــ مہربانی کر کے اپنا جادُو واپس لوتا کہ یہ اُٹھ جائیں ـــــ چرواہے منّت ساجت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا ـــــ تو بدتمیزی کر رہا تھا، ہمیں بیٹھنے نہیں دے رہے تھا ـــــ تو نے کہا اُونٹ بیٹھیں گے ـــــ تو ہم نے کہا چلو اُونٹ ہی بیٹھے رہیں ـــــ ہم جادُو وغیرہ نہیں کرتے آئندہ بدتمیزی نہ کرنا ـــــ اُنہوں نے کہا اچھا جی نہیں کریں گے ـــــ آپ نے فرمایا جاؤ جس کے حکم سے بیٹھے ہیں اُسی کے حکم سے اُٹھ بیٹھیں گے ـــــ اب اُنہوں نے اُونٹوں کو آ کر اُٹھایا تو اُونٹ اُٹھ بیٹھے ـــــ یہ دوسری بات ہوئی اُنہوں نے جا کر اُٹھایا تو اُونٹ اُٹھ بیٹھے اور دلچسپی بڑھی ـــــ غرض پانچوں وقت اَذان ہوتی تھی ـــــ نماز ہوتی تھی ـــــ آپ اسلام کی تعلیمات بیان فرماتے تھے ـــــ کُفر اور شرک کی تردید کرتے تھے۔

آخر یہ بات راجہ تک پہنچی کہ ایک مُسلمان فقیر آیا ہے اس کے ساتھ کچھ لوگ ہیں جو پانچوں وقت اذان دیتے ہیں اور ہمارے پوتر تالاب کو بھرشٹ کرتے ہیں ـــــ ہاتھ دھوتے ہیں، مُنہ دھوتے ہیں، پیر دھوتے ہیں اور یہ دھرم کے خلاف لوگ ہیں ـــــ اور ہمارے تالاب کو ناپاک کرتے ہیں اس لئے انہیں یہاں سے اُٹھایا جائے ـــــ وہ ہمارے دھرم کے خلاف باتیں کرتے ہیں ـــــ وہ کہتے ہیں یہ مورتیاں قابلِ پرستش نہیں یہ تو پتھر ہیں۔

ہمارے خداؤں کو وہ پتھر کہتے ہیں اور لوگ متاثر ہو رہے ہیں ـــــ ہماری حکومت میں اگر کوئی مسلمان آ کر ہمارے لوگوں کو مسلمان بنا دے اور ہمارے دھرم کے لوگ اپنا دھرم چھوڑ کر اُس کے دین میں چلے جائیں یہ ہمارے لئے بڑی افسوس کی بات

اس لئے فقیر کو یہاں سے اُٹھایا جائے اور اُس کو کہا جائے کہ جاؤ بابا اپنا راستہ لو یہاں ڈیرا مت لگاؤ ــــــ راجے کا حکم آیا کہ یہاں سے چلے جاؤ ــــــ کیونکہ تم تو ماس کھاتے، ہو گوشت کھاتے ہو اور ہمارے دھرم کے خلاف باتیں کرتے ہو ــــــ ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ تم ہمارے اس مقدس تالاب میں اپنے پیر وغیرہ دھوؤ ــــــ جاؤ! کسی اور جگہ جا کے اپنا ڈیرہ لگاؤ۔

آپ نے ارشاد فرمایا ــــــ اتنی دُنیا آتی ہے، کوئی تالاب میں نہاتے ہیں حتّٰی کہ جانور تک آ کر پانی پی جاتے ہیں تو ہم اس میں سے وضُو کر لیتے ہیں تو کیا ہو گیا؟ ــــــ اُنہوں نے کہا وہ تو ہمارے دھرم کے لوگ ہیں اور تم ہمارے دھرم کے خلاف ہو ــــــ بس راجہ کا حکم ہے کہ تمہیں آئندہ اس میں ہاتھ پاؤں دھونے کی اجازت نہیں ــــــ خبردار! آئندہ تم ہاتھ پاؤں نہیں دھوؤ گے ورنہ ہم سختی کریں گے ــــــ آپ نے حضرت خواجہ نے قطب الدین سے فرمایا کہ قطب الدین! شاید یہ لوگ ہمیں وضُو نہ کرنے دیں ــــــ جاؤ مشکیزہ تو بھر کے لے آؤ ــــــ اگر پانی کی ضرورت پیش آگئی تو کچھ پانی تو پاس ہو۔

حضرت خواجہ قطب الدین مشکیزہ لے کر اَنا ساگر کی سیڑھی پر جا بیٹھے اور ان سے کہا کہ بھئی ہم ایک مشکیزہ بھر لیتے ہیں ــــــ اُنہوں نے کہا بھر لو مگر تمہیں ہاتھ پاؤں دھونے کی اجازت نہیں ہے ــــــ آپ نے مشکیزے کو پانی میں ڈبویا اور مشکیزے میں پانی جانے لگا ــــــ جب وہ بھر گیا تو آپ نے اسے اُوپر کھینچا ــــــ اِدھر خواجہ قطب الدین نے مشکیزے کو اُوپر کھینچا اُدھر اَنا ساگر کا سارا پانی خشک ہو گیا ــــــ یہ حضرت خوا غریب نواز کا تصرف تھا کہ آپ نے اَپنے تصرف سے سارے اَنا ساگر کو مشکیزے میں بھر لیا۔

لو صاحب اَنا ساگر خشک کہ زمین نے اَپنے مسام کھول دیئے ــــــ سارا پانی خشک ہو گیا ــــــ کیا قرآن میں اس کی مثال نہیں ملتی؟ ــــــ بولو! جب

نُوح علیہ السلام کے زمانے میں طُوفان آیا تھا کِتنا پانی اُوپر چڑھ گیا تھا؟ ـــــ پہاڑوں کی چوٹیاں بھی ڈُوب گئیں اَور جب مقصد پُورا ہو گیا ـــــ جس قوم کو اللہ تعالیٰ کو ہلاک کرنا تھا وہ ہلاک ہو گئی ـــــ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ ہم نے آسمان کو حکم دیا کہ اَے آسمان اَب تُو برسنا چھوڑ دے اور زمین کو حکم دیا گیا کہ تُو اَپنے پانی کو جذب کر لے ـــــ تو وہ پانی جو اِتنا چڑھا ہوا تھا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں ڈُوب گئی تھیں اُترنا شروع ہو گیا اور سارا زمین کے اندر جذب ہو گیا ـــــ جب اللہ کا حکم ہوا تو نکلا اور اُسی کے حکم سے جذب ہو گیا۔

یاد رکھو! کہ اولیاء اللہ کے ہاتھ سے جو کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرتیں اور کمالات ہوتے ہیں ـــــ قدرتیں ہوتی ہیں اللہ کی ـــــ کمالات ہوتے ہیں اللہ کے ـــــ اُن کا ظہور اولیاء کی ذات سے ہوتا ہے ـــــ اَولیائے کرام کیا ہوئے؟ ـــــ مظاہر ـــــ اللہ کی قدرتوں اور کمالات کے مظاہر اولیاء ہیں ـــــ سارا پانی خشک ہو گیا، اَنا ساگر بھی خشک ہو گیا ـــــ لو بھئی ہمیں ہاتھ پاؤں نہیں دھونے دیتے تو نہ سہی ـــــ لو تم دھو لو۔

پانی خشک ہوا تو کُہرام مچ گیا ـــــ قیامت برپا ہو گئی اور دُور دُور سے جو لوگ اَپنے گناہ جھاڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے وہ رو رہے تھے ـــــ سَر پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے ـــــ کہتے تھے کہ ہم جو گناہوں کی گٹھریاں لائے ہیں تو اَب کس پانی میں غوطہ ماریں؟ ـــــ اور گناہ اس کے سپُرد کریں اور سُرخرو ہو کر ہلکے پھُلکے ہو جائیں ـــــ اِدھر پانی پینے والے، اُدھر ہاتھ مُنہ دھونے والے بلبلا رہے تھے ـــــ شور مچ گیا، کُہرام مچ گیا کہ فقیر نے جادُو کر کے اَنا ساگر کو خشک کر دیا ـــــ پُکار پڑ گئی، سارے علاقے میں دُھوم مچ گئی ـــــ راجہ کے دربار میں بات پہنچی ـــــ راجہ نے وزیروں کو بُلا کر مشورہ کیا ـــــ کہنے لگے یا تو فقیر کامل فقیر ہے یا اُس سے بڑا کوئی جادُوگر نہیں ـــــ اَب کیا کِیا جائے؟ ـــــ اُس نے تو اَنا

ساگر ہی خشک کردیا ہے ـــــ اسی اَناساگر کی وجہ سے لوگ دُور دُور سے آتے ہیں ـــــ رونق ہوتی ہے، چل پہل ہوتی ہے ـــــ ہمارے دھرم کی تبلیغ واشاعت ہوتی ہے ـــــ اس نے تو اَناساگر ہی خشک کردیا اَب کیا کریں؟ ـــــ آخر یہ طے ہوا کہ جی کچھ لوگ بھیجے جائیں جو جا کر فقیر کی منّت ساجت کریں کہ بچے، عورتیں، بوڑھے اور جوان آئے ہوئے ہیں بابا کوئی مہربانی کرو ـــــ تم نے اَناساگر خشک کرکے لوگوں کو پریشانی میں ڈال دیا ہے ـــــ وہ کس پانی میں غوطہ لگا کر اپنے گناہ جھاڑیں؟ ـــــ تو یہ اَپنا جادُو واپس لو اور لوگوں کو پریشان نہ کرو ـــــ راجہ کو ساری خبریں پہنچی تھیں کہ معاملہ اس طرح پیش آیا ہے کہ لوگوں نے ان کو ہاتھ مُنہ دھونے سے روک دیا ـــــ راجہ نے کہا کہ اگر یہ کہیں گے نہ ـــــ تو کہنا ٹھیک ہے تم دھولیا کرنا ـــــ کم ازکم اَناساگر تو ٹھیک کردو ـــــ لوگ آئے آکر منّت ساجت کرنے لگے ـــــ بابا! رحم کرو ـــــ آپ نے جو جادُو کردیا ہے اَناساگر کو خشک کردیا ہے۔

فرمایا ـــــ ہمارا جادُو سے کوئی تعلق نہیں ـــــ ہم مسلمان ہیں ـــــ ہمارا دِین اسلام ہے اور سچا دِین ہے ـــــ ہم یہاں اسلام کی تبلیغ کرنے آئے ہیں ـــــ اسلام کی شمع روشن کرنے آئے ہیں ـــــ ہمارا جادُو سے کوئی تعلق نہیں ـــــ اُنہوں نے کہا! بابا مہربانی فرمائیں ـــــ فرمایا ـــــ تم نے ہمیں روک دیا ہم وضو نہیں کرسکتے ـــــ اُنہوں نے عرض کی! آپ کو راجہ کی طرف سے اجازت ہے آپ وضُو کرسکتے ہیں ـــــ مگر مہربانی کرکے اَناساگر کو اُسی طرح بھردو ـــــ آپ نے ارشاد فرمایا ـــــ قطب الدین! جاؤ مشکیزے میں جو پانی ہے اُسے اَناساگر میں پلٹ دو ـــــ آپ نے سارا پانی پلٹ دیا ـــــ زمین نے بھی اپنے مسام کھول دیئے ـــــ پانی اُبل پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے اَناساگر کناروں تک بھر گیا ـــــ ہندوؤں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا اور اپنی کتابوں

میں لکھا ـــــــ کہ جس دن حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی اُس دن متاثر ہوکر بتیس ہزار (۳۲۰۰۰) کافروں نے کلمہ پڑھا۔

اسلام کی تبلیغ اس طرح ہوئی ـــــــ بستروں کو کندھوں پر اُٹھانے سے تبلیغ نہیں ہوتی ـــــــ کہ جاہلوں کا ٹولہ چل پڑے اور بسترے رکھے ہوئے ہیں کندھوں پر ـــــــ اور ساری رات گوز مار مار کے مسجد کی فضا کو بھی مکدّر کر چھوڑتے ہیں ـــــــ تبلیغ اس طرح نہیں ہوتی بلکہ تبلیغ اولیاء اللہ نے فرمائی ـــــــ ان سے پُوچھو! جو ہر نتھو فتّو سے کہتے پھرتے ہیں نام لکھاؤ اور چالیس روز کے لئے تبلیغی چلّہ پر چلو ـــــــ اُس سے یہ تک نہیں پُوچھتے کہ بھئی تم تبلیغ کر بھی سکتے ہو یا نہیں؟ ـــــــ تُو عالم بھی ہے یا نہیں؟ ـــــــ تجھے کچھ مسائل بھی یاد ہیں یا نہیں؟ ـــــــ تُو چالیس روز گھر سے باہر رہے تو تیرے گھر والوں کا گذارہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ـــــــ گھر میں کوئی جوان بچّیاں تو نہیں جنہیں چھوڑ کر جا رہے ہو؟ ـــــــ اُس سے کچھ پُوچھا نہیں لیکن اُس سے کہا جا رہا ہے کہ بھئی جلدی جلدی نام لکھاؤ ـــــــ مَیں آپ لوگوں سے پُوچھتا ہُوں کہ اگر کوئی شخص ڈاکٹر نہ ہو، اُس نے کسی میڈیکل کالج میں داخلہ لے کر باقاعدہ ڈاکٹری نہ پڑھی ہو اور ڈگری حاصل نہ کی ہو ـــــــ اس کو حق ہے کہ وہ ڈسپنسری کھول کے یا کلینک کھول کے لوگوں کا علاج شروع کر دے ـــــــ اخلاقاً قانوناً بولو حکومت اس کو اجازت دے گی؟

اسی طرح بازار سے کوئی شخص حکمت کی کتابیں خرید لائے ـــــــ "میزان الطب" یا "مجرب نسخے" وغیرہ پڑھ کے حکیم بن بیٹھے لیکن کسی طبیہ کالج میں حکمت نہ پڑھی ہو ـــــــ اپنے آپ ہی اُردو کی کتابیں پڑھ کر وہ حکیم بن بیٹھے اور لوگوں کا علاج شروع کر دے ـــــــ تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ـــــــ کہ وہ ایسی گولی دے گا نہ مرض رہے گا نہ مریض ـــــــ اسی لئے لوگ کہتے ہیں "نیم حکیم خطرۂ جان" خدا کے لئے ذرا سوچو! ـــــــ جب جسمانی معاملہ میں اُس ڈاکٹر اور حکیم کو

علاج کرنے کی اجازت نہیں جس نے باقاعدہ ڈاکٹری اور حکمت نہیں پڑھی ـــــــ تو رُوحانی اور ایمانی معاملہ میں اُس شخص کو بھی تبلیغ کا حق نہیں جس نے کسی دارالعلوم میں داخلہ لے کر باقاعدہ فقہ، حدیث اور تفسیر پڑھ کر علم حاصل نہ کیا ہو ـــــــ یہ جاہل ملک میں تبلیغ کے لئے نکلیں گے اور علم ان کے پاس ہوگا نہیں ـــــــ لوگ مسئلہ پُوچھیں گے تو یہ جواب دیں گے ہمیں معلوم نہیں ـــــــ لوگ کہیں گے کہ پاکستان سے جاپان تبلیغ کے لئے کیوں آگئے ہو؟ ـــــــ تو ان کو اَپنی پوزیشن بچانے کیلئے ضرور کچھ نہ کچھ کہنا پڑے گا ـــــــ تو اگر چار مسئلے صحیح بتائیں گے تو دس غلط بھی بتائیں گے ـــــــ اَب آپ ہی بتائیں کہ بیڑا غرق ہوگا یا نہیں؟

امیر المومنین حضرت سیّدنا عُمر فارُوق رضی اللہ عنہ نے اَپنے زمانے میں یہ قانون بنا دیا تھا ـــــــ کہ سوائے چند آدمیوں کے کسی سے مسئلہ نہ پوچھا جائے ـــــــ اور نہ کوئی بتائے ـــــــ جب اُس زمانے میں پابندی تھی تو آج ہر نتھو فتو مبلّغ بنا ہوا ہے ـــــــ اصل میں بات کیا تھی؟ ـــــــ یہ بڑی ذمّہ داری کی بات ہے ـــــــ یہ دین کا معاملہ ہے۔

ایک جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک صاحب بڑے زخمی ہو گئے اور زخمی حالت میں پڑے پڑے اِشاروں سے نماز پڑھتے تھے ـــــــ ان کو اسی حالت میں احتلام ہو گیا ـــــــ اُنہوں نے کسی دوسرے ساتھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے صحابی سے مسئلہ پُوچھا ـــــــ کہ بھئی! مَیں وضُو کی جگہ تیمّم کر لیتا تھا اور اشاروں سے نماز پڑھ لیتا تھا ـــــــ اَب مجھے احتلام ہو گیا اور احتلام ہو جائے تو غُسل کرنا پڑتا ہے ـــــــ تو اَب مَیں کیا کروں؟ ـــــــ مجھ پر تو غُسل واجب ہے تو اَب بھی مَیں غُسل کرُوں کہ تیمّم کروں؟ ـــــــ اُس صحابی کو مسئلہ معلوم نہیں تھا ـــــــ اُس نے کہا ظاہر ہے تم پر غُسل واجب ہو گیا ہے ـــــــ لہٰذا اب تمہیں غُسل کرنا پڑے گا ـــــــ اس نے جب مسئلہ بتایا تو اُس زخمی صحابی نے اُس کے کہنے پر

غسل کرلیا ــــــ اوپر جو پانی ڈالا تو پانی زخموں کے اندر چلا گیا اور اُس کی وجہ سے زخم اور خراب ہوگئے ــــــ نتیجہ کیا نکلا کہ ان کی وفات ہوگئی ــــــ نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ اُنہوں نے غسل کیا فلاں شخص کے بتانے پر ــــــ تو حضور ﷺ نے مسئلہ بتانے والے کو بُلایا اور جھڑکا ــــــ فرمایا "جب تجھے مسئلہ معلوم نہیں تھا تو تُو نے کیوں بتایا؟" ــــــ اب تُو نے ہی اس کو مارا ہے ــــــ تجھے قیامت کے دن ایسا عذاب ہوگا جیسا کسی بے گناہ کو قتل کرنے کا ــــــ یہ حضور ﷺ نے اس کو فرمایا ــــــ تو میاں یہ مذاق نہیں کہ ہر کوئی مسئلہ بتانے لگے۔

اگر کوئی مسئلہ پُوچھے بھی تو مسئلہ نہ آتا ہو تو صاف کہہ دو کہ بھئی مجھے مسئلہ نہیں آتا ــــــ کسی اور عالم سے جا کر پُوچھ لو ــــــ لیکن آجکل پتہ کیا ہے؟ ــــــ کہ اگر ہم نے کہہ دیا کہ ہمیں مسئلہ نہیں آتا تو ہماری عزت کیا رہے گی؟ ــــــ لوگ کہیں گے ایسے ہی مولوی بنتا ہے مسئلے تو تجھے آتے نہیں ــــــ تو یہ جو تبلیغ کرنے نکلتے ہیں ان کو پتہ تو ہوتا نہیں ــــــ تبلیغ کرنے کا حق اُس کو ہے جس کو علم ہو۔

اور مَیں ایک موٹی سی بات بتاؤں ــــــ اگر ان کا مقصد ہے اسلام کی تبلیغ ــــــ تو وہ وہاں جائیں جہاں فلم دیکھنے والوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں ــــــ وہاں جائیں جہاں شراب کا دَور چلتا ہے ــــــ عیسائیوں کے گرجے میں جائیں ــــــ وہاں تبلیغ کریں ــــــ وہاں توحید بیان کریں ــــــ قادیانیوں کی مسجد میں جا کر ختمِ نبوت کا بیان کریں ــــــ ہندوؤں کے مندروں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں ــــــ بُت پرستی کی مخالفت کریں ــــــ اور سندھ میں لاکھوں کی تعداد میں ابھی بھی ہندو رہتے ہیں ان کو جا کر مسلمان کریں۔

یہ آجاتے ہیں اور سُنّیوں کی مسجد میں ڈیرا ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جان بُوجھ کر ــــــ آپ کہیں گے چلے جاؤ! ــــــ تو کہیں گے نہیں اللہ کا گھر ہے ــــــ لڑیں گے نہیں جائیں گے ــــــ اور کلمے پڑھاتے ہیں ــــــ بھلا بتاؤ کہ

مسلمانوں کو کلمہ نہیں آتا ـــــــ جو مسجدوں میں نماز پڑھنے آتے ہیں اُن کو کلمہ نہیں آتا ـــــــ مَیں تمہیں اصل بات بتاتا ہُوں ـــــــ ان کا مقصد اسلام کی تبلیغ نہیں بلکہ ان کا مقصد ہے لوگوں کو ''وہابی'' بنانا ـــــــ بدعقیدہ بنانا ـــــــ ''یارسُول اللہ'' کہنے سے روکنا ـــــــ سلام پڑھنے سے روکنا ـــــــ نذر و نیاز سے روکنا ـــــــ ''سُنّیت'' سے ہٹانا ان کا مقصد اوّلین ہے ـــــــ اور یہ جو کلمہ سب سے پہلے پڑھاتے ہیں کہ ہم یارسُول اللہ کہنے والوں کو ـــــــ بزرگانِ دین کے عُرس منانے والوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ـــــــ یہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے ـــــــ یہ ہمیں کیا سمجھتے ہیں؟ ـــــــ مُشرک اور بدعتی ـــــــ اور یہ سب سے پہلے کلمہ پڑھاتے ہیں ـــــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے مُشرک کو مُسلمان کر دیا ـــــــ اور اُس کے بعد نماز روزے کی تبلیغ کے نام پر ـــــــ آہستہ آہستہ جب وہاں لے جاتے ہیں تو پھر یہ شرک ہے، یہ بدعت ہے ـــــــ بعض لوگ سیدھے سادھے، بھولے بھالے ہیں ـــــــ کہتے ہیں کہ نہیں جی! وہ تو اللہ کے رسُول کی باتیں کرتے ہیں ـــــــ وہ نماز روزے کی باتیں کرتے ہیں ـــــــ اختلافی باتیں نہیں کرتے۔

مَیں ایک بات پُوچھتا ہُوں کہ اگر اختلافی باتیں نہیں کرتے تو جو ان میں شامل ہو جاتا ہے اگر وہ پہلے ''یارسُول اللہ'' کہتا تھا تو بعد میں کیوں چھوڑ دیتا ہے؟ ـــــــ انگوٹھے چُومنا چھوڑ دیتا ہے ـــــــ گیارہویں شریف کی نیاز دینا چھوڑ دیتا ہے ـــــــ سلام پڑھنا چھوڑ دیتا ہے ـــــــ اگر وہ اختلافی مسئلے نہیں کرتے تو پھر ان باتوں کا انکار کیوں کر دیتا ہے؟ ـــــــ معلوم ہوا کہ وہ پہلے پہل اختلافی باتیں نہیں کرتے ـــــــ اور آہستہ آہستہ میٹھا زہر دیتے ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہا کرو!

تو مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ تبلیغ اس طرح کرتے ہیں جس طرح خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے کی ـــــــ بولو! خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی جماعت تھی؟

ـــــ کوئی دار لمطالعے کوئی دفتر قائم کیئے؟ ـــــ کوئی کھالیں لیں ـــــ کوئی صدقہ لیا ـــــ کوئی زکوٰۃ لی ـــــ کوئی چندہ وصول کیا ـــــ کوئی فطرانے کا کروڑوں روپیہ وصول کیا؟ ـــــ نہیں! کچھ نہیں! ـــــ اللہ کا وَلی چند مُریدوں کے ساتھ جاتا ہے اَور کُفر گڑھ میں جا کر اسلام کا بول بالا کرتا ہے۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کفر گڑھ میں نعرۂ حق بلند کیا ـــــ اللہ کی مدد ان کے ساتھ تھی ـــــ رسول اللہ کی نظرِ رحمت ان پر تھی ـــــ ان کے رُوحانی کمالات تھے ـــــ وہ باعمل تھے ـــــ یہ نہیں کہ زبان پر کچھ اور، دل میں کچھ اَور ـــــ جیسے حالات ہوں وَیسے ہی ہو جاتے تھے ـــــ نہیں نہیں! وہ اہلِ حق تھے۔

حضرت مجدد اَلف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر بادشاہ سے ٹکر لی ـــــ جہانگیر سے ٹکر لی ـــــ پھر بولو! وہی جہانگیری ہاتھ باندھ کر ننگے پاؤں چلتا تھا کہ نہیں ـــــ اُس کو آپ کی بارگاہ میں جُھکنا پڑا ـــــ کیونکہ ان اللہ والوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے ـــــ ان کے پاس رُوحانی طاقت ہوتی ہے ـــــ یہ اللہ والے ہوتے ہیں ـــــ یہ اَولیائے کاملین ہوتے ہیں ـــــ یہ کہتے بھی ہیں اور کر کے دکھا بھی رہتے ہیں۔

جس وقت اَناساگر کی کرامت ظاہر ہُوئی ـــــ بتیس ہزار ہندو مسلمان ہو گئے ـــــ سارے علاقے میں کُہرام مچ گیا کہ یہ کیا ہوا؟ ـــــ بتّیس ہزار ہندو ہمارا دَھرم چھوڑ کر مُسلمان ہو گئے ـــــ آئندہ کیا ہو گا؟ ـــــ ہمارے لئے شرم کی بات ہے ـــــ ڈُوب مرنے کی بات ہے کہ حکومت ہماری؟ ـــــ اور ہماری حکومت میں کوئی غیر مذہب آدمی آکر ہزاروں کو ہمارے مذہب سے اَپنے مذہب میں لے جائے ـــــ کُہرام مچ گیا کیا کیا جائے؟ ـــــ راجہ نے اَپنے سب سے بڑے مندر کے سب سے بڑے پروہت کو حُکم دیا ـــــ جو سَب

سے بڑا مندر تھا راجہ کا ــــــ اُس کے پروہت کا نام تھا "رام دیو" ــــــ اُس کو حکم دیا کہ جاؤ فقیر سے باتیں وَاتیں کرو ــــــ مناظرہ کرو ــــــ بحث کرو اور جھگڑا وَگڑا کرو ــــــ اُس کو دھمکیاں دو اور اس کو یہاں سے نکال باہر کرو۔

رام دیو جو سب سے بڑے مندر کا پنڈت تھا اور پروہت تھا ــــــ وہ اپنے چیلوں اور پنڈتوں، پروہتوں کو ساتھ لے کر آیا ــــــ آپ سے بحث کرنے اور اُلجھنے لگا ــــــ طرح طرح کے سوالات کرنے لگا اور اِدھر اُدھر کی ہانکنے لگا ــــــ جب وہ ذرا اُچھلنے، کودنے اور شور مچانے لگا تو آپ نے اِرشاد فرمایا ــــــ او رام دیو! میں تو تیرے ماتھے میں ایمان کا نور دیکھ رہا ہوں ــــــ اور تُو اُچھل کود رہا ہے ــــــ او تیرے تو مسلمان ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

پڑھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ــــــ جب آپ نے اِلَّا اللّٰہ کی ضرب لگائی تو رام دیو اُلٹا ہو کر جا پڑا ــــــ زمین پر لوٹ رہا تھا اور اُس کی زبان پر جاری تھا ــــــ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ــــــ زمین پر لوٹ رہا ہے اور کلمہ شریف پڑھ رہا ہے ــــــ جس وقت رام دیو کا یہ حال ہوا تو لوگ دوڑے دَوڑے گئے راجہ کے دربار میں ــــــ کہ راجہ بیڑا غرق ہو گیا ــــــ راجہ نے پُوچھا کیا ہوا؟ ــــــ اُنہوں نے کہا سب سے بڑا پنڈت، سب سے بڑا پروہت رام دیو بھی مسلمان ہو گیا ــــــ وہ بھی اَپنے دَھرم کو چھوڑ گیا۔

اچھا حد ہو گئی ہے ــــــ واقعی فقیر تو بڑا کامل معلوم ہوتا ہے ــــــ یہ رام دیو وہ شخص ہے جو لوگوں سے بحثیں کرتا تھا ــــــ مناظرے کرتا تھا ــــــ اپنے دَھرم کی صداقت کو ظاہر کرتا تھا ــــــ اس کے سامنے بڑے بڑے لوگ بات نہیں کرتے تھے ــــــ جب وہ اَپنا دھرم چھوڑ گیا اور اُس فقیر کے دین کو قبول کر لیا ــــــ یا تو یہ ہے کہ اس فقیر سے بڑا جادُوگر کوئی نہیں ــــــ اور یا پھر یہ بڑا کامل فقیر ہے ــــــ اَب کیا کیا جائے؟ ــــــ بڑی تشویش ہو گئی۔

راجہ نے بڑے منصوبے بنائے ــــــ طرح طرح کے طریقہ اختیار کیے ــــــ خوبصورت لڑکیوں کو سکھا پڑھا کر بھیجا کہ تعویذ لینے اور دم کرانے کے بہانے جاؤ ــــــ اور سکھا دیا کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اُس کو پھسلاؤ ــــــ تاکہ اُس کی کمزوری ہمارے ہاتھ میں آئے اور پھر ہم اُس کو ذلیل کریں ــــــ یہ بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے ــــــ نوجوان لڑکیاں، حسین ترین لڑکیاں بن ٹھن کے آتی تھیں ــــــ اور مقصد ان کا بڑا ناپاک ہوتا تھا۔

حضرت نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھتے تھے اور فرماتے تھے ــــــ ان عورتوں کو ہماری بارگاہ میں آنے کی اجازت نہیں ــــــ آپ عورتوں کو نہیں آنے دیتے تھے ــــــ نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھتے تھے ــــــ راجہ کو پیغام بھیجا کہ راجہ تو ان لڑکیوں اور نامحرم عورتوں کو ہمارے پاس بھیج رہا ہے ــــــ تیرا یہ خیال ہوگا کہ ہم ان کو دیکھیں گے تو شاید ان کے جال میں پھنس جائیں گے ــــــ ارے جس کی نگاہوں میں حبیبِ کبریا ﷺ کا حُسن سمایا ہو وہ اِس فانی حُسن کو کیسے نگاہ اُٹھا کر دیکھ سکتا ہے؟ ــــــ بڑی بڑی حرکتیں کی گئیں ــــــ مَیں اشارے کر رہا ہوں سمجھ لو۔

ہر منصوبہ خاک میں مل گیا ــــــ رام دیو مسلمان ہوا تھا سب سے بڑا پنڈت ــــــ اُس کا آپ نے نام رکھا ''عبداللہ'' ــــــ اُس نے کہا حضرت شہر کے ساتھ ہی میرے باپ دادا کی جدّی پُشتی زمین ہے مَیں اُس کا مالک ہُوں ــــــ وہ ساری زمین میں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ نذرانہ پیش کرتا ہُوں ــــــ قانونی طور پر مَیں آپ کے نام لکھوا دیتا ہُوں ــــــ تو یہاں سے اُٹھیے ہم اپنی زمین میں چلتے ہیں ــــــ کیونکہ یہاں آئے دن کہتے ہیں ــــــ یہاں سے اُٹھو ــــــ کوئی کہتا ہے: ساگر میں مُنہ نہ دھوئیے ــــــ یہ نہ کریں، وہ نہ کریں ــــــ تو ہم اپنی زمین پہ چلتے ہیں ــــــ وہاں جا کر اپنی مسجد بناتے ہیں ــــــ حُجرے بنائیں گے، آستانے بنائیں گے، آزادی سے اپنے دِین کی تبلیغ کریں گے ــــــ یہ

اُس نو مُسلم عبداللہ کے الفاظ ہیں جو پہلے سب سے بڑا پنڈت تھا ـــــ اُس کی زمین آپ نے قبول فرمائی اور اُس نے ساری زمین بطور ہدیہ پیش کر دی۔

سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں جو مسلمان ہوئے تھے سب لگ گئے ـــــ ہاتھوں ہاتھ اُنہوں نے مٹی میں پانی ملا کر اُس کی اینٹیں بنا دیں ـــــ گارا بنایا اور چند دنوں کے اندر ایک کچی مسجد بنا دی ـــــ حُجرے بن گئے، آستانہ بن گیا ـــــ بڑی شاندار اُنہوں نے جگہ بنا دی ـــــ پودے لگا دیئے ـــــ اب پانچوں وقت نماز ہوتی تھی ـــــ اذان ہوتی تھی ـــــ جماعت ہوتی تھی ـــــ وعظ ہوتا تھا ـــــ نصیحت ہوتی تھی ـــــ اسلام کی تبلیغ ہوتی تھی ـــــ دُور دُور سے لوگ آتے تھے حضرت کی شکل وصورت، نُورانیت وروحانیت اور زبان کی تاثیر دیکھ کر اسلام کے حلقے میں داخل ہو رہے تھے ـــــ اسلام کو بڑی ترقی ہو رہی تھی ـــــ کُفر گڑھ میں اللہ کے بندے نے اسلام کے پرچم کو بلند کیا۔

آخر راجہ نے اپنے وزیروں امیروں سے گفتگو کی ـــــ کہ اس فقیر کے اثر کو کیسے ختم کیا جائے؟ ـــــ اور یہ طے پایا کہ کسی بڑے جادُوگر کو بُلایا جائے جو شعبدے دکھائے ـــــ جب وہ کرتب اور شعبدے دکھائے گا تو بعد میں لوگوں کو یہ تاثر دیں گے کہ ـــــ لوگو! جس طرح ان جادُوگروں نے شعبدے دکھائے ہیں! اِسی طرح یہ فقیر بھی شعبدے دکھاتا ہے ـــــ تم خواہ مخواہ اَپنا دَھرم چھوڑ کر اس کے دین میں جا رہے ہو ـــــ تم اَپنا دھرم نہ چھوڑو! ـــــ یہ کوئی کامل وَلی نہیں بلکہ شُعبدہ باز ہے۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اثر کو ختم کرنے کے واسطے جادُوگروں کو بُلایا ـــــ ہندوستان کا سب سے بڑا جادُوگر جس کا نام جے پال تھا ـــــ اس کو بلایا گیا ـــــ جے پال کا دعویٰ تھا ـــــ کہ ماں نے اَب تک وہ بیٹا جنا ہی نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے ـــــ اس نے آ کر بڑی ڈینگیں ماریں کہ یہ فقیر تو میرے

آگے پانچ منٹ نہیں ٹھہر سکتا ـــــــ بڑے بڑے جادُوگر میرے سامنے نہیں ٹھہرتے یہ کہاں ٹھہرے گا؟ ـــــــ میں ایسے شعبدے دکھاؤں گا کہ لوگ اس کی طرف مائل ہونا چھوڑ دیں گے ـــــــ اس نے راجہ سے بہت سارو پیہ لینے کا مطالبہ کیا ـــــــ راجہ نے بھی بہت انعام واکرام دینے کا وعدہ کیا ـــــــ سارے علاقے میں دُھوم مچ گئی اور اعلان ہوا کہ فقیر کا اور جادُوگروں کا مقابلہ ہونا ہے۔

بعض دُوسری ریاستوں کے راجے بھی آئے ـــــــ راجہ کے لئے ایک جگہ تخت بچھایا گیا ـــــــ دائیں بائیں کُرسیاں رکھی گئیں ـــــــ پیچھے راجہ کی رانیوں اور راجکماریوں کے لئے جگہ بنائی گئی ـــــــ دوسرے راجاؤں کے لئے ایک ممتاز جگہ بنائی گئی ـــــــ ایک طرف تماشائیوں کے کھڑے ہونے کے لئے وسیع میدان خالی کر دیا گیا ـــــــ اور کچھ فاصلے پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ زمین تھی جہاں آپ جلوہ افروز تھے ـــــــ حضرت خواجہ صاحب کو پتہ چلا کہ ہندوستان کا سب سے بڑا جادُوگر آیا ہے ـــــــ آپ نے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ ـــــــ قطب الدین! آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اِردگرد حصار کھینچ دو ـــــــ وہ تھوڑی سی جگہ جس میں آپ تشریف فرما تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت الکرسی پڑھ کر لکیر کھینچ دی ـــــــ آپ نے فرمایا انشاء اللہ! اِس حصار کے اَندر جادو کا اثر نہیں ہوگا ـــــــ اُدھر راجہ نے جوگی جے پال سے پُوچھا کہ کیا کرے گا؟ ـــــــ کہنے لگا جی! میں ایسا منتر پڑھوں گا ـــــــ کہ ایک طرف سے بہت زیادہ رَنگ بَرنگے چھوٹے بڑے سانپ آئیں گے ـــــــ اور وہ اس فقیر اور اس کے ساتھیوں کو ڈسیں گے ـــــــ اور یہ تمہاری آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کے مر جائیں گے ـــــــ راجہ نے کہا بھئی کیا کہنے ـــــــ اگر ایسا ہو تو جو تُو مُنہ سے بولے ہم انعام دیں گے۔

اُس جوگی نے اپنی مالا نکالی ـــــــ اُس نے مالا جپنی شروع کی اور کیا کہتا ہوگا؟ ـــــــ یہی کہتا ہوگا ـــــــ 'رام رام جپنا' ـــــــ 'پرایا مال اپنا'

'رام رام جپنا' ــــ 'پرایا مال اپنا' ــــ بہر حال! اُس نے منتر کا جاپ شروع کر دیا تو واقعی بہت زیادہ تعداد میں سانپ آنے شروع ہو گئے ــــ لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں کہ واہ بھئی واہ! ــــ سانپ تو آ گئے اور یہ اُس فقیر کی طرف جا رہے ہیں جو اس کو ڈسیں گے اور دیکھتے ہی دیکھتے فقیر کو ختم کر دیں گے ــــ مگر جو سانپ بھی اس خطِ حصار کے پاس جاتا ڈھیر ہو جاتا ــــ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ــــ راجہ نے کہا جے پال! تُو نے تو کہا تھا کہ سانپ ڈسیں گے اور یہ فقیر تڑپ تڑپ کر مر جائیں گا ــــ مگر سارے سانپ ہی مر گئے ــــ کہنے لگا راجہ جی! دو پہلوان جب اکھاڑے میں لڑتے ہیں تو ایک پہلوان داؤ لگاتا ہے اور دوسرا پہلوان کامیاب نہیں ہونے دیتا ــــ تو وہ پہلوان دوسرا داؤ لگاتا ہے ــــ فقیر کامل ہے اور مقابلہ بڑا سخت ہے ــــ اگر میرا ایک منتر خالی گیا تو کوئی پرواہ نہیں مَیں دوسرا کرتا ہوں ــــ راجہ نے کہا اب کیا کرو گے؟

اُس نے کہا کہ فقیر نے اپنے گرد حصار کھینچ لیا ہے جس کے اندر سانپ نہیں پہنچ سکتے ــــ اب میں اُوپر سے آگ برساؤں گا ــــ آگ کا مینہ برسے گا اور یہ جل کر راکھ ہو جائیں گے ــــ چنانچہ اس نے پھر مالا جپنی شروع کر دی ــــ تھوڑی دیر کے بعد اُن لوگوں کو واقعی ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ کا مینہ برس رہا ہو ــــ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ پر آگ کا مینہ برس رہا تھا اور واقعی اس آگ نے آس پاس کے درختوں کو جلا دیا ــــ مگر حضرت کے حصار کے اندر ایک چنگاری بھی نہیں گئی ــــ راجہ نے کہا وہ فقیر تو اُسی طرح بیٹھے ہیں ــــ آگ نے جلا کر ان کو راکھ نہیں کیا ــــ ایک چنگاری بھی اُن کے پاس نہیں گئی ــــ اُس نے کہا کوئی بات نہیں ــــ اگر میرا دوسرا داؤ بھی کامیاب نہیں تو میں تیسرا لگاتا ہوں ــــ یہ اب کیا کرے گا؟ ــــ اُس نے کہا جی دیکھئے! میں کیا کرتا ہوں؟

اُس نے ہرن کی کھال نکالی ــــ وہ زمین پر بچھائی اور اُس کے اوپر بیٹھا

اور اُسی طرح مالا چلنی شروع کردی ـــــــ جب اُس نے اَپنا مَنتر پڑھا تو وہ کھال زمین سے اٹھ پڑی اور اُڑنے لگی ـــــــ اُوپر چلا گیا کوئی پچاس ساٹھ فٹ کے فاصلے پر جاکر ہوا میں معلق ہو کر فضا کے اَندر گھوم رہا تھا ـــــــ راجہ نے کہا لوگو دیکھو! ـــــــ اس فقیر نے ایسا شعبدہ نہیں دکھایا جس کے دین کو تم قبول کر رہے ہو ـــــ اور اَپنا دَھرم چھوڑ رہے ہو ـــــ دیکھو اس نے کیسا کرتب دکھایا ہے؟ ـــــ کھال کے اُوپر بیٹھا ہوا ہے اور کھال فضا میں گھوم رہی ہے ـــــ راجہ لوگوں کو کہنے لگا اور جوگی فضا میں اُڑ رہا تھا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مُصلّے پر بیٹھے ہوئے تھے اور تسبیح پڑھ رہے تھے ـــــ آپ نے جب دیکھا تو آپ کے پاس لکڑی کی کھڑاوں پڑی ہوئی تھیں جو وضو کر کے آپ پہنتے تھے اور وہ کافی موٹی اور بھاری تھیں ـــــ آپ نے جب دیکھا کہ وہ جوگی کھال کے اُوپر بیٹھا ہوا ہے ـــــ آپ نے وہ کھڑاویں ایک ایک کر کے اُوپر پھینک دِیں ـــــ اَب دونوں کھڑاویں بھی ہوا میں اُڑیں اور اُڑتی ہُوئی جے پال کی کھوپڑی کے اُوپر چلی گئیں ـــــ اور اُنہوں نے جَے پال کی کھوپڑی کا طبلہ بنا دیا اور اُس کے سر پر لگنے لگیں ـــــ اُنہوں نے کھوپڑی کو ڈھیلا کر دیا ـــــ اَب مالا کہیں پڑی ہوئی ہے اور چھال کہیں پڑی ہوئی ہے ـــــ اور وہ جے پال کہیں زمین پر گرا ہوا ہے ـــــ اور کھڑاویں زور زور سے سر پر برس رہی ہیں ـــــ جوگی جے پال چیخ اُٹھا ـــــ چلاّ اُٹھا اور کہا کہ ـــــ بابا! ان کو روکو ورنہ تیری کھڑاویں میرا بھیجا پھوڑ دیں گی۔

آپ نے فرمایا اگر بچنا چاہتا ہے تو ایک ہی صورت ہے ـــــ پڑھ! ـــــ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ـــــ چنانچہ اُس جوگی جے پال نے جب پڑھا ـــــ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ـــــ پڑھ کر قدموں میں آگرا ـــــ اُدھر کھڑاویں بھی آ گئیں۔

اَب جے پال اَپنے چیلوں سے کہنے لگا ـــــ تمہیں معلوم ہے کہ

ہندوستان میں میرے مقابلے کا کوئی جادوگر نہیں ہے ـــــ میں جادو کی تمام قسموں کو پہچانتا ہوں ـــــ جو کچھ میں نے کیا وہ جادو تھا مگر جو کچھ اس فقیر نے کیا اُس کا جادو کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ـــــ وہ رُحانیت ہے ـــــ وہ ایمان کی نُورانیت ہے ـــــ اس کی جو کھڑاویں میری کھوپڑی میں لگی ہیں چونکہ اُس کے پَیروں کے ساتھ لگنے والی بابرکت کھڑاویں تھیں ـــــ اُنہوں نے میرے دل کی آنکھیں بھی روشن کر دیں ـــــ چنانچہ میں نے جب کلمہ پڑھا تو میرے سامنے سب کچھ بے حجاب ہو کر آ گیا ہے۔

اگر میرے چیلے ہو اور نجات چاہتے ہو تو میری طرح مسلمان ہو جاؤ ـــــ چنانچہ سارے چیلے بھی مسلمان ہو گئے ـــــ راجے نے کہا ـــــ جے پال! جب سے آیا ہے کھانا میرے پاس کھا رہا ہے ـــــ سارا خرچہ تُو نے مجھ سے لیا ہے اور تُو نے لاکھوں کے سامنے مجھے جھوٹا کر دیا ہے ـــــ اور میرے دشمن کو سچا کر دیا ہے ـــــ تُو تو بڑی ڈینگیں مارتا تھا ـــــ اَب میں تو تجھے سزا ضرور دُوں گا۔

جے پال نے کہا ـــــ راجہ جی! اب سزا دو یا جو کچھ مرضی ہو کرو ـــــ چاہے سُولی چڑھا دو ـــــ چاہے قتل کر دو ـــــ بوٹی بوٹی کر دو ـــــ تم میری جان تو نکال سکتے ہو مگر دل سے ایمان نہیں نکال سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان کی روشنی سے منوّر کیا ہے ـــــ ہدایت کے نُور سے مجھے روشن کیا ہے ـــــ میں اللہ کا شکر اَدا کرتا ہُوں ـــــ آج تک کُفر کرتے ہُوئے گمراہی کی زندگی بسر کی ہے ـــــ اب ایمان نصیب ہوا ہے ـــــ

راجہ بڑا ذلیل ہوا ـــــ بڑا مایُوس ہوا۔

اس کرامت کے بعد ہزارہا کی تعداد میں کافر مسلمان ہوئے ـــــ ہزارہا کی تعداد میں ـــــ سُنو! خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے راجہ کو بھی پیغام بھیجا کہ ـــــ اگر تُو سَلامتی چاہتا ہے تو تُو بھی مسلمان ہو جا ـــــ ورنہ تیری بھی خیر نہیں ـــــ راجہ نے کہا میں دیکھ لوں گا ـــــ اِس فقیر کی ہمت اِتنی بڑھ گئی ہے

دعوت دے رہا ہے ــــــ مجھے بھی مسلمان ہونے کا حکم دے رہا ہے ــــــ فقیر بابا! اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ ــــــ ہم صبر سے کام لے رہے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو ہم اس پر ضرور سختی کریں گے ــــــ تمہاری اتنی جرأت کہ تم مجھے بھی مسلمان ہونے کی دعوت دے رہے ہو ــــــ خواجہ صاحب نے فرمایا ــــــ اِسی میں تیری سلامتی ہے ورنہ تُو ہلاک ہو جائے گا ــــــ اگر مسلمان نہیں ہوگا تو تباہ ہو جائے گا ــــــ تیری تباہی کے دن قریب آ گئے ہیں ــــــ اگر تباہی اور ہلاکت سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمان ہو جا ــــــ راجہ نے انکار تو کر دیا لیکن اندر ہی اندر اُس کا کلیجہ ہِل گیا ــــــ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ فقیر بڑا کامل ہے۔

یاد رکھو! ــــــ یہ جو ایک خدا کو چھوڑ کر سینکڑوں معبودوں کی پرستش کرنے والے ہوتے ہیں یہ بڑی جلدی ڈر جاتے ہیں ــــــ اور اِس قسم کے کامل فقیروں سے بڑا ڈرتے ہیں ــــــ آپ نے سُنا ہوگا کہ ــــــ تین آدمی سفر کر رہے تھے ــــــ ان میں ایک خان صاحب تھے، ایک شیخ صاحب اور ایک بَنیا تھا ــــــ آگے سے تین ڈاکو مِل گئے ــــــ شیخ صاحب نے کہا خانصاحب! ڈاکو معلوم ہوتے ہیں ــــــ خان صاحب نے کہا پرواہ نہیں! یہ جو موٹا آگے آ رہا ہے اس کو ہم مارے گا ــــــ شیخ صاحب نے کہا: یہ جو دُوسرا ہے اس سے مَیں دو ہاتھ کروں گا ــــــ بَنیا کہنے لگا: یہ جو تیسرا ہے یہ مجھے مارے گا مجھے نہیں چھوڑے گا ــــــ ہندو ڈرتے بہت ہیں ــــــ ذرا سی دھمکی دی اور کہنے لگتے ہیں ــــــ مہاراج! مہاراج! مہاراج! ــــــ ڈر جاتے ہیں ــــــ تو وہ راجہ تھا تو ہندو مگر تھا راجہ ــــــ کیسے مسلمان ہوتا؟ اُس کی قسمت میں ایمان نہیں تھا۔

شہاب الدین غوری جو غزنی کا بادشاہ تھا اُس وقت مسلمانوں کی حکومت لاہور تک تھی ــــــ لاہور کا جو گورنر تھا وہ اَندر ہی اندر دشمنوں سے سازباز کر رہا تھا ــــــ

شہاب الدین غوری کو معلوم ہوا تو وہ آیا ـــــــ شہاب الدین جب آیا تو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چند مریدوں کو اُس کے پاس بھیجا ـــــــ خواجہ صاحب نے فرمایا کسی اور علاقے پر نظر نہ رکھو ـــــــ اجمیر تک سارا علاقہ تم فتح کرو گے! ـــــــ ہماری دعا تمہارے ساتھ ہے ـــــــ ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ یہ سب علاقہ فتح ہو جائے گا ـــــــ اور ہمارے مرید جو ہزاروں کی تعداد میں یہاں بستے ہیں وہ تمہارے سپاہی ہوں گے ـــــــ شہاب الدین غوری کو جب یہ پیغام ملا تو اُس نے عہد کر لیا کہ مَیں دہلی اور اجمیر تک سارا علاقہ فتح کروں گا۔

مُسلمانو! ـــــــ تم اپنی تاریخ پڑھو ـــــــ کیا تھے مسلمان اور آج کیا ہو گئے ہو؟ ـــــــ مُسلمان بادشاہ شہاب الدین غوری سے جنگ کرنے کے واسطے سارے راجستھان کے ڈیڑھ سَو راجے متحد ہو گئے ـــــــ وہ سمجھتے تھے جب شہاب الدین غوری آئے گا تو سَارے علاقوں کو فتح کرے گا ـــــــ سارے راجوں کی حکومت خطرے میں تھی ـــــــ سارے اکٹھے ہو گئے ـــــــ ایک مسلمان بادشاہ کا مقابلہ کرنے کیلئے ڈیڑھ سَو ہندو راجے اکٹھے ہو گئے ـــــــ سُنو! کتنی فوج تھی راجاؤں کے پاس؟ ـــــــ تین لاکھ سَوار تھے پیادوں کا کوئی حساب ہی نہیں تھا ـــــــ تین ہزار جنگی ہاتھی تھے ـــــــ اور مسلمان بادشاہ شہاب الدّین غوری کے ساتھ صرف ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی ـــــــ جن میں صرف چالیس ہزار سوار تھے ـــــــ باقی اَسّی ہزار پیدل تھے ـــــــ اِدھر تین لاکھ سوار اور پیادوں کا کوئی حساب ہی نہیں ـــــــ مقابلہ بڑا سخت تھا ـــــــ مقابلہ ہوتا رہا مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ـــــــ مسلمان بادشاہ فتح حاصل کر کے آگے بڑھتا چلا گیا ـــــــ یہاں تک کہ دہلی اجمیر تک سارا علاقہ اُس نے فتح کر لیا ـــــــ پرتھوی راج بھی مارا گیا ـــــــ فوج بھی کافی ماری گئی ـــــــ باقی ہتھیار پھینک کر بھاگ گئے ـــــــ سارے علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ـــــــ اب میدان صاف تھا۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ سے پچانوے لاکھ ہندو مسلمان ہوئے
بات کرنی آسان ہے مگر کر کے دکھانا بہت مشکل ہے ـــــ اجمیر کی طرف
جو گورنر مقرر ہوئے شہاب الدین غوری کی طرف سے ـــــ ان کا نام تھا "سید حسن"
ان کے چچا کا نام تھا "سید وجیہہ الدین" ـــــ ان کی بیٹی جن کا نام تھا
"عصمت بی بی" ـــــ آپ شکل میں، صورت میں، سیرت میں، کمال میں، جمال
میں اپنی مثل آپ تھیں ـــــ سادات خاندان میں سے تھیں ـــــ میر سیّد
وجیہہ الدین کو سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے ـــــ اور فرمایا بیٹا!
اپنی بیٹی کا رشتہ معین الدین حسن سے کردو ـــــ یہ ہمارا حکم ہے ـــــ چنانچہ
حضرت سیّد وجیہہ الدین خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب سنایا اور
عرض کی کہ ـــــ حضور! میری بیٹی حاضر ہے ـــــ آپ نے مہم سر کر کے، کفر
گڑھ میں اسلام کی شمع بلند کر کے، پچانوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان فرما کر نکاح کیا۔

میرے دوستو اور بزرگو! ـــــ اسی رجب کی ۶ر تاریخ کو ۶۳۵ھ ہجری
میں آپ کا انتقال ہوا ـــــ اسی رجب کے مہینے میں آپ کی ولادت ہوئی تھی
ـــــ ۱۴ر رجب ۵۳۷ھ ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی ـــــ اور ۶ر رجب کو
۶۳۵ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی ہے ـــــ آپ کی عمر شریف ۹۷ر برس کی ہوئی
ـــــ جب آپ کا وصال ہوا آپ کے پانچ بیٹے تھے اور ایک لڑکی ـــــ اور
قدرت کے قلم سے آپ کے ماتھے مبارک پر لکھا گیا ـــــ مَاتَ حَبِیْبُ اللّٰہِ فِیْ
حُبِّ اللّٰہِ ـــــ یعنی اللہ کے حبیب نے اللہ کی محبت میں وفات پائی ـــــ
اللہ ہم سب کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ اور ہمیں تبلیغ
کرنے کی سعادت حاصل فرمائے ـــــ اور ہمیں پنج وقتہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا
فرمائے۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

عظمت اولیاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم

حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ حضرات کو معلوم ہے کہ یہ مجلس مبارکہ بسلسلہ عرس مبارک منعقد ہوئی ہے۔ اسی مناسبت سے میں نے آپ کے سامنے قرآن حکیم کی وہ آیتیں تلاوت کی ہیں

جن آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ولیوں، اپنے دوستوں کی عظمت وشان کو بیان فرمایا ہے۔

سلطان العارفین غوث العالم حضرت قبلہ پیر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہے اور اِس عرس کے سلسلے میں یہ مجلس منعقد ہوئی۔

تین آیتیں جو میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہیں ان تین آیتوں کا لفظی ترجمہ، چند تفسیری فوائد میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ ـــــ خبردار! بیشک جو اللہ کے ولی ہیں ـــــ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ـــــ اُن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ـــــ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ـــــ اللہ کے ولی وہ ہیں جو ایمان لاکر پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ ہر قسم کے گناہوں سے بچتے ہیں ـــــ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ـــــ خوشخبری ہے واسطے ان کے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ـــــ لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ـــــ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں ـــــ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم ـــــ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

ان تین آیتوں میں غور کیا جائے تو پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ولیوں کی عظمت وشان کو بیان فرمایا۔ دوسری آیت میں ان کی پہچان بیان ہوئی ہے اور تیسری آیت میں ان کا انجام بیان ہوا ہے۔ ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے دوست ہیں، اللہ کے ولی ہیں اور دو جہانوں میں بےخوف، بےغم ہیں اور ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ مومن ہوتے ہیں اور متقی وپرہیزگار ہوتے ہیں۔ ان کا انجام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں جہانوں میں خوشخبری دی، بشارت دی اور فرمایا کہ بلاشبہ یہی بڑی کامیابی ہے جو ان کے حصے میں آئی۔ تو ان

آیتوں میں اُن کی عظمت وشان، اُن کی پہچان اور اُن کا انجام بھی بیان ہوا۔

غور فرمایئے! اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کا ذکر کرنے سے پہلے فرمایا۔ ''الا'' حرف تنبیہ ہے، جس کا معنیٰ ہے خبردار۔ یہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں، اپنے دستوں کا ذکر کرنے سے پہلے خبردار کیوں کیا؟ تنبیہ کیوں فرمائی؟ حالانکہ آپ قرآن پڑھ کر دیکھئے۔ جہاں اللہ نے نماز کا، زکوٰۃ کا، روزے کا، حج کا ذکر کیا ہے وہاں حرف تنبیہ نہیں فرمایا ـــــ وَاَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ وَآتُوالزَّکٰوۃَ ـــــ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو ـــــ حرف تنبیہ نہیں ـــــ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ـــــ اے ایمان والو! فرض کر دیئے گئے تم پر روزے ـــــ حرف تنبیہ نہیں ـــــ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ـــــ اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا فرض اُن پر جو زادِ راہ رکھتے ہوں۔ حج کرنے کی طاقت واستطاعت رکھتے ہوں ـــــ حرف تنبیہ نہیں۔ نماز کا حکم دیا، زکوٰۃ کا حکم دیا، روزے کا حکم دیا، حج کا حکم دیا، حرف تنبیہ نہیں فرمایا۔ اولیاء کا ذکر کیا تو پہلے حرف تنبیہ فرمایا۔ بات کیا ہے؟ علماء فرماتے ہیں بات یہ ہے کہ ـــــ اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ ہے ـــــ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے ـــــ وہ جانتا تھا، وہ جانتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو نماز اور زکوٰۃ کا انکار نہیں کریں گے۔ حج اور روزے کی فضیلت واہمیت کا انکار نہیں کریں گے مگر اولیائے کرام کے کمالات، اولیائے کرام کے فضائل اور اُن کی عظمت وشان کا انکار کریں گے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کا ذکر کرنے سے پہلے خبردار کر دیا۔ تنبیہ فرما دی کہ خبردار ان کی عظمت وشان کا انکار نہ کرنا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی عظمت وشان کے ڈنکے میں خود بجا رہا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کا ذکر کرنے سے پہلے خبردار کیا۔

تنبیہ فرمائی، آپ جانتے ہیں کہ تنبیہ اس مقام پر کی جاتی ہے، خبردار اُس مقام پر

کیا جاتا ہے جس مقام پر کسی خطرے یا نقصان کا اندیشہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص کسی نہر میں نہانے کے لئے چھلانگ لگا دے تو جاننے والا کہتا ہے خبردار! آگے نہ جانا، آگے پانی بڑا گہرا ہے اور پانی کا بہاؤ بڑا تیز ہے، ڈوبنے کا خطرہ ہے، اندیشہ ہے۔ تو جہاں خطرہ تھا جان کا، جاننے والے نے، نہ جاننے والے کو خبردار کیا، تنبیہ فرمائی۔ آپ ایسے خطرناک مقامات پر جاتے ہیں۔ مثلاً پاور ہاؤس میں چلے جاتے ہیں یعنی بجلی گھر میں جاتے ہیں یا جہاں کہیں بجلی کی موٹر لگی ہوئی ہے وہاں لکھا ہوتا ہے۔ خطرہ! خبردار! ہاتھ مت لگائیے، تو پڑھے لکھے لوگوں نے ایسے مقامات پر خطرے اور خبرداری کے بورڈ کیوں لگا دیئے؟ اس لئے کہ کوئی انجان، کوئی غیر ماہر ہاتھ لگا کر نہ دیکھتا پھرے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا بن رہا ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟ اور کرنٹ پہ جائے اور جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے۔ تو جہاں جان کا خطرہ تھا، پڑھے لکھے لوگوں نے، ماہروں نے، جاننے والوں نے خبرداری کا بورڈ لگا دیا۔

اے اولیاء اللہ کی صحبت میں آنے جانے والو! اُن کا ذکر سننے اور سنانے والو! ذرا خبردار ہو کے رہنا، ہوشیار ہو کے رہنا۔ اُن کے متعلق کوئی بدگمانی نہ کرنا، اُن کی شان میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھنا۔ جس طرح بجلی کے تار کو ہاتھ لگانے سے جان کا خطرہ ہے، ان کی شان میں گستاخی کرنے سے ایمان کا خطرہ ہے۔ اولیائے کرام کا ذکر کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا۔

اَلَا ـــــ خبردار! ـــــ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ ـــــ بے شک اللہ کے ولی ـــــ اولیاء جمع ہے ولی کی اور ولی کہتے ہیں دوست کو، ولی کہتے ہیں مددگار کو، ولی کہتے ہیں مقرب کو تو یہ اللہ کے دوست بھی ہیں، اللہ کے دین کے مددگار بھی ہیں۔ اللہ کے مقرب بھی ہیں، یہ اللہ کے ولی ہیں اللہ ان کا ولی ہے۔

یہاں تو فرمایا ''اولیاء اللہ''۔ اولیاء مضاف ہے اللہ کی طرف۔ دوسرے مقام پر فرمایا ـــــ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَھُمْ ـــــ اللہ اُن کو

محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں ـــــــ تو یہ اللہ کے محبوب، اللہ ان کا محبوب۔
ایک مقام پر فرمایا ـــــــ فَاذْكُرُونِیْ اَذْكُرْكُمْ ـــــــ تم میرا ذکر کرو میں
تمہارا ذکر کروں گا ـــــــ یہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اللہ ان کا ذکر کرتا ہے۔ یہ اللہ کے
ذاکر، اللہ ان کا ذاکر اور حدیث شریف میں نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ـــــــ مَنْ
كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ ـــــــ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے ـــــــ
تو یہ اللہ کے ہو گئے، اللہ ان کا ہو گیا۔

یہ اللہ کے ولی، اللہ ان کا ولی۔ یہ اللہ کے محبوب، اللہ ان کا محبوب۔ یہ اللہ کے
ذاکر، اللہ ان کا ذاکر۔ یہ اللہ کے ہو گئے، اللہ ان کا ہو گیا۔ تو اللہ نے ان کو اپنی عظمت کی
چادر میں لے لیا اور ان کی عظمت وشان کے ڈنکے بجادیئے تو یہ ہیں اولیاء اللہ۔ ایک بات
اشارۃً عرض کرتا ہوں، تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ضرورت ہے اس کی بڑی۔

میرے بزرگو، دوستو! ایک ہیں "اولیاء اللہ" اور ایک ہیں "من دونِ اللہ"۔ اولیاء
اللہ سے مراد ہیں اللہ کے برگزیدہ بندے، اللہ کے نیک بندے اور من دون اللہ سے مراد
ہیں بت۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مبعوث ہوئے تھے
تو لوگ بتوں کو پوجتے تھے، بتوں کو معبود مانتے تھے اور ان کی نذر ونیاز وغیرہ کرتے تھے تو
اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کے بارے میں قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اتاریں اور بتوں کے
لئے ارشاد فرمایا "مِنْ دونِ اللہ" کہ یہ مِنْ دونِ اللہ ہیں، ان کو مت پکارو۔ یہ تمہاری پکار
نہیں سنتے، یہ تمہیں نفع ونقصان نہیں پہنچاسکتے۔ ان کو کوئی قدرت نہیں، ان کو کوئی اختیار
نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیتیں نازل فرمائیں بتوں کے بارے میں۔

آج بعض مولوی ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ وہی بتوں کے حق میں اتری ہوئی
آیتیں پڑھ پڑھ کے، لکھ لکھ کے ان کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کرتے رہتے ہیں اور یہ
ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ نبی، ولی کچھ نہیں کرسکتے، ان کو کوئی اختیار نہیں، ان کو

کوئی قدرت نہیں۔آپ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ تو آیت اتارتا ہے بت کے بارے میں اور بت واقعی کچھ نہیں کر سکتے تو اسی آیت کو پڑھ کر یا لکھ کر نبی اور ولی پر چسپاں کر دیا جائے تو یہ انصاف ہے؟ یہ انصاف نہیں۔ یہ کیا ہے؟ ظلم ہے، یہ ظلم ہے۔ظلم کی تعریف ہی یہ ہے۔ ——— "وضع الشیء غیر محل" ——— ظلم کی تعریف یہ ہے کہ چیز کو، شی کو اس محل اور مقام کے سوا رکھنا ——— یہ ظلم ہے۔مثلاً جرم کرے کوئی اور سزا دے دی جائے کسی اور کو تو یہ ظلم ہے۔محنت کرے کوئی اور مزدوری دے دی جائے کسی اور کو تو یہ ظلم ہے۔جس نے جرم کیا اسی کو سزا دی جائے، جس نے محنت کی اسی کو مزدوری دی جائے تو یہ عدل ہے۔

اللہ نے آیت اتاری بت کے بارے میں، اُس کو بت پر لگایا جائے تو یہ عدل ہے اور اگر نبیوں ولیوں پر لگایا جائے گا تو یہ ظلم ہوگا۔اللہ جانتا تھا اس واسطے اللہ نے پہلے ہی فرمادیا ——— وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ——— اللہ فرماتا ہے ہم نے جو قرآن مجید اتارا ہے یہ مومنوں کے واسطے رحمت اور شفا ہے لیکن آگے کیا فرمایا؟ ——— وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ ——— اور یہ قرآن نہیں زیادہ کرتا واسطے ظالموں کے اِلَّا خَسَارًا مگر خسارے کے۔ یعنی ظالموں کے واسطے قرآن رحمت اور شفا نہیں بلکہ ان کے نقصان اور خسارے میں اور اِضافہ کرتا رہتا ہے، کس طرح؟ یعنی جوں جوں اس ظلم کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں، بتوں والی آیتیں نبیوں ولیوں پر لگاتے رہتے ہیں، اُن کے خسران اور نقصان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو بڑی عظمتیں بخشیں، بڑی طاقتیں بخشیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں۔پھر شان ہوتی ہے اللہ کی، کمال ہوتا ہے اللہ کا۔قدرت ہوتی ہے اللہ کی مگر اس کا ظہور ہوتا ہے اولیاء کرام کے ذریعہ سے تو اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے کمالات کے مظہر بن جاتے ہیں۔اولیائے کرام کی تو بہت

بلند شان ہے اور ایک پتھر، وہ تو کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ اللہ آیت اتارے بت کے بارے میں، اس کو لگادیا جائے نبی اور ولی پر۔ غور کیجئے! ایک نکتہ ہے ـــــــ اللہ نے فرمایا وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ ـــــــ وَلَا یَزِیْدُ الْکَافِرِیْنَ نہیں فرمایا ـــــــ کیونکہ کافر تو قرآن پڑھتا ہی نہیں۔ قرآن کا ترجمہ وتفسیر کرتا ہی نہیں۔ بتوں والی آیتیں نبیوں، ولیوں پر لگاتا ہی نہیں۔ ظالمین فرماکر یہ ثابت کردیا کہ وہ لوگ جو قرآن تو پڑھتے ہیں، ترجمہ وتفسیر تو کرتے ہیں مگر عدل سے کام نہیں لیتے، ظلم کرتے ہیں۔ بتوں والی آیتیں نبیوں، ولیوں پر لگاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے ظالموں کے واسطے قرآن رحمت اور شفا نہیں۔ ان کے نقصان اور خسران میں اضافہ ہی کرتا رہتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ سب قرآن پڑھنے والے حق پر نہیں ہوتے۔ سب قرآن پڑھنے والوں کو ہدایت نہیں ملتی ۔ بہت سے ایسے ایسے قرآن پڑھتے ہیں مگر گمراہ بھی ہوجاتے ہیں۔ میں نہیں کہتا قرآن ہی پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــــ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا ـــــــ بہت سے لوگ اس قرآن سے گمراہ ہوجاتے ہیں اور بہت سے ہدایت بھی پاجاتے ہیں۔ یہ بھی اللہ سے پوچھئے کہ گمراہ کون ہوتے ہیں؟ اور ہدایت کون پاتے ہیں؟ فرمایا ـــــــ وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفَاسِقِیْنَ ـــــــ گمراہ تو وہی ہوتے ہیں جو فاسق ہیں اور ہدایت کون پاتے ہیں؟ فرمایا ـــــــ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ـــــــ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اور یہ کتاب ہدایت ہے واسطے متقین کے، پرہیزگاروں کے واسطے ۔ معلوم ہوا قرآن سے وہی ہدایت حاصل کرسکتے ہیں جن میں تقویٰ ہو، پرہیزگاری ہو اور جن کے اندر فسق ہے، ظلم ہے، وہ قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کرتے بلکہ گمراہ ہوتے ہیں اور ان کے نقصان اور خسران میں اضافہ ہوتا ہے۔

تو میں عرض یہ کررہا تھا کہ ایک ہیں "اولیاء اللہ" اور ایک ہیں "مِنْ دونِ اللہ"۔

اولیاء اللہ سے مراد ہیں اللہ کے برگزیدہ بندے۔ اللہ نے ان کی پہچان کیا بیان فرمائی؟ ذرا غور سے سنیئے فرمایا ـــــ اَلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ـــــ اللہ کے ولی وہ ہیں جو ایمان لاکر پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ دو چیزیں بیان فرمائیں ـــــ اَلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا ـــــ ایک تو ایمان ـــــ اور متقی ہوتے ہیں ـــــ یہ بات بڑی توجہ سے سنیں۔ ایمان نام ہے عقائد کے صحیح ہونے کا اور تقویٰ نام ہے اخلاق اور اعمال کے درست ہونے کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مومن بھی ہوتے ہیں، ان کے عقیدے بھی درست ہوتے ہیں اور وہ متقی بھی ہوتے ہیں یعنی ان کے اخلاق اور اعمال بھی درست ہوتے ہیں، عقیدے بھی درست ہوتے ہیں، اخلاق اور اعمال بھی درست ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ کوئی بدعقیدہ ولی اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ولایت کے لئے ایمان شرط ہے۔ ایمان نام ہے عقائد کے صحیح ہونے کا تو جس طرح کوئی بے ایمان ولی نہیں ہوسکتا اسی طرح کوئی بدعقیدہ بھی ولی نہیں ہوسکتا۔ ولی کے لئے مومن ہونا اور متقی ہونا شرط ہے اور ایمان نام ہے عقائد کے صحیح ہونے کا تو ولی وہی ہوگا جس کا عقیدہ درست ہوگا۔ کوئی بدعقیدہ ولی نہیں ہوسکتا اور تقویٰ نام ہے اخلاق اور اعمال کے درست ہونے کا تو جس طرح ولایت کے لئے ایمان شرط ہے، اسی طرح ولایت کے لئے تقویٰ بھی شرط ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح کوئی بدعقیدہ ولی نہیں ہوسکتا اسی طرح کوئی بدعمل بھی ولی نہیں ہوسکتا۔ ولایت کے لئے تقویٰ بھی شرط ہے۔ ضروری ہے کوئی بدعمل ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ یوں سمجھو کہ ولی وہ ہے اور ولایت کی روشنی، ہدایت کی روشنی اس سے ملتی ہے جس کا ظاہر بھی درست ہو، باطن بھی درست ہو۔ سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

یہ کتنی ٹیوب لائٹیں ہیں اور جلسہ گاہ میں، پنڈال میں روشن ہیں۔ ان سے روشنی ہمیں مل رہی ہے کیونکہ دو چیزیں ہیں۔ ایک تو ان کی ظاہری فٹنگ درست ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ ان کا باطنی تعلق پاور ہاؤس تک درست ہے۔ اگر تار کاٹ دیا جائے تو ظاہری

فٹنگ تو درست ہے مگر باطنی تعلق جو ہے پاور ہاؤس کے ساتھ اس میں فرق آ گیا تو پھر اندھیرا ہو جائے گا اور اگر باطنی تعلق درست رہے اور ظاہری فٹنگ میں فرق آ جائے۔ اس ٹیوب کو ہلا دیجئے، پھیر دیجئے تب بھی اندھیرا ہو جائے گا تو معلوم ہوا روشنی کے لئے دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہری فٹنگ بھی درست ہو باطنی تعلق بھی درست ہو۔

یاد رکھئے کہ انہی ولیوں سے ہدایت کی روشنی ملتی ہے جن کا ایمان بھی درست ہو اور اخلاق و اعمال بھی درست ہوں یعنی ان کا باطنی تعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہو۔ ظاہر بھی ان کا شریعت و سنت کے مطابق درست ہو۔ اگر باطنی تعلق درست ہے، فٹنگ درست نہیں، ظاہر شریعت و سنت کے مطابق نہیں تو بھی روشنی نہیں ملے گی اور اگر ظاہر شریعت و سنت کے مطابق ہے، باطنی تعلق درست نہیں تو بھی روشنی ملے گی نہیں۔ ارے روشنی اس سے ملے گی جس کا باطنی تعلق بھی درست ہو اور ظاہر بھی شریعت و سنت کے مطابق ہو یعنی اس کے لبوں پر ہو فرمانِ رسول اور دل میں ہو فیضانِ رسول۔ اس سے فیض ملے گا اور اگر لبوں پر ہو "قال قال رسول اللہ" اور دل میں ہو "کالا کالا" اس سے تو کچھ نہیں ملے گا۔ اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ مومن بھی ہوتے ہیں، متقی و پرہیز گار بھی ہوتے ہیں۔

بات بڑی پیاری ہے آپ حضرات توجہ سے سنیں دیکھئے! ——— اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ——— یَتَّقُوْنَ صیغہ ہے مضارع کا اور اس پر کَانُوْا داخل ہے۔ طالب علم حضرات جو دینی مدارس میں پڑھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جب مضارع پر "کَانَ" داخل ہو جائے تو "ماضی استمراری" بن جاتی ہے یعنی دوام و استمرار کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے ——— وکانوا یتقون نے یہ بتایا کہ اللہ کے ولی جو ہوتے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ، دائمی طور پر تقویٰ و پرہیز گاری کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی ان کی ذات قدسیہ سے تقویٰ و پرہیز گاری کا ہی ظہور ہوتا ہے۔ ان کی خلوت بھی پاک، جلوت بھی پاک۔ جب دیکھو گے نیکی کرتے ہوئے ہی دیکھو گے کیونکہ یہ مضارع کا صیغہ ہے اور اس پر کان داخل ہے۔ لہٰذا

دوام واستمرار کا مفہوم ظاہر ہوا کہ ہمیشہ ہمیشہ، دائمی طور پر وہ نیکی کرتے ہیں، تقویٰ وپرہیزگاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

''تقویٰ'' کس کو کہتے ہیں؟ ایک آدمی تھا اس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ بال بھی انگریزی تھے، نماز بھی کم وبیش پڑھتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا صاحب! ہم تو متقی آدمی ہیں۔ میں نے کہا یہ عجیب آدمی ہے، بھئی چنگا متقی ہے۔ تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟ اور متقی کون ہے؟ تھوڑی سی وضاحت کروں تا کہ پتہ چل جائے کہ صحیح معنوں میں ولی اللہ کون ہے؟ سنو! غور سے، چیزوں کی پہچان ہوتی اُن کی ضدوں سے، عربی کا مقولہ ہے ـــــــ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا ـــــــ چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے ـــــــ کسی چیز کو پہچاننا ہو تو اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے، ضد کو آپ جان لیجئے وہ آپ کو مفہوم سمجھ میں آجائے گا۔ توحید کی ضد کیا ہے؟ ـــــــ ''شرک'' ـــــــ ایمان کی ضد کیا ہے؟ ـــــــ ''کفر'' ـــــــ علم کی ضد؟ ـــــــ ''جہالت'' ـــــــ نور کی ضد؟ ''ظلمت'' ـــــــ اسی طرح بتایئے تقویٰ کی ضد کیا ہے؟ تقویٰ کی ضد ہے ـــــــ ''فسق وفجور''۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــــ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ـــــــ یہاں بھی فجور کو تقویٰ کے مقابلے میں بیان فرمایا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا متقی، مومن اور فاسق برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تو تقویٰ کی ضد کیا ہے؟ ''فسق وفجور''۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ فسق کس کو کہتے ہیں؟ فسق کے لفظی معنیٰ ہیں نکلنا۔ اصطلاح شریعت میں فسق یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت سے نکلنا۔ اطاعت سے نکلنا فسق ہے یعنی نافرمانی کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ سارے فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کرو، اس میں شیطان بھی تھا، اس نے نہ کیا۔ اس نے حکم کی نافرمانی

کی، خلاف ورزی کی۔ جب اس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو اللہ نے کیا فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ـــــــ فَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ـــــــ پس نکلا شیطان اپنے رب کے امر سے ـــــــ کیا مطلب؟ کہ اس نے رب کی نافرمانی کی، تو فسق نام ہے نافرمانی کا۔ بہت سے لوگ ہیں جو نافرمانی کرتے ہیں چھپ کے، وہ بھی فاسق ہیں۔ چاہے کوئی چھپ کے کرے، چاہے کوئی ظاہری کرے فاسق ہے لیکن اگر کسی کی نافرمانی منظر عام پر آجائے، ظاہر ہو جائے تو پھر اس کو فاجر کہنے لگ جاتے ہیں۔ جیسے صبح کی سفیدی نمودار ہوتی ہے تو آپ کہتے ہیں فجر ہوگئی۔ جس کے گناہ منظر عام پر آجائیں اور لوگوں کے سامنے آجائیں تو فاجر ہو جاتا ہے۔ تو فاسق و فاجر وہ ہوئے جو چھپ کر یا اعلانیہ نافرمانی کرتے ہیں۔ فاسق و فاجر کون ہوئے؟ جو چھپ کر یا اعلانیہ نافرمانی کرے۔ فاسق و فاجر کی ضد ہے "متقی و پرہیزگار"۔ متقی و پرہیزگار وہ ہوگا جو چھپ کر یا اعلانیہ بھی اللہ کی فرمانبرداری کرے۔ متقی و پرہیزگار وہ ہوں گے جو خلوت میں، جلوت میں، چھپ کر، اعلانیہ ہر حالت میں فرمانبرداری کریں گے۔ وہ ہوں گے متقی و پرہیزگار۔ رب تعالیٰ نے اولیاء کرام کی شان میں کیا فرمایا؟ ـــــــ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ـــــــ اسی واسطے دوام واستمرار کا صیغہ فرمایا کہ ہمیشہ ہمیشہ خلوت میں، جلوت میں نیکی کرتے ہیں، تقویٰ و پرہیزگاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ثابت ہوا یہ جو بھنگ پیتے ہیں، چرس پیتے ہیں، نمازیں چھوڑتے ہیں، داڑھیاں منڈاتے ہیں، شریعت وسنت کے خلاف کام کرتے ہیں اور کوئی ولی بنا ہوا ہے اور کوئی قلندر بنا ہوا ہے۔ یہ سب دھوکہ ہے، فراڈ ہے۔ یہ سب شیطان کا چکر ہے۔ جو اللہ کا ولی ہے، وہ متقی و پرہیزگار ہوگا کیونکہ اللہ کے ولی کے لئے مومن ہونا اور متقی ہونا شرط ہے۔ جس کے یہ ولی ہیں وہ خود یہ فرما رہا ہے کہ میرے ولی وہ ہوتے ہیں جو کہ متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو فاسق و فاجر ہیں، شریعت وسنت کے خلاف کام کرنے والے ہیں، وہ کبھی اللہ کے ولی نہیں ہوسکتے۔

اس سلسلے میں ایک بات اور بیان کرتا ہوں، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ـــــــ اِذَا رَأَیْتَ رَجُلاً یَّمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ وَیَطِیْرُ فِی الْھَوَاءِ ـــــــ فرمایا تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو پانی پر دوڑتا ہو اور ہوا میں اڑتا ہو ـــــــ وَتَرَکَ سُنَّۃً مِّنْ سُنَّتِیْ ـــــــ لیکن میری سنتوں میں سے کسی سنت کا تارک ہو تو نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں ـــــــ فَاضْرِبْ بِالنَّعْلَیْنِ ـــــــ اس کو جوتے مارو ـــــــ اس کو میرا ولی نہ سمجھنا۔ میرا ولی جو ہوگا، اللہ کا ولی جو ہوگا، میری سنت کے خلاف وہ کبھی نہیں کرے گا۔

آج کل اس کی بڑی ضرورت ہے کہ سمجھیں ولی اللہ کون ہے؟ ولی کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ ہم ہر تھو فتو کو ولی اللہ بنا لیتے ہیں، پیر بنا لیتے ہیں۔ پھر جب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو پھر سچے ولیوں کے خلاف بھی زبان درازی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس واسطے اس مسئلہ کو سمجھنا بڑا ضروری ہے۔ ذرا غور کرو میں ایک دو باتیں عرض کروں۔

سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بڑے کامل اکمل ولی اللہ گزرے ہیں۔ متقدمین میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کامل اکمل ولی اللہ کے پیر و مرشد، ان کی خدمت میں، صحبت میں ایک آدمی بارہ سال رہا۔ بارہ سال صحبت میں رہنے کے بعد وہ دل میں خیال کرنے لگا کہ ہیں تو بڑے بزرگ، بڑے عالم ہیں، بڑے فاضل ہیں، بڑے عامل ہیں، بہت متقی و پرہیزگار ہیں لیکن میں نے کبھی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ یہ اس کے دل میں خیال آنے لگا اور یاد رکھو! یہ اللہ والے جو ہیں، یہ دلوں کے خیالات پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ سب لوگوں کے دل ان کے سامنے آئینہ کی مثل ہیں۔ یہ تو بہت ہی معمولی چیز ہے۔ میں آپ کو بتاؤں، خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں۔ ہمارے پیر و مرشد، قطب ربانی، شیر یزدانی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری آپ ایسے ولی اللہ تھے کہ جب گھر سے کوئی چلتا تھا، گھر بیٹھے کوئی دل میں خیال کرتا تھا اور پھر حضرت کی خدمت میں

جاتا تو اس کے دل کا خیال آپ بیان فرمادیتے۔ یہ تو بہت معمولی بات ہے اولیاء اللہ کے لئے۔اس کے دل میں جب خیال آنے لگا کہ میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی تو حضرت نے اس سے فرمایا بھئی! کیا خیال کر رہے ہو؟ نہیں، حضرت! میں بس، میں نے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ فرمایا کہ اگر میں تجھے ہوا میں اڑ کر دکھادوں تو تیرے نزدیک یہ کرامت ہوگی یا نہیں؟ اس نے کہا جی! بہت بڑی کرامت ہے۔ تیرے نزدیک ہوا میں اڑنا بہت بڑی کرامت ہے تو یہ کوّے اُڑ رہے ہیں۔ یہ چیلیں اُڑ رہی ہیں، یہ گِدھ اُڑ رہے ہیں۔ یہ تو تیرے نزدیک بہت بڑے کامل ولی اللہ ہوئے، صاحب کرامات ہوئے۔ یہ سن کر شرمسار ہوا۔

فرمایا اچھا! اگر میں پانی پر تجھے دوڑ کر دکھادوں تو یہ تیرے نزدیک کرامت ہوگی یا نہیں؟ اس نے کہا حضرت! میں تو کرامت ہی سمجھوں گا۔ فرمایا یہ دیکھو مینڈک ہے، تو یہ جتنے مینڈک، مچھلیاں ہیں سب اولیاء اللہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا تجھے بارہ سال ہوئے میری صحبت میں رہتے ہوئے، مجھے یہ بتا بارہ سال کے عرصہ میں ہمارا قول وفعل کوئی خلاف سنت دیکھا ہے؟ کوئی ہمارا قول وفعل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت وسنت کے خلاف دیکھا ہے؟ اس نے کہا حضرت! نہیں۔ فرمایا بس ہمارے نزدیک سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ حضور کی شریعت وسنت پر قائم رہنا اور زمانے کے حالات سے متاثر نہ ہونا یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ یہ جو حق پر استقامت ہے، ثابت قدمی ہے، یہ اتنی بڑی کرامت ہے کہ اس سے بڑی کوئی کرامت نہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک ہی کرامت دکھائی، ساری دنیا گیت گا رہی ہے۔

کیا کرامت دکھائی؟ حق پر ثابت قدمی، استقلال، حق پر ثابت قدم رہے۔ سارا خاندان اپنی آنکھوں کے سامنے قربان کروادیا۔ بہتر افراد تیروں سے چھلنی ہوتے ہوئے تلواروں سے کٹتے ہوئے دیکھ لئے۔ بھائی، بھتیجے، بھانجے، بیٹے اپنی آنکھوں کے سامنے

ظالموں کے ظلم کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھ لئے مگر حق سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ حسین اپنی آنکھوں کے سامنے اپنا بھرا ہوا گھر لٹتے دیکھ سکتا ہے لیکن نانا جان کے دین کا نقشہ بگڑتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ فاسق و فاجر کی اطاعت قبول نہیں کر سکتا۔ اسی ایک کرامت کا اتنا چرچا ہے کہ ساری دنیا خراجِ تحسین پیش کر رہی ہے۔ تو یہ حق پر ثابت قدمی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اولیاء اللہ کی یہ شان ہے۔

یہ دوام واستمرار کا صیغہ فرمایا۔ کیا معنیٰ اس کا؟ کہ زمانے میں ہزاروں تغیرات پیدا ہو جائیں، بداعتقادی اور بدعملی کی آندھیاں آجائیں، طوفان آجائیں، زمانے کے حالات کتنے بھی بگڑ جائیں اولیاء اللہ جو ہیں وہ اپنے مقام سے ذرا پیچھے نہیں ہٹتے۔ ان کا جو طریقہ ہے، ان کی جو لائن ہے اس پر برابر چلتے ہیں۔ زمانے کے تغیرات اور زمانے کے حوادث ان کو متاثر نہیں کر سکتے۔ ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ یہ ان کی پہچان ہے۔ مومن بھی ہوتے ہیں، متقی و پرہیز گار بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَه ــــــ خوشخبری ہے واسطے ان کے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ دونوں جہانوں میں اللہ نے ان کو خوشخبری دی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شک وشبہ کرتا فرمایا ــــــ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ــــــ فرمایا اے شکیو! شک نہ کرنا اور وہمیو! وہم نہ کرنا یہ خوشخبری اس کی طرف سے ہے جس کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہ تمغہ اس نے دیا ہے جو چھنتا نہیں۔ یہ ایسی بات نہیں کہ ایک صدر نے تمغہ دیا اور دوسرے صدر نے آکر باطل کر دیا۔ یہ اس نے تمغہ دیا جس کی باتیں بدلتی نہیں، جو کبھی معزول نہیں ہوتا، جو کبھی معطل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد کوئی اور خدا ہے ہی نہیں۔ اس کی طرف سے یہ حکم ہے، اسی نے یہ تمغہ دیا ہے کہ ان کے واسطے دو جہانوں میں بشارت ہے۔ آگے فرمایا ــــــ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم ــــــ یہ ہے بہت بڑی کامیابی۔ اس پر میں تھوڑا عرض کروں۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ زندگیاں دو ہیں۔ ایک دنیا کی زندگی اور ایک آخرت کی زندگی۔ جو آخرت کی زندگی کا منکر ہے وہ کافر ہے، مسلمان نہیں۔ مسلمان دنیا کی زندگی کو بھی مانتا ہے، آخرت کی زندگی کو بھی۔ اب میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں دنیا کی زندگی فانی ہے، چند روزہ ہے۔ آج کل زیادہ سے زیادہ عمر دو سو سال ہو جائے گی۔ پہلے ہزار ہزار سال کے لوگ بھی ہوئے لیکن موت کا ذائقہ سب کے لئے ہے۔ بتاؤ! آخرت کی زندگی کتنی لمبی ہوگی؟ سو سال کی ہوگی، پانچ سو سال کی ہوگی، ہزار سال کی ہوگی، دو ہزار سال کی ہوگی، دس ہزار سال کی، آخرت کی زندگی کتنی لمبی ہوگی؟ آخرت کی زندگی دائمی ہوگی، ابدی ہوگی، ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ وہاں موت کا وجود ہی نہیں ہوگا۔ یعنی خود موت کو موت آجائے گی۔ موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ـــــ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ـــــ جو ایمان والے، نیک عمل کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ـــــ اسی طرح کافر، منافق ان کے بارے میں فرمایا وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ وہاں کی زندگی دائمی زندگی، ابدی زندگی، ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اب ایک بات بتاؤ! اگر کوئی شخص اس دنیا کی فانی زندگی میں کامیاب بنا پھرے، کسی وجہ سے یا تو اس کے پاس بہت بڑا عہدہ ہو یا اس کے پاس بہت زیادہ سرمایہ ہو۔ مال و دولت کی وجہ سے یا عہدے کی وجہ سے وہ دنیا میں کامیاب بنا پھرے۔ بڑا ٹھاٹ باٹ ہے، بنگلے ہیں، کاریں ہیں، یہ ہے، وہ ہے، آگے پیچھے نوکر چاکر بظاہر بڑی شان شوکت ہے، وہ لوگ اپنے آپ کو بہت کامیاب سمجھتے ہیں۔

لیکن ان کا کردار اچھا نہیں، ان کے اعمال اچھے نہیں، شرابیں پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، بداعمالی کے مرتکب ہیں، نماز، روزہ، شریعت و سنت کی پابندی نہیں تو بتایئے ایسے لوگ اگرچہ دنیا میں مالدار ہونے کی وجہ سے یا بہت بڑے عہدے کی وجہ سے کامیاب بنے پھرتے ہیں، مہذب بنے پھرتے ہیں مگر آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے یا نہیں ہوں

گے؟ ہوں گے، یقیناً ہوں گے۔ کیوں یہاں معزز تھے؟ دولت کی وجہ سے اور دنیا کی دولت یہیں رہ گئی، اس نے ساتھ نہیں دیا۔ یہاں معزز بنے پھرتے تھے عہدے کی وجہ سے۔ عہدہ یہیں رہ گیا، وہ ساتھ نہیں گیا تو دولت بھی یہیں رہ گئی، عہدہ بھی یہیں رہ گیا اور گناہ ساتھ لے گئے۔ وہاں ذلیل وخوار ہوں گے اپنے گناہوں کی وجہ سے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا قرآن شریف پڑھ کر دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ـــــ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ ـــــ آج تو میرا عذاب چکھ! تو دنیا میں بڑا معزز اور بڑا مقرب بنا پھرتا تھا۔ ایسے لوگ آخرت میں عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر کوئی اسی اصل زندگی میں ناکام ہو گیا تو یہ دنیا کی چار روزہ فانی زندگی، اس کی کامیابی کس کام کی؟

میرے بزرگو اور دوستو! اگر کوئی شخص دنیا میں غریبی کی زندگی بسر کرتا ہے، فقر و فاقہ کی زندگی گزارتا ہے یعنی اس دنیا کی زندگی میں اس کو ظاہری شان و شوکت حاصل نہ ہو لیکن آخرت میں کامیاب ہو جائے۔ اس کی بخشش ہو جائے تو وہ کامیاب ہے یا نہیں؟ کامیاب ہے، وہ کامیاب ہے لیکن اگر کوئی دنیا میں بھی کامیاب ہو اور آخرت میں بھی کامیاب ہو، دنیا میں بھی معزز ہو اور آخرت میں بھی معزز تو یہ کوئی چھوٹی کامیابی، معمولی کامیابی نہیں، بہت بڑی کامیابی ہے۔

اور یہ کامیابی حاصل کی ہے اولیاء کرام نے۔ دنیا میں بھی معزز، آخرت میں بھی معزز۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ـــــ یہ ہے بہت بڑی کامیابی جو انہوں نے حاصل کی۔ دنیا میں بھی نیک نام، آخرت میں بھی نیک نام۔ دنیا میں بھی معزز، آخرت میں بھی معزز۔

چنانچہ دیکھو! یہ دنیا کے جو معزز ہیں، ان کا چرچا ہوتا ہے کب تک؟ جب تک یہ اقتدار کی کرسی پر ہوتے ہیں، اخباروں میں چرچا، ریڈیو میں چرچا، ٹی۔وی میں چرچا،

رسالوں میں چرچا۔ جدھر دیکھو وہی وہ لیکن جوں ہی اقتدار کی کرسی سے نیچے اترتے ہیں تو ساتھ چرچا بھی اتر جاتا ہے یا نہیں؟ کتنے دیکھ چکے ہو اپنی آنکھوں سے؟ بولو! اب صدر ایوب کا کوئی نام لیتا ہے؟ ختم ہو گیا اب قصہ۔ اخباروں میں، رسالوں میں، ٹی۔ وی میں جب اقتدار کی کرسی پر تھے تو پوری سوانح عمری بیان ہوتی تھی۔ آج انہوں نے فلاں جگہ ناشتہ کیا اور آج سارے دن میں یہ کام کریں گے، کل وہ کریں گے، پرسوں وہ کریں گے لیکن جب اقتدار کی کرسی سے نیچے اتر گئے ساتھ ہی چرچا بھی ختم، یہ دنیا کے بادشاہ، یہ دنیا میں معزز کہلانے والے اس وقت معزز ہوتے ہیں جب تک اقتدار کی کرسی پر ہوتے ہیں۔ وہ جو ان کی عزت وعظمت ہوتی ہے وہ بھی بناوٹی، مصنوعی۔ لوگ ان کا چرچا کرتے ہیں ناں دل سے نہیں چونکہ لوگوں کے اغراض اور لوگوں کے مفاد ان سے وابستہ ہوتے ہیں تو مصنوعی طور پر اوپر اوپر سے تعریف کرتے ہیں اور پیچھے گالیاں دیتے ہیں۔ صحیح بات ہے سامنے سلام کریں گے، پیچھے برائی کریں گے تو ان کی جو عزت ہے وہ مصنوعی ہے، بناوٹی ہے۔ چونکہ لوگوں کی اغراض ان سے وابستہ ہیں، مفاد وابستہ ہوتے ہیں تو ان کے مفاد کے واسطے، ان مفادات کے حصول کے واسطے لوگ ان کا ذکر بھی کرتے ہیں، ان کا چرچا بھی کرتے ہیں لیکن جب وہ اقتدار کی کرسی سے اترتے ہیں تو لوگ سمجھتے ہیں اب اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ لوگ چرچا بھی چھوڑ دیتے ہیں، ان کے مقابلے میں اولیاء اللہ ہیں وہ دیکھو! ان کو اپنی قبروں میں آرام کرتے ہوئے سینکڑوں برس گزر چکے مگر لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکر خیر ہے۔ لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اُن کی یاد ہے، اُن کے لئے قرآن خوانیاں کرنے والے، ان کے لئے صدقہ وخیرات کرنے والے، نذر و نیاز کرنے والے، ان کے مزارات پر حاضری دینے والے آج بھی کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ معلوم ہوا ان کی عظمت کے پرچم سدا ہی لہراتے رہتے ہیں کیونکہ جو انہوں نے کامیابی حاصل کی وہ دنیا کے بادشاہوں کو حاصل نہیں۔

بادشاہوں کی قبروں پر جا کر دیکھو! کسی بادشاہ کی قبر کے واسطے ویزا لے کر ہزار ہا روپے خرچ کر کے زیارت کے لئے کوئی نہیں جاتا لیکن اجمیر شریف جانے کے لئے لاکھوں تڑپ رہے ہیں۔ بغداد شریف جانے کے لئے لاکھوں تڑپتے ہیں اور جاتے ہیں۔ لاہور داتا صاحب کے مزار پر جاتے ہیں، پاک پٹن شریف جاتے ہیں ۔ اولیاء کے مزارات کی زیارت کرنے کے لئے دنیا دور دور سے چلی آتی ہے۔ بادشاہوں کے مقبروں پر لوگ آتے بھی ہیں تو سیر و تفریح کے لئے ۔ چنانچہ لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے گیا۔ بڑے عرصے کی بات ہے تو میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہیں تاش باز بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں۔ کہیں بٹیر باز بیٹھے ہیں اور بٹیریں لڑا رہے ہیں۔ کہیں جوئے باز بیٹھے جوا کھیل رہے تھے۔ نہ کوئی کام، نہ کاج۔ وہاں باز ہی باز نظر آئے۔ کہیں تاش باز، کہیں جوئے باز، کہیں بٹیر باز، کہیں نظر باز۔ خیر ہم لوگ حاضری دے کے آ گئے۔ بعد میں حاضری ہوئی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر۔ جب وہاں آئے تو دل کی گہرائیوں سے آواز نکلی صحیح معنوں میں بادشاہ یہ ہیں۔ وہاں سینکڑوں قرآن پڑھنے والے، تسبیح پڑھنے والے، نماز پڑھنے والے اور مستانہ وار گنبد کو دیکھنے والے استغراق اور محویت کے عالم میں بیٹھے ہوئے ہیں اور جناب والا! سینکڑوں چلے آ رہے ہیں پھولوں کے ہار لے کر، پھولوں کے گجرے پیش کر رہے ہیں جیسے شہزادہ بیٹھا ہو اور عقیدت کے ہدیے پیش ہو رہے ہوں۔ وہاں آ کر دل نے کہا کہ بادشاہ یہ ہیں جن کی عظمت کے جھنڈے آج بھی لہرا رہے ہیں۔

اولیاء اللہ کو جو عظمت حاصل ہے یہ دنیا کے بادشاہ اُن کی جوتیاں اٹھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن کا یہ عرس ہو رہا ہے، یہ بھی بادشاہ ہیں جو صاحب سلطنت تھے، بادشاہ تھے۔ بادشاہی چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ سلطنت اور حکومت چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو دولتِ روحانی عطا فرمائی پھر پتہ ہے کیا مقام حاصل ہوا؟ ریاست سنجر کا نواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرید محبّ تھا۔ اُس کی یہ تمنا تھی، آرزو تھی کہ

حضرت کسی دن میری ریاست میں تشریف لائیں۔ کتنی مرتبہ دعوت دے چکا تھا کہ حضرت! میری تمنا، آرزو ہے کہ ایک مرتبہ تشریف لائیں۔ کئی مرتبہ اس نے درخواست کی کہ حضور! میری تمنا پوری کریں، ایک مرتبہ میری دعوت قبول کریں۔ اگر آپ میری دعوت قبول فرما کر میری ریاست میں تشریف لائیں تو میں آدھی سلطنت آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ نذرانہ پیش کروں۔

حضرت نے جو اس کو جواب دیا وہ سنئے! فرمایا جس دن سے اللہ تعالیٰ نے روحانی دنیا کی مجھے حکومت اور سلطنت عطا فرمائی ہے کہ میں ولیوں کا بادشاہ ہوں، پیروں کا پیر ہوں، غوثوں کا غوث ہوں۔ یہ میں تشریح کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا جس دن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روحانی سلطنت اور حکومت عطا فرمائی ہے۔ یہ تمہاری دنیا کی حکومتیں اور سلطنتیں جو ہیں ان کی قدر و اہمیت میری نگاہ میں ایک جَو کے دانے کے برابر بھی نہیں۔

جس دن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور اپنی اطاعت کی دولت عطا فرمائی ہے، دنیائے روحانیت کی حکومت و سلطنت عطا فرمائی ہے، یہ فانی دنیا کی جو سلطنتیں ہیں میری نگاہ میں جَو کے دانے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتیں۔ یہ اولیاء اللہ ہیں، ان کی نگاہ میں دنیا کی حکومتیں، سلطنتیں، شان و شوکت کوئی چیز نہیں۔ وہ لاہور کے قلندر نے بھی کہا ہے ڈاکٹر اقبالؔ نے فرمایا۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ کیسری کیا ہے

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ جو اولیاء اللہ ہیں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ایک واقعہ سے اندازہ کیجئے۔

آجکل تو بڑی مصیبت ہوگئی ہے کہ پیر اور بڑے بڑے مولوی، جی حضور! جی حضور!۔ وہ سامنے بے غیرتی کریں بھرے مجمع میں پھر جی حضور! توبہ، توبہ۔ یہ جو لوگ ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ——— بِئْسَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی بَابِ الْاُمَرَا ——— وہ علماء بہت برے ہیں جو امراء کے دروازے پر جاتے ہیں ——— وَنِعْمَ الْاُمَرَاءُ عَلٰی بَابِ الْعُلَمَاءِ ——— اور وہ امراء بہت اچھے ہیں جو علماء کے دروازے پر چلے آتے ہیں ——— تو یہ علماء اور بزرگوں کی شان نہیں۔ آج کل تو کسی پیر کو کوئی وزیر بلالے ناں تو کہتا ہے واہ قسمت جاگ گئی۔ جس پیر کی رسائی ہو کسی وزیر تک یا کسی حاکم تک اُس پیر کے مرید بھی بہت بننے لگ جاتے ہیں۔ چلو تقویٰ و پرہیزگاری ملے گا یا نہیں ملے گا کوئی لائسنس تو ضرور مل جائے گا۔

یعنی پیری، مریدی کا جو اصل مقصد اور مفہوم تھا وہی ختم ہوگیا۔ بعض پیر ایسے ہیں سال بہ سال دورہ کرتے ہیں مریدوں کا، بس وہ پیروں کی اولاد ہیں۔ چونکہ پیروں کی اولاد ہیں سال بہ سال مریدوں کے پاس آتے ہیں، وہ جو نذرانہ ہوتا ہے اکٹھا کرلیا جاتا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں پیر صاحب کہ سال کے بعد پہلے ایک روپیہ ہوتا تھا، اب مہنگائی ہوگئی ہے۔ پیر آتا تھا ایک روپیہ لے جاتا تھا۔ اتفاق سے کسی نے دیکھا پیر و مرید لڑ رہے ہیں۔ دیکھنے والے نے کہا بھائی! کیوں لڑ رہے ہو؟ ماجرا کیا ہے؟ اس نے کہا جی! میں ہوں مرید، یہ ہے میرا پیر۔ سال بعد آتا تھا، ایک روپیہ لے جاتا تھا۔ اب چھ مہینے کے بعد آگیا اور کہتا ہے روپیہ دے۔ میں کہتا ہوں تیری اٹھنّی بنتی ہے۔ اس بات پر لڑائی ہوگئی تو یہ بھی پیری مریدی ہے توبہ! توبہ!۔

آیئے میں بتاؤں پیر کسے کہتے ہیں؟ پیر کا مقام کیا ہے؟ خواجۂ خواجگان حضرت پیر ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے کامل اکمل ولی اللہ گزرے ہیں۔ حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے ہی مجذوب صاحب نے آکے فرمایا

کہ تمہارے پاس یہ روحانی بادشاہ تشریف لا رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ اِن اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ ہونے والے واقعات اور حالات کا علم عطا فرماتا ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اہل سنت وجماعت کا، چودھویں صدی کے سنیوں کا عقیدہ نہیں۔ ساری دنیا کے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام کو بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے اور وساطت سے بعض علوم غیبیہ عطا ہوتے ہیں۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی وہ بزرگ ہیں کہ ایک مرتبہ خرقان کے پاس سے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی گزرے۔ ساتھ مرید بھی تھے۔ آپ کھڑے ہو کر لمبے لمبے سانس کھینچنے لگے جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے۔ اندر کو سانس کھینچ رہے ہیں اور زور زور سے۔ حاضرین نے کہا حضور! کیا سونگھ رہے ہیں؟ ہمیں تو کوئی خوشبو وغیرہ نہیں آرہی۔ فرمایا مجھے اس بستی سے مردِ خدا کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت وہ مردِ مجاہد اس بستی میں موجود ہیں؟ فرمایا نہیں، میری وفات کے سو سال بعد پیدا ہوگا، اُس کا نام ہوگا ''ابوالحسن''، اس قسم کی شکل وصورت ہوگی، اس قسم کا حلیہ ہوگا۔ حضرت نے سب کچھ بیان فرمادیا تو اولیاء اللہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے و وساطت سے بعض علوم غیبیہ عطا ہوتے ہیں۔ ایک بہت ہی عجیب بات سنیئے! اللہ کا فرمان ہے، حدیث قدسی ہے، صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جو بندہ میرا محبوب بن جاتا ہے، اُس کی آنکھ میں بن جاتا ہوں، جس آنکھ سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا کان میں بن جاتا ہوں، جس کان سے وہ سنتا ہے۔ اس کی زبان میں بن جاتا ہوں، جس زبان سے وہ کلام کرتا ہے''۔ تو جب وہ اللہ کا بندہ اللہ کی صفتوں کا مظہر بن جاتا ہے، اس سے مراد یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ کیا مطلب؟ آنکھ جو ہے وہ اللہ بن جاتی ہے؟ نہیں۔ کیا اللہ آنکھ میں گھس جاتا ہے؟ حلول کر جاتا ہے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے اس کی بشری صفت جو ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتی ہے اور ربانی صفت جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ پھر آنکھ تو اُس کی ہوتی ہے، دیکھنا خدا

کا ہوتا ہے۔ زبان اُس کی ہوتی ہے مگر بولنا خدا کا ہوتا ہے۔ ہاتھ اُس کے ہوتے ہیں، قوت خدا کی کام کرتی ہے۔ وہ خدا نہیں بن جاتا، خدا کی صفتوں کا مظہر بن جاتا ہے۔ جب اس کا دیکھنا، اللہ کا دیکھنا، جب اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی تو اللہ کی صفت کا مظہر بن کر وہ بھی ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ پھر اس سے بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ تو یہ لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے کامل ولی اللہ گزرے ہیں۔ عالم بھی بہت بڑے، کامل بھی بہت بڑے۔ وہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ع

لوح محفوظ است پیش اولیاء

لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہے۔ لوح محفوظ میں ہر شی کا علم ہے ——— وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطِيْرٌ ——— ہر چھوٹی بڑی چیز اس میں لکھی ہوئی ہے ——— لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ——— کوئی خشک تر چیز ایسی نہیں مگر اس کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ——— لوح محفوظ میں ہر شی کا تفصیلی حال لکھا ہوا ہے۔ اولیاء اللہ جب لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں تو ان سے کیا چیز پوشیدہ رہ جاتی ہے؟ چنانچہ اس سلسلے میں دو باتیں سنئے! اگر میں بھول جاؤں تو مجھے ذرا بتا دینا کہ یہ شاخیں کہاں سے نکلی ہیں؟ تا کہ میں لائن پر آ جاؤں۔

ایک آدمی غوث اعظم کا مرید ہو گیا۔ جب مرید ہو گیا تو اس کو ایک شکایت ہو گئی۔ جب بھی لیٹے، جب بھی سوئے تو اس کو احتلام ہو جائے، غسل کی حاجت ہو جائے جب لیٹے۔ پتہ نہیں حضرت صاحب نے گرم توجہ ڈال دی ہے کہ جب بھی لیٹتا ہوں، یہ بیماری مجھے لگ گئی ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو میرا جنازہ نکل جائے گا۔ ستر (۷۰) مرتبہ اس کو شکایت ہوئی، ستر مرتبہ غسل کیا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی حضرت! میں اچھا مرید ہوا، جب سے میں مرید ہوا تب سے مجھے شکایت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کتنی مرتبہ یہ شکایت ہوئی۔ حضرت! ستر مرتبہ فرمایا "بس کرم ہو گیا"۔ اس نے کہا جی چنگا کرم؟ ایسا کرم

رہا تو بیڑا پار ہو جائے گا۔ فرمایا کام ہو گیا۔ عرض کی حضرت! کیسے؟ مجھے سمجھایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب سے تم میرے مرید ہوئے اور چلے گئے تو ہم نے دیکھا لوح محفوظ پر جس طرح ہم نے ہاتھ پکڑا ہے، جس کا ہم ہاتھ پکڑتے اس ہاتھ پکڑے کی ہم لاج رکھتے ہیں۔ جس کا ہاتھ پکڑتے ہیں پھر اس کا خیال رکھتے ہیں۔ ہاتھ پکڑے کی لاج ہوتی ہے۔ ہم نے جب تمہارا ہاتھ پکڑا تم ہمارے سلسلے میں داخل ہو گئے تو ہم نے خیال کیا۔ ذرا دیکھیں تو سہی لوح محفوظ میں تمہارا حال کیا ہے؟ کیسے حالات ہیں تمہارے لوح محفوظ پہ؟ لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص ستر مرتبہ زنا کرے گا۔ تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ! اب تو میرا مرید ہو گا ہے، اب تو میرے سلسلے میں داخل ہو گیا ہے اور ہاتھ پکڑے کی لاج ہوتی ہے تو مولائے کریم! مہربانی فرمادے۔ تیرے محبوب کا یہ فرمان ہے کہ ''دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے''۔ اس برائی سے بچا تو میری دعا قبول ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جو ستر زنا تھے، احتلام میں تبدیل کردئے۔ تو زنا کا ارتکاب کرتا تو تو عذاب کا مستحق ہوتا، تجھ سے معاف نہ ہوتا۔ اب یہ جو حالت ہو گئی تیرا کوئی ماٰخذ نہیں ہوگا۔ یہ تقدیر بدل گئی، یہ کرم ہو گیا۔

یہاں بھی ایک بات عرض کروں۔ آج کل کا نوجوان طبقہ کہتا ہے کہ جب اللہ نے پہلے ہی اس کی قسمت میں لکھ دیا تو پھر اس کا کیا قصور تھا؟ تو اس کا جواب اسی میں ہے، اگر آپ غور کریں۔ اللہ نے کیا لکھا کہ یہ کرے گا۔ یہ تو نہیں لکھا میں کراؤں گا۔ اسی میں جواب ہو گیا۔ سمجھنے والے تو سمجھ گئے اللہ نے کیا لکھا؟ کہ یہ کرے گا۔ کرنا اس کو ہے، اللہ نے جو اس کو نیکی بدی کا اختیار دیا ہے، اس اختیار کی بنا پر کرنا اس کو ہے مگر جو کچھ اس کو کرنا ہے اللہ کو اس کا پہلے سے علم ہے۔ اس نے اپنے علم کے مطابق لکھ دیا یہ ایسا ایسا کرے گا۔ اگر یوں لکھا ہوتا میں کراؤں گا تو پھر تو اللہ پر الزام عائد ہوتا۔

یہ نہیں لکھا کہ میں کراؤں گا بلکہ یہ لکھا ہے کہ یہ کرے گا۔ کرنا اس کو ہے اللہ کے دیئے اختیار کی بنا پر لیکن کرنا تو اس کو ہے مگر اللہ اس بات پر قادر ہے کہ یہ اسباب پیدا کردے

جو کچھ اس کو کرنا ہے۔ وہ اس کو نہ کرپائے اللہ اس بات پر قادر ہے یا کہ نہیں؟ بے شک تو دعا کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ! جو ہماری بری تقدیر میں ہے اس کو اچھا کردے۔ دیکھو! یہاں بہت بڑا شبہ اور شک دور ہو گیا۔ ہم بزرگوں سے جب دعا کرواتے ہیں جی! اُن کی دعاؤں میں بھی اثر نہیں رہا۔ غلط ہے، اثر ہے میاں! تجھے کیا پتہ ہے کہ کس صورت میں تجھے فیض پہنچ رہا ہے؟ ہوسکتا ہے تمہیں کوئی زنا کرنا ہو اور ان کی دعاؤں سے بدل گیا ہو۔ کئی مرتبہ خواب میں تو ہمارے ساتھ ایسا ہوتا ہو گا؟ چنانچہ میں ایک بات عرض کرتا ہوں۔ ایک اور بات اسی طرح کی مجھے یاد ہے۔ بغداد شریف میں غوث اعظم کے زمانے میں ایک بزرگ تھے، ان کا نام ہے حضرت حماد۔ ''تذکرۃ الاولیاء'' میں، شروع میں ان کا ذکر ہے۔ غوث اعظم کے ہم عصر ہیں۔ ان کے پاس ایک شخص گیا جو جواہرات کا تاجر تھا۔ اس نے حضرت حماد سے کہا حضرت! میں جواہرات کی تجارت کے سلسلے میں عراق سے ملک شام جانا چاہتا ہوں۔ تو جاؤں یا نہ جاؤں؟ آپ بزرگ ہیں، صاحب بصیرت ہیں۔ آپ مجھے بتائیے کہ میرا جانا میرے لئے نقصان دہ تو نہیں ہوگا؟ کہ راستے میں کوئی خطرہ درپیش ہو کیونکہ اس زمانے میں گاڑیاں نہیں تھیں، موٹریں نہیں تھیں، ہوائی جہاز نہیں تھے، اونٹ، گھوڑوں پر یا پیدل لوگ سفر کرتے تھے اور صحراؤں میں، جنگلوں میں گزرنا پڑتا تھا۔ ڈاکو، لٹیرے لوٹ لیتے تھے تو اس نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ آپ تو روشن ضمیر ہیں، آپ مجھے بتائیے اگر میرے لئے یہ سفر نقصان دہ ہو تو میں نہ جاؤں۔ حضرت حماد نے فرمایا نہ جاؤ! اگر جاؤ گے تو چور تجھے لوٹ لیں گے اور تمہیں قتل کردیں گے۔

مال بھی جائے گا، جان بھی جائے گی۔ اچھا جی! اس نے ارادہ ترک کردیا۔ دوستوں نے کہا یار! تو تو شام جانے والا تھا۔ کہنے لگا یار! جانے والا تو تھا۔ حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ لوگ بڑے عقیدت مند اس نے کہا بزرگوں کی باتیں ٹھیک ہوتی ہیں۔ غوث اعظم کے پاس بھی جاکر دیکھو! وہ کیا فرماتے ہیں؟ وہ شخص غوث اعظم کی خدمت میں

بھی حاضر ہوا۔ صاف صاف کہہ دیا حضرت میں حماد کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے یہ فرمایا تو حضرت میں ڈر گیا۔ آپ بھی بڑے روشن ضمیر ہیں، بڑے اللہ والے ہیں۔ آپ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ! اللہ خیر کرے گا۔ جاؤ گے خیریت سے واپس آؤ گے۔ نفع بھی ہوگا، دوستوں سے آکر ذکر کیا۔ انہوں نے کہا جاؤ! وہ چلا گیا، جارہا تھا راستے میں سو گیا کسی گاؤں میں، خواب میں اس نے دیکھا کہ چوروں نے اس پر حملہ کیا، چوروں نے اس کو لوٹ لیا، بعد میں اسے قتل کر دیا۔ خواب میں آنکھ کھلی تو کہنے لگا۔ شکر ہے خواب ہی تھا۔ دیکھا مال وال ہے کہ نہیں؟ مال موجود تھا، شکر کا کلمہ پڑھا۔ واپس آیا، نفع بھی کما کے آیا۔ آ گیا، غوث اعظم کی خدمت میں پیش ہوا، نذرانہ، ہدیہ پیش کیا۔ حماد کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، وہاں بھی ہدیہ، نذرانہ پیش کیا اور عرض کیا حضرت! آپ نے تو فرمایا تھا کہ اگر جاؤ گے تو مال لٹ جائے اور تم ختم ہو جاؤ گے تو پھر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا جاؤ خیر خیریت سے واپس آؤ گے۔ تو دیکھ لیجئے نہ میرا مال چھنا، نہ میں قتل ہوا۔ شیخ حماد نے فرمایا خواب میں لٹے تھے یا نہیں؟ اور قتل ہوئے تھے یا نہیں؟ ہاں حضرت! خواب میں تو لٹا تھا۔ تو فرمایا بس انہوں نے دعا کر کے تقدیر بدل دی۔ وہ واقعہ جو تمہارے ساتھ ظاہر میں ہونے والا تھا، وہ ان کی دعا سے خواب میں تبدیل ہو گیا ——— اَلدُّعَاءُ یَرُدُّ الْقَضَاءَ ——— دعا تقدیر بدل دیتی ہے ——— بھائی میں قادری بھی ہوں اور نقشبندی بھی ہوں (یعنی الحاج مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ) اور مجددی بھی ہوں تو ایک بات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی عرض کر دوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ملا طاہر لاہوری جو لاہور کے رہنے والے تھے، اُن کو بلایا اپنے بچوں کی تعلیم کے واسطے۔ بچوں کو دین کا علم پڑھاؤ۔ مولانا محمد طاہر صاحب جب حضرت مجدد صاحب کی خدمت میں بیٹھے تو آپ نے نظر بصیرت سے مولانا کی پیشانی پر دیکھا۔ وہ نظر جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں“۔ اس آنکھ

سے دیکھا۔اس واسطے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ——— اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ ——— مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ——— یہ اللہ والے جو ہوتے ہیں، ان کو جو کچھ نظر آتا ہے، وہ ہمیں نظر نہیں آتا مگر اللہ والا ہو

حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں جب مولانا محمد طاہر صاحب کو ہم نے نظر بصیرت سے ان کی پیشانی پر جو دیکھا، فرماتے ہیں ان کے ماتھے پر لکھا تھا شقی، بد بخت۔ معلوم ہوا سارے مولوی نیک بخت نہیں ہوتے، بد بخت بھی ہوتے ہیں مگر اس کو کوئی آنکھ والا ہی دیکھ سکتا ہے۔ مولانا صاحب کے ماتھے پر لکھا ہوا تھا بد بخت یا اللہ! یامقلب القلوب! اے ارحم الراحمین! اپنے پیارے اور مقبول کے طفیل ہمیں نیک بنا، ہمیں ظاہری، باطنی بدبختی سے محفوظ فرما۔ میاں جی! یہ کوئی فخر کی بات نہیں، یہ اللہ کا کرم ہے۔ ڈرنا ہی چاہئے آپ کو۔ مولانا صاحب کے ماتھے پر لکھا ہوا تھا بد بخت۔ حضرت مجدد صاحب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا فرزندو! یہ مولوی صاحب تمہاری تعلیم کے لئے بلائے ہیں، تمہارے استاذ، ان کے ماتھے پر تو بد بخت لکھا ہوا ہے۔ یہ تو بد بخت ہے۔ بد بخت سے پڑھو گے، بد بخت سے شاگردی کرو گے؟ لیکن قربان جائیں وہ بچے بھی تو مجدد صاحب کے تھے۔ فرزند بھی تو حضرت مجدد صاحب کے تھے۔ انہوں نے بھی کمال کر دیا، کہنے لگے۔ حضرت یہ تو ٹھیک ہے بد بخت ہے لیکن اب تو آپ کی خدمت میں آ گیا ہے، یہاں آکر بھی بد بخت ہی رہے گا۔ ولی اللہ کے بچے تھے، بزرگ کے بچے تھے۔ انہوں نے کہا جی حدیث میں آتا ہے ——— لَا یَشْقٰی جَلِیْسُہٗ ——— کہ لوگوں کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں رہتا، بد بخت نہیں رہتا ——— تو جب یہ آپ کے پاس آ گیا یہاں آکر بھی بد بخت ہی رہے گا؟ آپ دعا کر کے اس کو نیک بخت بنوا دیں۔ اللہ سے دعا کیجئے، اللہ نیک بخت بنائے۔ بچوں نے جب یہ کہا تو حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ہاتھ

اٹھا کے اس میں جو دعا کی، اس میں اور کمال کر دیا۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں مولائے کریم! تیرے محبوب بندے محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ مولیٰ! تیرا فضل انہی پر تو محدود نہیں، تیرا فضل تو فضلِ عام ہے۔ جب تو ان کی دعا سے تقدیر بدل دیتا ہے تو میں بھی تیری بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہوں۔ میری دعا کو قبول کر لے اور مولانا محمد طاہر صاحب کی شقاوت کو سعادت سے بدل دے۔

مجدد صاحب فرماتے ہیں جب میں نے یہ دعا کی تو ابھی میں نے منہ پر ہاتھ نہیں پھیرا تھا کہ مولانا صاحب کے ماتھے پر بھی ''سعید'' اور لوح محفوظ میں دیکھا تو وہاں بھی ''سعید'' لکھا تھا۔ فرماتے ہیں کہ پہلے ان کے ماتھے پر لکھا ہوا تھا ''شقی''، لوح محفوظ میں بھی ''شقی'' لکھا تھا۔ ثابت ہوا کہ اللہ والوں کی دعاؤں سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ بدبخت، نیک بخت بن جاتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ یہاں بیٹھے بیٹھے لوح محفوظ کو دیکھ سکتے ہیں۔ تو جب لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں تو اس میں تو سب کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ان کو سارے حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ تو اس طرح صاحب عرس حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی ولادت سے بھی پہلے ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ کی ولادت سے پہلے بزرگوں نے خوشخبری سنائی۔ غوث اعظم کے متعلق تو بہت ہی زیادہ۔ میں بات کیا کہہ رہا تھا کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی یہ جو تھے، ان کے زمانے کے بادشاہ تھے حضرت سلطان محمود غزنوی جو بڑے نیک بادشاہ گزرے ہیں۔ ان کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ محمود غزنوی آج ان کا شمار غوثوں، قطبوں میں کرتے ہیں۔ بادشاہ بھی تھے اور بہت بڑے کامل ولی بھی تھے۔ میں بتانا چاہتا ہوں یہ کیسے کرم ہوا؟ اور ولی کا مقام بتا رہا ہوں۔ ان کی نگاہوں میں بادشاہوں کا مقام کیا ہے؟ اور حیثیت کیا ہے؟ تو سلطان محمود غزنوی کو شوق تھا کہ میں کسی کامل ولی سے

تعلق پیدا کروں اور کسی کامل سے نسبت پیدا کر کے، میں بھی کامل بن جاؤں باوجود اس کے بادشاہ تھے، شہنشاہ تھے، کامل کی تلاش۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کا بڑا چرچا تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے آدمی بھیجا حضرت صاحب کے پاس۔ قاصد نے جا کر عرض کی حضرت! سلطان صاحب آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے فرصت نہیں ہے۔ سلطان صاحب کو سلام کہنا اور کہنا حضرت معذرت کرتے ہیں۔ قاصد نے جا کر کہہ دیا۔ آج کل کا پیر ہوتا تو کہتا میاں! قسمت کھل گئی۔ شہنشاہ وقت کا بلاوا آیا ہے۔

بادشاہ نے دوبارہ قاصد بھیجا فرمایا اب بھی اگر انکار کریں، معذرت پیش کریں تو قرآن کی ایک آیت پیش کرنا ـــــــ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ـــــــ "اللہ کا حکم مانو، رسول کا حکم مانو اور وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ اور جو امر والے ہیں ان کا بھی حکم مانو ـــــــ اس کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ امر سے مراد حکومت ہے یعنی جو اہل حکومت ہیں، حکام ہیں ان کا کہنا بھی مانو مگر علماء اور فقہاء فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد اہل علم حضرات ہیں۔ بہر صورت ایک تفسیر یہ بھی ہے۔ تو سلطان محمود نے کہا یہ آیت پڑھنا۔ اس آیت کی رو سے لازم ہے اُن پر میری اطاعت کرنا کیونکہ میں وقت کا بادشاہ ہوں۔ تو میرا ماننا ان پر لازم ہے، تو یہ آیت پڑھنا۔ قاصد دوسری مرتبہ آیا، حضرت نے پھر معذرت کی۔ اب آیت پڑھ کر سنانے کا مطلب یہی تھا ناں کہ حضرت آپ اس آیت کا خلاف کر رہے ہیں۔

کہنے لگا اللہ کا حکم ہے کہ امیر کا حکم مانو اور آپ انکار کر رہے ہیں۔ گویا آیت آیت پر عمل نہیں کر رہے۔ یہی تھا آیت پڑھنے کا مطلب۔ جب قاصد نے آیت پڑھی تو حضرت صاحب جوش میں آ گئے۔ فرمایا بادشاہ سے کہنا "اللہ کی اطاعت میں لگا ہوا ہوں، ابھی اللہ کی اطاعت پوری طرح مجھ سے نہیں ہو سکی اور اس کے بعد رسول اللہ کی اطاعت کا نمبر ہے اور رسول اللہ کی اطاعت سے شرمسار ہوں اور تیرا نمبر تیسرا ہے"۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت

اچھی طرح کرلوں گا پھر تیری بھی اطاعت کرلوں گا۔ ابھی اللہ و رسول کی اطاعت مجھ سے کما حقہ نہیں ہو سکی۔ تیرا نمبر تیسرا ہے، جب ان کی کرلوں تو تیری بھی کرلوں گا۔ قاصد نے جا کر کہہ دیا۔ ہر ایک کا یہ کام نہیں ہے بادشاہ وقت کو ایسا کہہ دینا۔ وہ کہتا ہے جس کے ہاتھ پلے کچھ ہو۔ بادشاہ سمجھ گیا، یہ کوئی معمولی پیر نہیں ہے، کامل پیر اسی کے ہاتھ پلے کچھ ہے۔ اچھی بات ہے۔

بادشاہ خود آیا لیکن ابھی بھی طبیعت صاف نہیں ہوئی کہ مجھے کوئی دیکھے نہ کہ میں خود چل کر جا رہا ہوں۔ میری عزت میں، میری پوزیشن میں کوئی فرق نہ آئے۔ کوئی یہ کہے کہ بادشاہ خود چل کر گیا۔ جب آدھی رات کا وقت تھا، دنیا سوئی ہوئی تھی کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ حضرت صاحب کے پڑھنے کا، وظائف کا وقت تھا۔ اس وقت حضرت کسی سے نہ ملتے تھے۔ بادشاہ نے کہا اندر اطلاع کرو! کہ محمود غزنوی آیا ہے۔ دربان نے کہا حضرت! مجھے حکم ہے کہ کسی کو اندر نہ جانے دو، چاہے بادشاہ ہو، چاہے وزیر ہو۔ اس وقت آپ نہیں جاسکتے۔ صبح آیئے! حضرت وظائف پڑھ رہے ہیں۔ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے پھر اشراق پڑھتے ہیں پھر اس کے بعد ملاقات ہوگی۔ اشراق کے بعد آیئے! اس وقت آپ نہیں مل سکتے۔ اس نے کہا میں محمود ہوں، بادشاہ ہوں۔ اس نے کھسیا کر کہا کہ آپ ہوں گے بادشاہ، میرے بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ کسی کو اندر نہیں آنے دوں۔

محمود واپس چلا گیا، غصہ اس کو بڑا چڑھا۔ اس نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر، ایک رقعہ پر مصرع لکھا اور دربان سے کہا کہ جب تمہارا پیر فارغ ہو جائے تو دیدینا۔ کیا لکھا بادشاہ نے؟ ع در درویش را دربان نباید

درویش کے دروازے پر دربان نہیں ہونا چاہئے۔ درویش کا دروازہ سب کے لئے کھلا رہنا چاہئے۔ آپ اچھے درویش ہیں دربان بٹھا رکھا ہے اور یہ مصرع لکھ دیا ع

در درویش را دربان نباید

اور چلا گیا۔ حضرت صاحب جب فارغ ہوئے اشراق سے، دربان نے پیش کیا، فرمایا نیچے جواب لکھ کر بھیج دو۔ کیا جواب لکھا؟ بادشاہ نے لکھا تھا ''درویش را دربان نباید''۔ آپ نے فرمایا نیچے لکھو! ع بباید تا سگِ دنیا نہ آید

درویش کے دروازے پر دربان ہونا چاہئے تا کہ دنیا کا کوئی کتا اندر نہ آجائے۔ ہر ایک کا کام نہیں ہے ایسا لکھنا۔ ع نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے؟

آپ نے فرمایا ''بباید تا سگِ دنیا نہ آید''۔ جب بادشاہ کے پاس جواب پہنچا، چودہ طبق روشن ہو گئے، آنکھ کھل گئی، سمجھ گیا یہ کوئی ہستی ہے لیکن طبیعت ابھی بھی پوری طرح صاف نہیں ہوئی۔ آیا مگر کس طرح آیا؟ بادشاہ نے اپنا شاہی لباس تو ایاز کو پہنا دیا اور ایاز کا غلامانہ لباس خود پہن لیا۔ چند لڑکے ساتھ لئے جن کی ابھی داڑھیاں نہیں اُگی تھیں، مونچھیں نہیں اُگی تھیں۔ اُن لڑکوں کو، لڑکیوں کا لباس اور لڑکیوں کو لڑکوں کا لباس پہنا کر آیا اور ایاز نے جو شاہی لباس پہنا تھا اس کو آگے لگا دیا اور خود جو غلام کے لباس میں تھا پیچھے لگ گیا۔ دیکھوں یہ پہچانتا ہے کہ نہیں؟ دعویٰ تو کر رہا ہے ایسے دیکھ لوں ذرا تھوڑا سا نہ پہچانے تو پھر اس کی گت بناؤں گا۔ آخر ہے تو بادشاہ کہ یہ تم نے کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ روشن ضمیری اور بصیرت کا یہ عالم ہے کہ تمہیں یہ بھی نہ پتہ چلا کہ بادشاہ کون ہے؟ اس کا خیال یہ تھا کہ بادشاہی لباس میں ایاز اُس کو بادشاہ دِکھے گا۔ اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ حاضر ہوا ناں تو آگے آگے ایاز شاہی لباس میں تھا، پیچھے خود جو غلام کے لباس میں تھا۔ جب حاضر ہوا تو حضرت ایاز کی طرف متوجہ نہیں بلکہ محمود کی طرف متوجہ ہوئے جو غلام کے لباس میں تھے۔ فرمایا ابھی تک تیری طبیعت صاف نہیں ہوئی۔ ابھی بھی تو ہمارا امتحان لے رہا ہے۔ ممتحن بن کر آیا ہے، سائل بن کے نہ آیا۔ کاسۂ دل خالی لے کے آتا تا کہ اس کو معرفت سے بھر دیا جائے۔ تو ممتحن بن کے آ رہا ہے، امتحان لے رہا ہے ہمارا۔ تو لباس بدل کے ہمیں کیا آزما رہا ہے۔ ہم تو سب کچھ لوح محفوظ میں دیکھ رہے ہیں۔ اب طبیعت صاف ہوئی

ہر طرح جو آزمالیا۔

فرمایا اِن نامحرموں کو واپس کر لڑکے، لڑکیا سب واپس کر دے۔ شاہی لباس میں ملبوس ایاز کو بھی واپس کر دیا۔ فرمایا اب اکیلا آ، مخلص ہو کے آ، سائل بن کے آ، ممتحن بن کر نہ آ۔ پھر تو محمود رونے لگا۔ اشرفیوں کی بھری ہوئی تھیلی پیش کی۔ سونے کی اشرفیاں بطور نذرانہ۔ حضرت نے سوکھا ہوا ایک ٹکڑا پتہ نہیں کتنے دنوں کا سوکھا ہوا تھا، نکال کے کہا کہ لے کھالے۔ اب نرم نرم غذائیں کھانے والا بادشاہ، اِتنے دنوں کا سوکھا ہوا ٹکڑا دانتوں کے نیچے رکھ کر توڑے تو وہ ٹوٹے نہیں۔ جب ٹوٹا ہی نہیں تو حلق سے کیسے نیچے اترے گا؟ کہنے لگا حضرت! یہ تو میرے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ فرمایا جس طرح یہ ٹکڑا تیرے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اُسی طرح اشرفیاں بھی ہمارے حلق سے نیچے نہیں اتریں گی۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں واپس کر دیں۔

حضرت مجھے غلامی میں داخل کرو۔ مرید ہو گیا۔ سبق سکھایا۔ جس وقت سبق بتایا تو کہنے لگا حضور! مجھے کچھ اور بھی عنایت ہو۔ آپ نے خرقہ عنایت فرمایا۔ فرمایا خاص وقت آئے تو اس کو پہن کر دعا کرنا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ خود سلطان محمود کو دور تک چھوڑنے گئے۔ سلطان نے کہا حضرت! جب میں آیا تھا تو آپ نے اُٹھ کر بھی میرا احترام نہیں کیا تھا اور اب دور تک چھوڑنے جا رہے ہیں۔

فرمایا تو آیا تھا، اُس وقت تیرے دل میں تکبر تھا، بادشاہی کا غرور تھا اور گھمنڈ تھا اور اب غرور کی جگہ خلوص آ گیا ہے۔ تکبر کی جگہ عجز و انکساری آ گئی ہے تو ہم اہل تکبر کا احترام نہیں کرتے۔ خلوص اور اہل خلوص کا احترام کرتے ہیں۔ تو بس پھر حضرت کی توجہ سے سلطان محمود غزنوی کتنے بڑے مرتبے کو پہنچے؟ بہت بڑے کامل تھے۔ یہ کون سا منظر تھا؟ سومنات فتح نہیں ہوتا تھا۔ کتنے حملے کئے۔ آخر وہ حضرت کا خرقہ پہنا، خرقہ پہن کر دعا مانگی کہ مندر فتح ہو جائے، صبح حملہ کیا مندر فتح ہو گیا۔

رات کو حضرت صاحب خواب میں ملے کیونکہ ان کا تو انتقال ہو چکا تھا۔ فرمایا تم نے میرے خرقہ کی قدر نہ کی۔ تم نے صرف یہی دعا مانگی کہ مندر فتح ہو جائے۔ اگر ساتھ یہ بھی کہہ دیتا مندر کے پنڈت مسلمان ہو جائیں تو وہ بھی مسلمان ہو جاتے۔

حضرات! عرض یہ کر رہا تھا کہ اولیاء اللہ کو وہ عظمت حاصل ہوتی ہے کہ یہ بادشاہ تو ان کی جوتیاں اٹھاتے ہیں، ان کے آستانوں پر اپنی جبینیں گھستے ہیں، اولیاء کو جو کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کے کسی بادشاہ کو حاصل نہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

واقعۂ کربلا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

حمد وثنا کے بعد ——— فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ ——— حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی شہادت نبی اکرم ﷺ کی شہادت ہے ——— حسنین رضی اللہ عنہما کی ذات مظہرِ کمالِ مصطفٰے ہے ——— مظہرِ جمالِ مصطفٰے ہے ——— حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت، شہادتِ سرّی ہے ——— حضرت

''حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حصے میں شہادتِ سرّی کا فیض آیا'' ــــــ ''اور حضرت اما حسین رضی اللہ عنہ کے حصے میں شہادتِ جہری کا فیض آیا'' ــــــ اور یہ حقیقت میں کمالِ خاص تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، شہادتِ جہری ہے ــــــ

آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کا بیان ہوگا ــــــ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آپ کے تذکرے کو ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۤءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ــــــ ''اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں اُنہیں مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں'' ــــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اُمت میں بہت سے شہداء ہوئے ــــــ اللہ تعالیٰ نے اِس کمال سے اور بہت سے لوگوں کو سرفراز فرمایا ــــــ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو بھی یہ اِنعام ملا ــــــ یہ حضرات بھی اِس کمال اور اِس سَرفرازی سے فیضیاب ہوئے ــــــ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ان سب سے ممتاز ہے ــــــ اور اِس شہادت میں کچھ اِس قسم کے واقعات ہیں کہ اوّلین وآخرین میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

پورا مہینہ آپ مجالس میں سُنتے آرہے ہیں کہ ــــــ یزید جب تخت نشین ہوا تو تخت پر بیٹھتے ہی اُس پر گناہوں کا اَیسا اَثر چھا گیا کہ غرور وتکبّر کا پُتلا بن گیا ــــــ اور اُس نے ایسے اقدامات شُروع کردیئے جو شریعت کے سَراسَر خلاف تھے ــــــ حکُومت واِقتدار کا نشہ بَعض اَوقات آدمی کو افراط وتفریط کا شکار کردیتا ہے ــــــ پہلے تو یزید چھپ چھپ کر فسق وفُجور کرتا تھا مگر اَب اس کو پُوچھنے والا کوئی نہیں تھا ــــــ اِس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ جس قسم کے میرے حالات ہیں ان حالات میں مجھے کوئی تسلیم نہیں کرے گا ــــــ خصوصاً جو بڑے بڑے لوگ ہیں وہ کبھی میری بیعت نہیں کریں گے ــــــ اور اُن کا اِنکار دُوسروں کے انکار کا سبب بنے گا ــــــ

اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں اُن سے بیعت طلب کروں ــــــ اور جب وہ انکار کریں تو انہیں قتل کروادوں ــــــ تا کہ میری حکومت کے لئے میدان صاف ہو جائے ــــــ چنانچہ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت طلب کی ــــــ یہ لوگ بڑے بڑے حضرات تھے ــــــ خود بھی بڑے تھے اور بڑوں کی اولاد تھے ــــــ وہ یزید جیسے فاسق کی کیسے بیعت کر سکتے تھے؟ ــــــ اور یہی اُن کے شایانِ شان تھا ــــــ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تو ہجرت کر کے مکہ چلے گئے ــــــ اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کردیا ــــــ اِس لئے کہ آپ بیعت کر لیتے تو جان بچ جاتی ــــــ خاندان بچ جاتا اور دُنیا کا مال آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتا ــــــ مگر اِسلام دَرہم بَرہم ہو جاتا اور قیامت تک ہر فاسق و فاجر کی بیعت جائز قرار پاتی ــــــ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے ثبوت پیش کر دیا کہ حق والوں کی یہی شان ہوتی ہے ــــــ کہ وہ باطل کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں لیکن حق کا دامن نہیں چھوڑتے ــــــ سینے میں گولیاں اور تیر کھالیتے ہیں مگر حق کا پرچم بلند کرتے ہیں۔

امام عالی مقام نے اپنے عمل سے اپنی بلندیٔ کردار کا ثبوت پیش کیا ــــــ چنانچہ جس وقت آپ نے انکار کردیا تو اپنے سارے عزیزوں کو جمع کر کے فرمایا ــــــ اَے میرے عزیزو! ــــــ اگر مَیں مدینہ منورہ میں رہا تو یہ لوگ مجھے یزید کی بیعت کے لئے مجبور کریں گے ــــــ اور مجھے بیعت نہیں کرنی ہے تو لامحالہ جنگ ہوگی ــــــ اور مَیں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینہ منورہ میں جنگ ہو ــــــ اس لئے مَیں مدینہ سے ہجرت کرنا چاہتا ہوں ــــــ آپ کے عزیزوں نے کہا ــــــ جیسے آپ کہیں ہم حکم کی تعمیل کریں گے ــــــ چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ سے ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمالیا ــــــ اب آپ

اَندازہ کیجئے کہ حالات اَیسے ہوگئے تھے کہ حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کو مدینہ چھوڑنا پڑا جس کے اَندر آپ کے نانا جان کا روضۂ مبارک تھا۔

اُس وقت حُسین (رضی اللہ عنہ) کی کیا کیفیت ہوگی؟ ـــــــ کہ وہ مدینہ جس کی زِیارت کے لئے لوگ دُور دُور سے آتے ہیں اور وہی مدینہ آج چھڑایا جارہا ہے ـــــــ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے تارے کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے ـــــــ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور روتے روتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِجازت طلب فرمائی ـــــــ حرم کی عزت وحُرمت تو بہت زیادہ ہوتی ہے ـــــــ تو امام عالی مقام نے یہ خیال فرمایا ـــــــ کہ حرم کی حد میں لڑنا جھگڑنا، جدال وقتال چونکہ حرام ہے ـــــــ تو وہاں نہ کوئی میرے ساتھ لڑے گا اور نہ مجھے پریشان کرے گا ـــــــ نہ لڑائی ہوگی، نہ جھگڑا ہوگا ـــــــ تو مَیں حرم شریف کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے زندگی کے دن پورے کرلوں گا۔

اِس خیال سے آپ مکّہ مکرمہ چلے گئے ـــــــ جُونہی آپ مکّہ مکرمہ میں پہنچے اہلِ کُوفہ کی طرف سے خطوط اور چِٹھیاں پہنچنا شروع ہوگئیں ـــــــ لگاتار خطوط آرہے ہیں، قاصد آرہے ہیں ـــــــ یہاں تک کہ تھوڑے سے عرصے میں حضرت امام علی مقام کی خدمتِ اَقدس میں ڈیڑھ سَو خطوط پہنچ گئے ـــــــ اور بَعض نے تو دو بارسو خطوط لکھے لیکن ڈیڑھ سَو چِٹھی کا تو بڑے بڑے مُستند علماء نے لکھا ہے۔

اُس زمانے میں جب رَسل ورسائل کے ذرائع بہت محدُود تھے ـــــــ لوگ خطوط قاصدوں کے ذریعے بھیجتے تھے ـــــــ اور قاصد اُونٹوں پر یا گھوڑوں پر یا پیدل چل کر جاتے تھے ـــــــ ان حالات میں اتنے خطوط بھی بہت زیادہ تھے ـــــــ خطوط کے مضامین یہ تھے: ـــــــ

''اَے امام حسین! ـــــ ہم آپ کے ماننے والے ہیں ـــــ ہم محبّانِ

علی ہیں ـــــ ہم محبانِ اہل بیت ہیں ـــــ ہم نے تو امیر معاویہ کو نہیں
مانا تھا چہ جائیکہ اُس کے نالائق بیٹے کو مانیں ـــــ ہم آپ کے باپ
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے
ماننے والے ہیں ـــــ ہم یزید کے ماننے والے نہیں ہیں ـــــ اور
یزید تخت پر بیٹھ گیا ہے تو ہم اس کو خلیفہ یا امام نہیں مانتے ـــــ اور آپ کو
خلیفہ برحق اور امامِ برحق مانتے ہیں ـــــ آپ مہربانی کر کے کوفے میں
تشریف لائیں ہم آپ کی بیعت کریں گے ـــــ آپ کو خلیفہ تسلیم کریں
گے ـــــ اور آپ پر اپنی جان و مال فدا کر دیں گے ـــــ اور آپ کے
دستِ حق پرست پر بیعت کر کے آپ کا ساتھ دیں گے ـــــ آپ تشریف
لائیے اور ہماری دستگیری فرمایئے ـــــ اور ہمیں اپنی صحبت میں رکھ کر اپنے
فیوض و برکات سے مستفید فرمایئے۔"

تمام قبائل اور خاندانوں کی طرف سے امام پاک کے پاس چٹھیاں پہنچیں ـــــ اور بعض
نے اس قسم کے مضامین لکھے: ـــــ

"اے امام پاک! ـــــ اگر آپ تشریف نہ لائے تو بامر مجبوری یزید کی
بیعت کر لیں گے ـــــ پھر کل قیامت کے دن اللہ نے ہم سے پوچھا کہ تم
نے یزید جیسے نالائق آدمی کی بیعت کیوں کی؟ ـــــ تو ہم صاف کہہ دیں
گے کہ ـــــ مولا! ہم نے تیرے نبی کے نواسے کو خطوط لکھے ـــــ چٹھیاں
لکھیں ـــــ جان مال قربان کرنے کا یقین دلایا ـــــ مگر وہ تشریف
نہیں لائے ـــــ انہوں نے ہماری دعوت کو قبول نہیں کیا ـــــ تو جب
انہوں نے ٹھکرا دیا تو مولا ہم حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے ـــــ تو ہم
نے بامر مجبوری یزید کی بیعت کر لی ہے ـــــ اس لئے اے امام! یاد رکھئے
کہ ہماری بیعت کا وبال آپ کے کندھوں پر ہوگا۔"

کوفیوں نے اس قسم کے مضامین لکھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شرعی طور پر پابند ہوگئے کہ کیا کیا جائے؟ ـــــ چنانچہ آپ نے بہت سے لوگوں سے مشورے بھی کیئے ـــــ آخرکار آپ اِس نتیجے پر پہنچے کہ پہلے کسی مُعتبر شخص کو وہاں بھیجنا چاہیئے جو وہاں جاکر بچشمِ خود حالات کا جائزہ لے کہ ـــــ کیا واقعی وہ لوگ چاہتے ہیں اور اُن کے دلوں میں محبت اور عقیدت ہے؟ ـــــ اگر وہ چاہتے ہوں اور اُن کے دِلوں میں محبت اور عقیدت ہو تو پھر اُس کی اطلاع آنے پر جانا چاہیئے ـــــ ورنہ نہیں جانا چاہیئے ـــــ چنانچہ آپ نے اَپنے چچازاد بھائی حضرت مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے منتخب کیا ـــــ اور فرمایا کہ اَے بھائی! ـــــ اِس طرح کُوفے سے چٹھیاں آرہی ہیں تو مَیں آپ کو اپنا نائب بنا کر وہاں بھیجنا چاہتا ہوں ـــــ آپ وہاں پہنچ کر حالات کا بچشمِ خود مطالعہ کریں اور جائزہ لیں ـــــ اگر حالات واقعی تسلّی بخش ہوں تو آپ مجھے اطلاع دیں ـــــ آپ کی چٹھی آنے پر مَیں بھی چلا آؤں گا ـــــ ورنہ آپ بھی واپس آجائیں۔

آپ نے اَپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اہلِ کُوفہ کو ایک خط لکھا کہ ـــــ ''اَے اہلِ کُوفہ! ـــــ تمہارے بہت سے خطوط میرے پاس پہنچے ـــــ چنانچہ مَیں اَپنے عم زاد بھائی مُسلم بن عقیل کو اپنا نائب بنا کر تمہارے پاس بھیج رہا ہوں ـــــ تم سب لوگ اُن کی بَیعت کرو اور اُن کی خدمت کرو ـــــ یہ تمہارے حالات کا جائزہ لے کر لکھیں گے ـــــ اگر حالات تسلّی بخش ہوئے تو پھر ان کی اطلاع آنے پر مَیں بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا ـــــ آپ نے چٹھی لکھ کے مُہر لگا کے حضرت مسلم بن عقیل کو دے دی اور اُنہیں رُخصت کر دیا۔

حضرت مسلم بن عقیل کے دو بیٹے حضرت محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تیار ہو گئے ـــــ وہ کہنے لگے ابا جان! ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں بلکہ اپنے ساتھ ہی لے جائیں ـــــ حضرت مُسلم نے اپنے بچوں کا دل توڑنا گوارا نہ کیا اور اپنے چھوٹے چھوٹے

بچوں کو بھی ساتھ لے لیا ــــــ وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے ــــــ اور وہاں اَپنے عزیزوں سے مل کر چلے اور کوفہ میں پہنچ گئے ــــــ کوفے میں ایک شخص تھا جس کا نام تھا عبید ثقفی ــــــ وہ محبِ اہلِ بیت تھا ــــــ اُس کے گھر میں اُترے ــــــ جب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ حضرت امام مُسلم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے ہیں تو اہلِ کوفہ نے بَیعت شروع کردی۔

جس وقت وہ کوفے میں آیا تو اُس نے آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ــــــ جتنے بڑے بڑے سردار حضرت امام مسلم کے ساتھ تھے اور جنہوں نے حضرت امام مُسلم کی بَیعت کی تھی ــــــ اُن سب کو اُس نے گرفتار کرلیا ــــــ اور گرفتار کر کے کوفے کے دارالامارت میں بند کردیا ــــــ تمام سرداروں کی گرفتاری کی خبر کوفے میں بجلی کی طرح پھیلی ــــــ اور سب لوگ حیران و پریشان ہوگئے ــــــ خوف و ہراس پھیل گیا کہ بڑے بڑے سرادر تو پکڑے جاچکے تھے ــــــ اور ابنِ زیاد حضرت امام مُسلم بن عقیل کی گرفتاری کی تدبیریں سوچ رہا تھا کہ ــــــ حضرت مُسلم بن عقیل کو گرفتار کیسے کیا جائے؟

جب حضرت مُسلم نے یہ دیکھا کہ بڑے بڑے سردار گرفتار ہوچکے ہیں ــــــ اور اب میری گرفتاری کی تدبیریں ہو رہی ہیں ــــــ تو آپ نے اپنے مُریدوں کو پکارا ــــــ سب کے سب مُرید آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے ــــــ آپ نے اُن چالیس ہزار لوگوں کو جنہوں نے بَیعت کی تھی حُکم دیا کہ ــــــ "دارالامارت" کا محاصرہ کرلو! ــــــ حضرت امام مُسلم رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار لوگوں کے ساتھ دارالامارت کا محاصرہ کرلیا ــــــ وہ ایسا وقت تھا کہ اگر آپ اشارہ کردیتے تو وہ چالیس ہزار آدمی اس دارالامارت کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے ــــــ اور ابن زیاد مقابلہ بھی نہیں کرسکتا تھا ــــــ چالیس ہزار آدمیوں سے لڑنے کی وہ طاقت وقوت نہیں رکھتا تھا ــــــ اور نہ اُس کے پاس اتنی فوج تھی ــــــ مگر مَیں پہلے بتا چکا

ہوں لہٰ ہونا وہی تھا جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔

جس وقت حضرت امام مُسلم رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار مریدوں کے ساتھ محاصرہ کیا ــــــ تو ابنِ زیاد بہت گھبرایا ــــــ اُس نے بڑی چالاکی اور بڑی مکّاری سے کام لیا کہ جتنے بڑے بڑے سردار جو اُس نے دارالامارت کے اندر بند کیے ہوئے تھے ــــــ اُن سب کو بُلایا اور بُلا کر کہا کہ ــــــ اگر اپنی اور اَپنے گھروالوں کی خَیر چاہتے ہو تو میرا ساتھ دو! ــــــ میرے ساتھ تعاون کرو! ــــــ نہیں تو مَیں تمہیں ابھی قتل کرواؤں گا ــــــ اور جو تمہارے گھر والوں کا اور تمہاری اولاد کا حشر ہوگا وہ دُنیا دیکھے گی ــــــ تو وہ بڑے بڑے سردار کہنے لگے کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ ــــــ اِبنِ زیاد نے کہا ــــــ دیکھو! تمہارا بھتیجا، تمہارا بیٹا، تمہارا بھانجا، تمہارا بھائی جو بھی اِسوقت دارالامارت کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں ــــــ مَیں تمہیں دارالامارت کی چھت پر چڑھاتا ہوں۔

اپنے عزیزوں کو بُلا کر سمجھاؤ! ــــــ کہ وہ محاصرہ توڑ دیں اور مُسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیں ــــــ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سب سے پہلے تو مَیں تمہیں قتل کراؤں گا ــــــ اور پھر میری فوجیں جو عنقریب پہنچنے والی ہیں وہ کوفے پر حملہ کریں گی ــــــ تمہارے گھروں کو آگ لگا دی جائے گی ــــــ اور تمہارے بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جائے گا ــــــ اور پھر وہ حشر ہوگا کہ دنیا یادرکھے گی ــــــ اِس واسطے میرا ساتھ دو! اگر اَپنی اور اَپنے گھر والوں کی خَیر چاہتے ہو ــــــ اُس نے جناب بڑا ڈرایا دھمکایا ــــــ کہ جتنے بڑے بڑے سرمایہ دار اور لیڈر قسم کے لوگ تھے وہ سب کہنے لگے ــــــ اَے ابنِ زیاد! تو جس طرح کہے ہم کرنے کو تیار ہیں ــــــ اُس نے کہا ــــــ چڑھو! پھر دارالامارت کی چھت پر ــــــ اور کرو یہ کام جو مَیں نے تمہیں کہا ہے ــــــ یہ بڑے بڑے سردار چڑھ گئے ــــــ اور اُنہوں نے اَپنے عزیزوں کو بُلانا شروع کر دیا ــــــ اور بُلا کر چُپکے چُپکے

سے یہ سمجھانا شروع کر دیا کہ ــــــ دیکھو!

فوجیں یزید کے پاس ہیں ــــــ حکومت یزید کے پاس ہے

ــــــ اسلحہ یزید کے پاس ہے ــــــ دولت یزید کے پاس ہے ــــــ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیشک رسول اللہ کے فرزند ہیں لیکن ــــــ نہ ان کے پاس حکومت ہے ــــــ نہ دولت ہے ــــــ نہ فوجیں ہیں اور نہ اسلحہ ــــــ تو وہ بغیر اسلحے کے ــــــ بغیر فوجوں کے ــــــ بغیر دولت کے یزید کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ ــــــ اور ہم درمیان میں خواہ مخواہ پس جائیں گے ــــــ یہ اقتدار کا معاملہ ہے ــــــ تم لوگ اِس وقت محاصرہ توڑ دو اور امام مُسلم کا ساتھ چھوڑ دو! ــــــ اگر تم نے اَیسا نہ کیا تو یاد رکھو! ــــــ نہ تمہیں ہمارا مُنہ دیکھنا نصیب ہوگا ــــــ اور نہ ہم تمہارا مُنہ دیکھ سکیں گے ــــــ ہمیں ابھی قتل کروا دیا جائے گا ــــــ اور تمہارا جو حشر ہوگا وہ بھی بڑا سخت اور بھیانک ہوگا ــــــ جب بڑے بڑے سرمایہ داروں نے اپنے عزیزوں کو اِس قسم کی باتیں سُنانا شروع کیں ــــــ اور ان کو اِس قسم کے مشورے دینا شروع کئے تو اُن کا بُرا اثر ہوا۔

اَب جناب محاصرہ کرنے والے بھی محاصرہ توڑ کر جانے لگے ــــــ دَس اِدھر سے نکل گئے ــــــ بیس اِدھر سے نکل گئے ــــــ اور پچاس اُدھر سے نکل گئے ــــــ لیجئے صاحب! ــــــ حضرت امام مُسلم رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار مریدوں کے ساتھ محاصرہ دارُ الامارت کا کیا تھا ــــــ عصر کی نماز کے بعد مغرب کی نماز سے کچھ پہلے اُن چالیس ہزار میں سے صرف پانچ سَو آدمی رہ گئے ــــــ اور باقی سب کے سب محاصرہ توڑ کر جا چکے تھے ــــــ حضرت امام مُسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ پر بڑا بُرا اثر پڑا ــــــ حد ہوگئی کہ چالیس ہزار میں سے صرف پانچ سَو رہ جائیں ــــــ تو ان پانچ سَو پر بھی کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ ــــــ جب امام مسلم نے یہ حالت دیکھی تو وہ جو پانچ سَو ابھی کھڑے تھے ــــــ اُن سے فرمایا ــــــ چلو! جامع مسجد میں

چل کر مغرب کی نماز اَدا کریں ـــــــ اور سوچیں کہ اَب ہمیں کیا کرنا ہے؟ ـــــــ سارے کہنے لگے اچھا حضرت چلئے! ـــــــ آپ پانچ سَو آدمیوں کے ساتھ جامع مسجد میں پہنچ گئے ـــــــ نماز کا وقت ہوگیا امام صاحب آگے کھڑے ہوگئے ـــــــ پانچ سَو نے پیچھے صفیں باندھ لیں ـــــــ جب مغرب کی نماز شروع کی تو پانچ سَو آدمی تھے ـــــــ اور جب نماز پڑھ کر سَلام پھیرا تو وہ پانچ سَو بھی جا چکے تھے ـــــــ آپ نے سلام پھیرا تو پیچھے ایک بھی نہیں تھا وہ پانچ سَو بھی جا چکے تھے ـــــــ صُبح چالیس ہزار آدمی تھے مگر اب ایک بھی نہیں تھا ـــــــ ایک بات مَیں آپ کو بتاؤں کہ یہ وہی لوگ تھے جو اَپنے آپ کو محبانِ اہلبیت کہتے تھے ـــــــ محبان علی کہتے تھے اَپنے آپ کو ـــــــ اُنہوں نے ہی چٹھیاں لکھی تھیں ـــــــ انہوں نے ہی حضرت امام عالی مقام کو بُلایا تھا۔

وہ بڑا بے نیاز ہے ـــــــ مومنوں کے گھر میں کافر پیدا کر دیتا ہے ـــــــ کافروں کے ہاں مومن پیدا کر دیتا ہے ـــــــ بَد بختوں کے ہاں نیک بخت اور نیک بختوں کے ہاں بَد بخت پیدا کر دیتا ہے ـــــــ میرے دوستو! ـــــــ اُس عورت کا لڑکا رات کو گھر آیا ـــــــ ماں کو غمگین پایا ـــــــ ماں! غمگین کیوں ہے؟ ـــــــ ماں نے کہا بیٹا! ـــــــ بات یہ ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو ہمارے نبی کے خاندان کے فرد ہیں ـــــــ وہ کوفے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نائب بن کر آئے اور اہلِ کوفہ نے اُن کی بَیعت کی ـــــــ آگے پیچھے پھرنے لگے اور مال و جان قربان کرنے کا یقین دلایا ـــــــ اور اَب حاکمِ وقت کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر سَب کے سَب امام کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں ـــــــ اور بے وفائی کے ساتھ اَپنے گھروں کے دروازے بند کر کے اَندر بیٹھ گئے ہیں ـــــــ اور وہ امام بڑی بے بسی اور بے کسی سے پھر رہے تھے ـــــــ تو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف ہمیں بخشا ہے ـــــــ یہ سعادت ہمیں نصیب ہوئی ہے کہ ـــــــ آج وہ ہمارے گھر

میں مہمان ہیں ـــــ اور ہمارے گھر میں رونق افروز ہیں ـــــ انہوں نے ہمارے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا ہے ـــــ اور ہمیں یہ شرف بخشا ہے کہ آج اُن کی میزبانی کا شرف حاصل کر رہے ہیں ـــــ لیکن بیٹا! ایک طرف تو خوشی ہے کہ ہمیں اُن کی میزبانی کا اور اُن کی خدمت کا موقع ملا ـــــ اور دوسری طرف غم یہ ہے کہ اہلِ کوفہ نے بے وفائی کی اور بے وفائی بھی کی تو ایسے معزز مہمان کے ساتھ۔

ماں نے جب حالات سُنائے تو بیٹا دل ہی دل میں خوش ہونے لگا کہ ـــــ بڑے مزے کی بات ہے ـــــ میری ماں تو بڑی بھولی بھالی ہے ـــــ بڑی سیدھی ہے ـــــ ابنِ زیاد نے تو اعلان کروا دیا ہے کہ جو مسلم بن عقیل کو گرفتار کروائے اس کو اِتنے ہزار درہم انعام ملے گا ـــــ تو یہ تو قدرتی طور پر ہمارے گھر آ گئے ـــــ مَیں تو صبح ان کو اپنے گھر سے گرفتار کروا کے ہزار ہا درہم انعام حاصل کروں گا ـــــ اُس نے اپنا ناپاک مقصد اور مدعا ماں کو نہ بتایا ـــــ ماں پر ظاہر نہ کیا اور دل ہی دل میں خوش ہوا ـــــ اُس کے لئے اب چند گھنٹے گذارنے مشکل ہو گئے کہ کب دن چڑھے اور مَیں جا کر مُخبری کروں ـــــ اور مال و دَولت حاصل کروں ـــــ الغرض صبح ہوئی ـــــ اُس نے اپنے دوستوں کے ساتھ مِل کر ابنِ زیاد کو خبر دی کہ ـــــ حضرت مسلم ہمارے گھر میں ہیں ـــــ میں گرفتار کرواتا ہوں اور انعام میرے حوالے کر دیا جائے ـــــ ابنِ زیاد نے کہا برخوردار! ـــــ تمہارا انعام تمہیں مِل جائے گا پہلے تم گرفتار کرواؤ ـــــ اُس نے کہا، جناب میرے ساتھ سپاہی بھیجئے! ـــــ چنانچہ اُس کے ساتھ ستر سپاہی گئے اور اُنہوں نے جا کر اُس عورت کے مکان کا محاصرہ کر لیا ـــــ حضرت مُسلم تلوار لے کر باہر نکلے ـــــ سپاہیوں نے گستاخیاں اور بدتمیزیاں بھی کیں ـــــ اور اِس قسم کے الفاظ کہے کہ جو نا قابلِ برداشت تھے ـــــ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا قسم کے الفاظ کہے۔

حضرت مُسلم نے جواب دیا ـــــــ تو اُنہوں نے مشتعل ہو کر تیر چلانے شروع کر دیئے ـــــــ آپ نے فرمایا، مجھے یہ دکھاتے ہو کہ ہمیں تیر چلانا آتا ہے ـــــــ تو مجھے جواب دینا بھی آتا ہے ـــــــ اُنہوں نے کہا اگر جواب دے سکتے ہیں تو نیچے آجایئے ـــــــ حضرت امام مسلم نے ان ستّر آدمیوں کا مقابلہ کرنا شُروع کر دیا ـــــــ آپ تنہا تھے اور وہ ستّر تھے ـــــــ مگر وہ ستّر ہی اب سمجھ رہے تھے کہ ہم نے اِس اکیلے کو چھیڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے ـــــــ آپ کی تلوار چلتی تھی اور وہ اِدھر اُدھر بھاگ اُٹھتے تھے ـــــــ یہاں تک کہ آپ نے چند آدمیوں کو قتل بھی کر دیا اور زخمی بھی کر دیا ـــــــ اِسی مقابلہ میں آپ خود بھی زخمی ہو گئے ـــــــ اور ایک تیر ایسا لگا جس نے آپ کے سامنے کے دانتوں کو توڑ دیا ـــــــ خون بہہ رہا تھا ـــــــ اِسی حالت میں آپ نے اُس عورت سے پانی طلب فرمایا ـــــــ اُس نے آپ کو پیالے میں پانی دیا ـــــــ جب آپ پانی پینے لگے تو بہت سا خون آپ کے مُنہ سے پانی میں گر گیا ـــــــ اور سارا پانی خون خون ہو گیا ـــــــ آپ نے پیالہ نیچے رکھ کر فرمایا ـــــــ معلوم ہوتا ہے اب ہماری قسمت میں اِس دُنیا کا پانی نہیں ہے ـــــــ اب تو جنّت الفردوس میں جا کر ہی اپنی پیاس بُجھائیں گے۔

امام پھر لڑنے لگ گئے ـــــــ ابنِ زیاد کو پتہ چلا تو اُس نے محمد بن اشعث سے کہا کہ ـــــــ جاؤ! اور مکاری و چالاکی سے مُسلم کو پکڑ کے یہاں لاؤ ـــــــ چنانچہ وہ آیا تو کہنے لگا کہ ـــــــ اَے مُسلم! اِن لوگوں نے بیوقوفی کی ـــــــ حاکمِ وقت ابنِ زیاد نے اِن کو مقابلہ کرنے اور لڑنے کے لئے نہیں بھیجا تھا ـــــــ بلکہ آپ کو بُلانے کے لئے بھیجا تھا ـــــــ اِسلئے آپ دارالامارت میں میرے ساتھ چلئے ـــــــ وہ آپ سے کوئی معاملہ طے کرنا چاہتا ہے کہ ـــــــ آئندہ ہم کو کیا کرنا ہے؟ ـــــــ وہ چاہتا ہے کہ کسی قسم کا فتنہ وفساد نہ ہو۔

حضرت مُسلم نے فرمایا ـــــــ مَیں بھی تو یہی چاہتا ہوں ـــــــ

ورنہ جب مَیں نے چالیس ہزار کے ساتھ محاصرہ کیا تھا اُس وقت میرا ایک اشارہ ہی دارالامارت کو ختم کرنے کے لئے کافی تھا ـــــ مگر مَیں خود نہیں چاہتا کہ قتل و غارت ہو ـــــ اُس نے کہا بس ٹھیک ہے آپ چلیئے! ـــــ اور جنہوں نے تلواریں نکالی ہوئی تھیں اُن سے کہا کہ تلواریں نیام میں ڈالو! ـــــ محمد بن اشعث نے اُن کو ڈانٹا اور حضرت مُسلم کو ساتھ لے چلا۔

حضرت امام مسلم جب اُس کے ساتھ چلے اُور دارالامارت میں داخل ہوئے ـــــ تو آپ یہ پڑھتے ہوئے داخل ہوئے ـــــ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡفَاتِحِيۡنَ ـــــ جونہی آپ نے دارالامارت کے اندر قدم رکھا ـــــ ابنِ زیاد نے دونوں طرف ننگی تلواریں دے کر چند سپاہی کھڑے کئے ہوئے تھے ـــــ اور اُن کو یہ حکم دیا ہوا تھا کہ جونہی مُسلم اِس دروازے سے گذرے حملہ کر کے اُس کو قتل کر دو ـــــ چنانچہ جب آپ دارالامارت کے دروازے سے گذرے اور جُونہی قدم اَندر رکھا ـــــ دونوں طرف سے آپ پر تلواریں پڑیں اور آپ وہیں شہید ہو گئے ـــــ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ ـــــ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ ابنِ زیاد کے پاس پہنچے ـــــ اور اس سے گفتگو کی ـــــ ابنِ زیاد نے کہا دیکھیئے! ـــــ آپ اَپنے آپ کو بڑا مجرم ثابت کر چکے ہیں ـــــ لیکن باوجود اِس کے مَیں آپ کو ایک شرط پر چھوڑ دُوں گا ـــــ اور وہ شرط یہ ہے کہ آپ یزید کی بَیعت کر لیں ـــــ اور وعدہ کریں کہ جب امام حسین آئیں گے تو آپ اُن کی بھی بیعت کرائیں گے ـــــ ورنہ آپ کی خُیر ہے اُور نہ امام حسین کی خُیر ہے ـــــ آپ نے فرمایا ـــــ جہاں تک خیر کا تعلق ہے تو خیر ہی خیر ہے ـــــ مگر نہ تو مَیں یزید کی بَیعت کروں گا اور نہ ہی حُسین ابنِ علی رضی اللہ عنہ یزید کی بَیعت کریں گے ـــــ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم یزید کی بَیعت کریں ـــــ تو جو تجھے کرنا ہے وہ کر لے ـــــ اُس نے کہا پھر سُن لیجئے ـــــ مَیں ابھی آپ کو قتل

چنانچہ اُس نے جلادوں کو حکم دیا کہ ان کو چھت پر لے جا کر قتل کرادوں گا ـــــــ چنانچہ اُس نے جلادوں کو حکم دیا کہ اِن کو چھت پر لے جاکر قتل کردو! ـــــــ ان کا سر میرے پاس لے آؤ! ـــــــ اور نعش کو بازار میں اِس زور سے گراؤ کہ ہڈیاں چکنا چُور ہو جائیں ـــــــ اَور لوگ دیکھیں ـــــــ اللہ اکبر! یہ ہے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت ـــــــ کہ سر کٹا دیا مگر فاسق وفاجر کے آگے سر جھکایا نہیں ـــــــ یہ ہے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی محبت ـــــــ ربِّ ذوالجلال! ہم سب کو اہل بیت کی محبت عطا فرما (آمین)

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

اصلاحِ معاشرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاکْتُبْ لَنَا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّا ھُدْنَا اِلَیْکَ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ

حمد و ثنا کے بعد آپ کے اس علاقے میں بفضلہ تعالیٰ جلسے ہوتے رہتے ہیں، علمائے کرام تقریریں فرماتے رہتے ہیں اور آپ حضرات سنتے رہتے ہیں۔ میں جب بھی یہاں حاضر ہوتا ہوں آپ حضرات کا اجتماع دیکھ کر ذوق وشوق دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی عقیدت اور محبت میں جوش وخروش اور برکت فرمائے اور ہم سب کو مسلک حق اہل سنت وجماعت پہ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک عمل کی توفیق دے۔

میرے بزرگوار دوستو! میں آپ حضرات کے سامنے آج جو تقریر کر رہا ہوں اس کا زیادہ تر تعلق اسلامی امرِ عمل سے ہے۔ کیونکہ آج کل اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے اخلاق اور ہمارے اعمال صحیح ہوں۔ معاشرہ بہت خراب ہوتا جا رہا ہے۔ بدعملی اور بدکرداری بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور ہم لوگ دن بہ دن اسلام کی تعلیمات سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چاروں طرف مسلمان تکلیفوں اور مصیبتوں کا شکار ہیں۔ افغانستان میں دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ عراق میں دیکھو کیا ہو رہا ہے؟ گجرات میں دیکھو کیا ہوا؟ چاروں طرف مسلمان مار کھا رہے ہیں۔

بیت المقدس جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے وہ یہودیوں کے قبضے میں ہے اور یہودیوں کے جو ناپاک ارادے ہیں وہ آپ اخباروں میں پڑھتے ہی رہتے ہیں تو اس وقت ضرورت ہے اس امر کی کہ سارے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور سرِ نیاز جھکا کر توبہ کریں، استغفار کریں اور اللہ سے رحمت اور بخشش مانگیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ اے اللہ! ہم تیری فرمانبرداری کریں گے۔ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آج ہی حالات بدل سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مسلمانو! اگر تم حق پر ثابت قدم رہو گے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو گے تو دشمنوں کے، یہودیوں کے، کافروں کے منصوبے تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ شرط یہ ہے کہ تم حق پر ثابت قدم رہو اور متقی بن جاؤ۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا معیار بناؤ۔ تقویٰ و پرہیزگاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے بچو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو۔ حلال کو اختیار کرو، حرام سے بچو۔ یعنی اگر تم صحیح معنوں میں مسلمان بن جاؤ، نیک بن جاؤ تو یہ جتنے بھی دشمن ہیں، کافر ہوں، مشرک ہوں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں، ہندو ہوں ان کے منصوبے، ان کی سازشیں، ان کے ارادے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

آج جو ہمیں نقصان پہنچ رہا ہے تو اس کی وجہ ہماری بد عملی ہے۔ قرآن کریم میں خود فرمایا کہ ہم عذاب کا ذائقہ جو مسلمانوں کو چکھاتے ہیں تو اس لئے چکھاتے ہیں ـــــــ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ـــــــ تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کریں ـــــــ ہم پر اتنی مصیبتیں آرہی ہیں مگر ہمارے اخلاق اور کردار میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ ہم برائیوں سے باز نہیں آرہے ہیں، ہم نیکی کی طرف رجوع نہیں کر رہے ہیں ہیں۔ اگر ہمارا یہ حال رہا تو یاد رکھئے ہماری تکلیفوں اور مصیبتوں میں اضافہ ہی ہوگا، کمی نہیں ہوگی۔ کمی اس صورت میں ہوگی کہ جب ہم سچے پکے مسلمان بن جائیں۔ اسی واسطے ایک شاعر نے کہا ہے۔

میں جب کہتا ہوں یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

تو یہ ہمارے عمل، ہمارے کرتوت کا نتیجہ ہے تو اس وقت ضرورت ہے اچھے عمل کی۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگ جو ضروری مسائل ہیں ان کو تو یاد نہیں کرتے، جو ضروری کام کرنے ہیں ان کو تو ہم کرتے نہیں اور بڑے بڑے، اونچے اونچے مسئلوں میں بحثیں کرتے ہیں اور نبیوں، ولیوں کی شان کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی حیثیت دیکھنی چاہیئے کہ ہم کیا ہیں؟ ہمارا عمل کتنا ہے اور ہم کن ہستیوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ معاملہ کتنا نازک ہے۔ اگر کسی نبی، ولی کی شان میں بات کرتے ہوئے، ضد اور بحث کرتے ہوئے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نکل گیا تو اس نبی یا ولی کی شان میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا مگر ہمارے اپنے اعمال ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بڑے بڑے مسئلوں میں گفتگو نہ کریں۔ آپس میں بحث نہ کریں بلکہ جو کام کرنے ہیں وہ کریں اور اگر کوئی مسئلہ ہو بھی تو یہ کہیں کہ بھئی! یہ علماء کا معاملہ ہے علماء سے پوچھو! ہم لوگوں کو علم نہیں ہے تو ہمیں بحث بھی نہیں کرنی چاہئے۔ خیر یہ باتیں تو میرے منہ سے نکلی ہیں اس واسطے کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میری تقریر جو ہے اس کا تعلق اصلاحِ

عمل اور اصلاحِ اخلاق اور کردار کے ساتھ ہے۔ یہ اس لئے کہا ہے کہ آپ حضرات توجہ سے سنیں۔

بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جو گھر سے رقعے لکھ کر لائے ہوں گے کہ مولوی صاحب سے سوال کریں گے کہ حضور کو علم غیب تھا یا نہیں تھا؟ نور تھے یا بشر تھے؟ پہلے سے ہی لکھ کر لائے ہوں گے اور وہ بڑے بے قرار ہوں گے کہ کسی طریقے سے رقعہ پہنچے تو اگر آپ نے رقعہ بازی کی تو مجھے خوامخواہ ادھر آنا پڑے گا۔ میں اس لئے یہ بات کر رہا ہوں کہ نہ رقعہ بازی کریں، نہ سوالات کریں، نہ چھیڑ چھاڑ کریں اور نہ میری توجہ اس طرف ہو۔ کیونکہ ہمارا یہ اصول ہے کہ ہم کسی کو چیڑتے نہیں لیکن اگر کوئی چھیڑتا ہے تو پھر اس کو ہم چھوڑتے نہیں۔ اس واسطے نہ چھیڑو اور نہ بات آگے بڑھے۔ بلکہ اس وقت جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے معاشرے کی اصلاح تاکہ ہم لوگوں کے اعمال درست ہوں اس لئے ہمیں بیان کرنے دو۔ بلکہ جو بھی علماء آیا کریں سب کو چاہئے کہ اصلاحِ عقائد کے ساتھ اصلاحِ عمل پر بھی توجہ دیں اور جو ہم سے اختلاف رکھتے ہیں، ان کو بھی چاہئے کہ جب ان کے علماء آئیں تو ان سے یہ کہیں کہ اختلافی باتیں نہ کرو۔ آپس میں معاملات کو بڑھاؤ نہیں بلکہ اسے گھٹانے کی کوشش کرو۔ نفرت کو پیدا نہ کرو بلکہ نفرت کو مٹا کر اخوت و محبت کا درس دو تاکہ مسلمان ایک دوسرے کے قریب ہوں کیونکہ اتحاد اور اتفاق کی بڑی ضرورت ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! میں نے آپ کے سامنے جو آیت پڑھی ہے اس آیت کا ترجمہ، چند تفسیری فوائد آپ حضرات کے سامنے بیان کروں گا۔ تفسیری فوائد میں اگر ایسا مسئلہ آتا ہے جس کا تعلق ہمارے عقیدے سے ہے تو وہ میں بیان کروں گا۔ اگر میں اپنا عقیدہ بیان کروں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں دوسرے پر کیچڑ اچھال رہا ہوں یا کسی دوسرے کو برا بھلا کہہ رہا ہوں۔ برا بھلا کہنا تو یہ ہوتا ہے کہ کسی کا نام لے کر اس کے متعلق نازیبا باتیں کی جائیں اور یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔ ذرا توجہ سے سنو!

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سوال کیا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں سوال کیا ـــــ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا تُبْنَا اِلَيْكَ ـــــ یعنی ہمارے لئے لکھ دے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی۔ بیشک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ـــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوال کیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ـــــ اے اللہ! دنیا اور آخرت کی بھلائی لکھ دے، مخصوص کر دے ـــــ جیسے کہ آپ کسی کو کہتے ہیں کہ میرے لئے یہ مخصوص کر دے۔ فلاں مکان، فلاں دوکان، فلاں جائیداد میرے نام کر دے، لکھ دے کہ میرے نام پکی ہو جائے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رب العالمین! دنیا اور آخرت کی بھلائیاں ہمارے لئے لکھ دے تا کہ یہ بات پکی ہو جائے کہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہمارے لئے ہیں ـــــ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ ـــــ اس دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی ہمارے واسطے لکھ دے ـــــ اِنَّا تُبْنَا اِلَيْكَ ـــــ بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔

یاد رکھو! مانگنے والا ہے پیغمبر اور مانگ رہا ہے اللہ تعالیٰ سے تو پیغمبر نے کوئی معمولی چیز نہیں مانگی۔ بہت بڑی چیز مانگی ہے کیونکہ پیغمبر سے بڑھ کر مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ کس کا ہو سکتا ہے؟ مانگنے کا ڈھنگ بھی کسی کسی کو آتا ہے اور پیغمبر سے بڑھ کر مانگنے کا طریقہ اور سلیقہ کس کو آتا ہے؟ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کے واسطے کوئی معمولی چیز نہیں مانگی۔ بہت بڑی چیز مانگی ہے۔ وہ اس طرح کہ زندگیاں دو ہیں ایک دنیا کی زندگی اور ایک آخرت کی زندگی۔ جو آخرت کی زندگی کا قائل نہیں وہ مسلمان ہی نہیں۔

بولو! دنیا کی زندگی عارضی ہے یا نہیں؟ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ آخر سب کو مرنا ہے مگر آخرت کی زندگی دائمی ہے، ابدی ہے، ہمیشہ کی زندگی ہے۔ وہاں تو موت کا وجود ہی نہیں رہے گا بلکہ موت کو بھی موت آجائے گی۔

یا اللہ! میری قوم کے واسطے دنیا اور آخرت کی بھلائی اور عزت لکھ دے، مخصوص کردے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب دینے سے پہلے اپنا ایک قانون بیان فرمایا۔ اس قانون کا تعلق اللہ کے عذاب اور اللہ کی رحمت کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ـــــ عَذَابِیۡ اُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ اَشَآءُ ـــــ اے موسیٰ! میرا عذاب جو ہے وہ میں اس کو پہنچاتا ہوں جس کو میں چاہوں ـــــ عذاب میرا سب کو نہیں پہنچتا۔ کس کو پہنچتا ہے؟ جس کو میں چاہوں ـــــ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ـــــ اور رحمت میری ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے ـــــ ہر چیز کو شامل حال ہے۔ اتنے حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب اور اپنی رحمت کا قانون بیان فرمایا کہ میرا عذاب سب کو نہیں پہنچتا اور میری رحمت سب کو پہنچ رہی ہے۔

عذاب اور رحمت کے متعلق چند باتیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر آگے بڑھتا ہوں۔ بہت سے بندے ایسے ہیں جو اس دنیا میں ظلم و ستم کرتے ہیں۔ مسلسل اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں پھر بھی اللہ کا عذاب ان کو نہیں پکڑتا اور ہم لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہ شخص کتنا ظالم ہے، ظلم کرتا رہتا ہے، لوگوں کا خون چوستا رہتا ہے۔ اس کے باوجود دنیا کی نظروں میں معزز ہے، لوگ اس کو سلام کرنا اپنی شان سمجھتے ہیں۔ اس کے دائیں بائیں رہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس کی چمچا گیری کو باعث عزت و فخر سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا کو ستا رہا ہے، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے، غریبوں، مفلوک الحال لوگوں، یتیموں، بیواؤں کا حق مار رہا ہے۔ ان سب کے باوجود عذاب خداوندی اس کو اپنی آغوش میں نہیں لیتا۔ اس پر قہر قہار و جبار نازل نہیں ہوتا۔ یا خدا یہ ماجرا کیا ہے؟ جتنی زیادہ

نافرمانیاں کر رہا ہے، اتنی ہی زیادہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

میرے دوستو! سنو اور غور سے سنو! یہ دنیا چند روزہ ہے، اس کو دوام نہیں، آج آیا ہے تو کل جائے گا۔ یہ تو ایک سرائے فانی ہے ——— قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ——— دنیا چند روزہ ہے۔ چند ساعت اس دنیا میں رہنا ہے پھر سرائے جاودانی کی طرف کوچ کرنا ہے۔ زندگی کے بعد اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

بزرگو اور دوستو! یاد رکھو! جو آخرت میں معزز نہیں، جو وہاں ذلیل ہو جائے، وہاں خوار ہو جائے، وہاں رسوا ہو جائے۔ اگر دنیا میں معزز بنا ہوا ہے تو وہ چند روز کے واسطے تو وہ حقیقت میں معزز نہیں ہے کیونکہ اصل معزز وہ ہے جو آخرت میں معزز ہو۔ کیونکہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اب آپ سمجھئے کہ جس قوم کے حصے میں، جس جماعت کے حصے میں، جس فرد کے حصے میں دنیا کی عزت بھی آئے اور آخرت کی عزت بھی، جو دنیا میں بھی معزز ہو اور آخرت میں بھی معزز ہو، دنیا میں بھی نیک نام ہو اور آخرت میں بھی نیک نام ہو۔ وہ حقیقت میں کامیاب ہے اور اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اس کے حصے میں دونون جہان کی عزت آ گئی اور یہی چیز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے واسطے مانگی۔ اب آپ سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے کوئی معمولی چیز نہیں مانگی، بہت بڑی چیز مانگی۔

دنیا میں وہ معزز بنا ہوا ہے لیکن اس کا عمل اچھا نہیں ہے۔ وہ شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے یا کوئی اور چھوٹا بڑا گناہ کرتا ہے، وہ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حلال حرام کی تمیز نہیں، جائز اور ناجائز کی پرواہ نہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر وہ دنیا میں معزز بنا ہوا ہے مگر آخرت میں ذلیل و خوار اور نامراد ہوگا یا نہیں؟ یقیناً ہوگا۔ اس لئے کہ دنیا میں معزز بنا ہوا تھا، مال و دولت کی وجہ سے، منصب و عہدے کی وجہ سے۔ مال و دولت اور منصب و عہدہ یہیں رہ گئے، ساتھ لے گیا اپنے گناہ۔ وہاں ذلیل و خوار ہوگا اپنے گناہوں

کی وجہ سے۔ایسے شخص کو اللہ فرمائے گا ــــــــ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْم ــــــــ آج میرا عذاب چکھ بیشک تو دنیا میں بڑا اکرم بنا پھرتا تھا۔

معلوم ہوا حقیقت میں معزز وہ ہے جو آخرت میں معزز ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے ــــــــ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ــــــــ ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ــــــــ اور کافر و مشرک اور منافق وغیرہ جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

وہاں کی زندگی دائمی ہے، ابدی ہے، ہمیشہ کی زندگی ہے۔معلوم ہوا کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ یہاں تو ہم کو چند روز رہنا ہے۔ جیسے کہ کوئی چلتا ہوا مسافر کسی درخت کے نیچے چند گھڑیاں آرام کے لئے بیٹھ جائے ۔ جیسے کوئی مسافر کسی شہر میں، کسی سرائے میں، یا کسی ہوٹل میں دو چار دن کے لئے رہ جائے مگر اس کا اصلی گھر وہاں نہیں بلکہ کسی اور جگہ ہوتا ہے۔اسی طرح مسلمانوں کا اصلی گھر دنیا نہیں ہے بلکہ آخرت ہے، جنت ہے۔دنیا میں ہمارا رہنا عارضی طور پر ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ کچھ محنت کرلیں، کچھ نیکی کرلیں تاکہ اس کی جزا ہمیں آخرت میں مل جائے۔

میرے بزرگو اور دوستو! جب آپ نے یہ سن لیا کہ دنیا کی زندگی عارضی زندگی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی ، ابدی ہے۔اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ زیادہ کوشش آخرت کی زندگی کے لئے کرنی چاہئے یا زیادہ کوشش دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے کرنی چاہئے؟ اب میں اور آپ ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ چوبیس گھنٹوں میں ہم دنیا کے لئے کتنی محنت کرتے ہیں اور آخرت کے لئے کتنا وقت صرف کرتے ہیں؟ جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے اور وہاں کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے ہم کوشش نہیں کرتے بلکہ ہماری ساری کوششیں، ساری محنتیں دنیا کی زندگی کو

کامیاب بنانے اور خوشحال بنانے میں صرف ہوتی ہیں۔ دنیا کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے ہم خون پسینہ ایک کر دیتے ہیں اور آخرت کے لئے ہم سے پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھی جاتی کہ پانچ وقت کی نماز ہی پڑھ لیں۔ دنیا کے لئے ہر وقت لگے ہوئے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کے واسطے زیادہ کوشش کریں، زیادہ محنت کریں تا کہ ہماری آخرت کامیاب ہو۔

آج معزز کون ہے؟ یہاں اگر کوئی شخص معزز بنا ہوا ہے تو کسی وجہ سے؟ یا تو اس کے پاس مال و دولت ہے یعنی مال و دولت کی وجہ سے وہ معزز بنا ہوا ہے۔ بڑے ٹھاٹ کی زندگی بسر کرتا ہے۔ لوگ اس کو سلام کرتے ہیں اور یا اس کے پاس کوئی بہت بڑا عہدہ ہے۔ اس عہدے اور منصب کی وجہ سے وہ بڑے عیش کی زندگی گزارتا ہے اور لوگ بھی اسے سلام کرتے ہیں کہ بھئی! اس کے پاس عہدہ ہے، منصب ہے۔ بغیر رشوت لئے کام نہیں کرتا، لوگوں کو بڑا ستاتا ہے، بڑا ظلم کرتا ہے، چوریاں کرتا ہے، ڈاکے ڈالتا ہے، غریبوں، ضعیفوں اور مسکینوں کو ستاتا ہے مگر اس کو اللہ کا عذاب نہیں پکڑتا، دندناتا پھرتا ہے، بعض مرتبہ ہم لوگ سوچتے ہیں یا نہیں؟ اپنوں کی بات نہیں اوروں کو دیکھ لو۔ کافروں کو دیکھ لو۔ دیکھ لو یہودی کتنا ظلم و ستم کر رہے ہیں؟ افغانستان میں مسلمانوں پر روسی درندے کس قدر بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کر چکے ہیں اور آج طاغوتِ اکبر بشِ نامراد کے بھیڑیے افغانستان کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے مغربی طرز کا نظام قائم کر رہے ہے۔ عراق مقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اور اس کی زمام اقتدار اپنے ایجنٹوں کے ہاتھ میں سونپ کر دنیائے اسلام کو ذلیل و رسوا کر رہا ہے۔ دنیائے کفر خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو آج اس کا ہدف صرف اور صرف اسلام اور مسلمان ہیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے، قادر و قدیر ہو کر ان کو تباہ و برباد نہیں کرتا۔ ورنہ اگر اللہ چاہے تو ان سب کو ایک لمحہ میں تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ یہ سوال ذہن میں آتا ہے مگر دوستو! ان کی یہ شان، یہ کامیابی دنیا ہی

تک ہے، ان کی آخرت برباد ہے اور اصل کامیابی آخرت کی ہے اور مومن، اس کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہیں۔ اگر دنیا میں آزمائش کی وجہ سے مصیبت میں رہا تو بھی آخرت میں کامیاب ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ بارگاہِ رب ذوالجلال میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو نیک بنائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم۔

وما علینا الا البلاغ